ریکارڈ میں تمام حقائق کو جمع کرنے والے علما پیدا ہو گئے ۔ چنانچہ بخاری ایسے مخالف شخص کو لکھنا پڑا کہ:

جابر بن زید عن ابن عباس اَنَّ النبیؐ بالمدینه سَبْعًا وَّ ثَمَانِیاً الظهر و العصر و المغرب و العشاء فقال اَیُّوب لَعَلَّهٗ فی لیلة مُطِیرة؟ قَال عسیٰ ۔ (بخاری جلداوّل ۔کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب تاخیر الظہر الی العصر)

''جابر بن زید نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ نے مدینہ میں ظہر وعصر کی آٹھ رکعتیں اور مغرب وعشاء کی سات رکعتیں ساتھ ساتھ ملا کر پڑھیں ۔اس پر ایوب نے جابر سے کہا کہ شاید یہ بارش والی رات میں ہوا ہوگا؟ جابر نے کہا کہ شاید؟'' (مترجم بخاری جلداوّل محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی جلداوّل صفحہ 268-267)

قارئین سوچیں کہ عبداللہ ابن عباس نے واقعہ بیان کر دیا۔ جابر نے اُن سے کچھ نہیں پوچھا اس لئے کہ کوئی شک نہ تھا۔ مگر ایوب جابر سے سوال کرتا ہے۔ اور جابر شاید کہہ کر جواب دیتا ہے ۔ چونکہ جابر کو خود معلوم نہ تھا۔ لہٰذا جابر کا جواب بے اثر ہے۔ رہ گیا ایوب کا سوال وہ مجرمانہ ذہنیت کا پتہ دیتا ہے۔ کوئی اس سے پوچھے کہ عقل مند آدمی ظہر عصر کے وقت کا رات سے یا بارش والی رات سے کیا تعلق ہے؟ اور ملاحظہ ہو۔

عَن ابن عباس قال جمع رسولؐ الله بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء بالمد ینة من غیر خوفٍ ولا مطرٍ ۔فقیل لابن عباس ما اراد الیٰ ذلك؟ قال اراد ان لا یحرج امته ۔ (مسند ابوداوٗد کتاب الصلوٰۃ باب جمع بین الصلوٰتین)

پھر ابن عباس راوی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے مدینہ میں نماز ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا۔ جب کہ نہ کوئی خوف کا موقعہ تھا نہ بارش تھی۔ اس بیان پر عبداللہ ابن عباس سے کہا گیا کہ ایسا کرنے سے رسولؐ اللہ کا کیا ارادہ تھا؟ جواب دیا کہ امت کو دقت پیش نہ آئے۔

قارئین دیکھیں سوال یہاں بھی ہوا ہے۔ وجہ وہی تھی کہ حضرت عمر کے راج میں صورت حال ہی بدل کر رکھ دی گئی تھی۔ اور لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ حضرت عمر کے احکام وقوانین ہی حقیقی اسلام ہے۔ اور پھر چونکہ ہر زمانہ میں وہ لوگ حاکم وخلیفہ رہتے رہے جو حضرت عمر اور اُن کے مذہب سے اندھی محبت رکھتے تھے۔ اس لئے صحیح احادیث کی موجودگی میں اپنے ذاتی تصورات سے ہر حدیث کے متعلق دو ایک الفاظ کہہ کر اُس کا انکار کرتے رہے۔ یہی حال شیعوں کے مجتہدین نے تیسری صدی کے اواخر سے اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم یہاں وہ طرز فکر اور طرز استدلال دکھا کر یہ جھگڑا چکائے دیتے ہیں۔ آیئے ذرا صحیح مسلم (مع شرح نووی نور محمد والی؛ کتاب الصلوٰۃ باب جواز جمع بین الصلوتین (صفحہ 246)) ملاحظہ فرمائیں۔

(i) پہلی حدیث: **حد ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علیٰ مالك عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صَلّٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم الظّهر والعصر جمیعًا والمغرب والعشاء جمیعًا فی غیر خوفٍ وَّلا سفرٍ۔**

ابن عباس نے بتایا کہ رسول ؐ اللہ نے نماز ظہر وعصر کو ملا کر اور مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھا بلا کسی خوف وحالت سفر میں۔''

(ii) مسلسل دوسری حدیث: اس میں راویوں کے سلسلہ میں نئے نام بھی ہیں مضمون وہی ہے۔ البتہ الفاظ با لمدینة فی غیر خوف ولا سفر (مدینہ میں بلا کسی خوف اور حالت سفر کے) کا اضافہ ہے۔ اور ایک راوی سعید سے راوی ابوزبیر دریافت کرتا ہے کہ رسول ؐ اللہ نے نمازوں کو ملا کر کیوں پڑھا تھا؟ تو سعید نے جواب دیا کہ میں نے ابن عباس سے یہی سوال کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ رسول ؐ اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اُن کی اُمت میں سے کسی آدمی کو دقت نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد چار احادیث سفر اور غزوہ تبوک میں نمازوں کو ملا کر پڑھنے کے متعلق لکھی ہیں۔ پھر پہلی حدیث کا مضمون دوبارہ مختلف راویوں کے سلسلے سے لکھا ہے۔

(iii) تیسری حدیث: اور اس میں بھی ابن عباس سے وہی سوال ہوا کہ ملا کر کیوں پڑھا تھا؟ اور وہی جواب ہے۔ پھر نئے الفاظ میں یہ حدیث لکھی ہے کہ: عن ابن عباس قال صَلَّیْتُ مع النبیؐ ثمانیًا جمیعا و سبعًا جمیعًا۔ قلت یا ابا الشعشآ اَظُنّہُ اَخَّرَ الظھر و عجلّ العصر واخر المغرب وعجل العشاء قَال وانا الظنّ ذلک۔

ابن عباس نے کہا کہ میں نے نبیؐ کے ساتھ آٹھ رکعتیں ملا کر اور سات رکعتیں ملا کر نماز پڑھی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اے شعشا کے اَبا میرا ظن (خیال) یہ ہے کہ رسول ؐ اللہ نے ظہر کی نماز کو تاخیر سے اور عصر کی نماز کو جلدی سے پڑھا ہوگا اور اسی طرح مغرب کو لیٹ کر دیا ہوگا اور عشاء کو جلدی پڑھ لیا ہوگا؟ اُس نے جواب دیا کہ میرا خیال بھی وہی ہے جو تمہارا ہے۔''

دل میں مطلب یہ تھا کہ اس کو ملانا کیوں کہیں؟ یہ تمام سوالات اس لئے گھُسائے اور لکھے جا رہے ہیں کہ دل قبول نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے احادیث پر خیال وقیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔

(iv) چوتھی حدیث: سابقہ مضمون کو دہراتی ہے۔ اس پر کوئی سوال وجواب نہیں ہے۔

(v) پانچویں حدیث: اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ابن عباس نے ایک روز عصر کے بعد خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور تارے نکل آئے۔ لوگوں نے نماز پڑھاؤ۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ کا شور کرنا شروع کر دیا۔ (اس لئے کہ وہ الگ الگ اور جلدی پڑھنے کے عادی تھے) یہاں تک کہ بنی تمیم کے قبیلے کا ایک شخص آ گیا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی رٹ لگا دی۔ اس پر عبداللہ ابن عباس نے کہا کے اے بے ماں کی اولاد کیا تو مجھے سنت رسوؐل کی تعلیم دینے کی جرأت کر رہا ہے۔ اور کہا کہ (سُن) میں نے رسول ؐ اللہ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے نماز ظہر وعصر کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب وعشاء کو بھی ایک ساتھ پڑھا ہے۔ اس پر عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ یہ بات ذرا میرے دل میں جچی نہ تھی اس لئے میں ابوھریرہ کے پاس آیا۔ اور اُن سے یہی سوال کیا تو اُنہوں نے بھی تصدیق کر دی۔''

(vi) چھٹی حدیث: آخری حدیث مع اسناد نوٹ فرمالیں:

حد ثنا ابی عمر قال حدثنا وکیع قال حدثنا عمران بن حُدَیر عن عبداللّٰہ بن شقیق الْعُقَیْلِیُ قال قال رجل لا بن عباس الصلوٰ ۃ فسکت ثُمّ قال الصلوٰۃ فسکت ثم قَالَ الصلوٰۃ فسکت ثمّ قال لَا اُمٌ لک اَتُعَلِّمنا بِالصَّلوٰ ۃ۔ کُنّا نجمع بین الصلوٰتین عَلٰی عَھد رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم ۔(ایضاً صفحہ 246-245)

''ایک شخص نے ابن عباس کو یاد دلایا اور نماز کہا۔انہوں نے توجہ نہ کی خاموش رہے۔پھر الصلوٰۃ کہا پھر چپ رہے۔پھر الصلوٰۃ کا نعرہ مارا تو عبداللہ بن عباس نے کہا کہ او بے ماں کی اولاد کیا تو ہمیں نماز سکھانے چلا ہے؟ ارے ہم رسول اللہ کے عہد میں دو دو نمازیں ملا کر پڑھتے رہے ہیں۔''

قارئین نوٹ فرمائیں کہ علامہ محمد اسماعیل بخاری نے صرف ایک حدیث اپنی صحیح بخاری میں لکھی اور بیسیوں الا بلا کی بھرتی بھردی۔امام مسلم نے چھ حدیثیں لکھدیں۔یعنی جُوں جوں اہل قلم کو آزادی ملتی گئی وہ حق کا اظہار زیادہ کھل کر کرتے گئے۔ امام مالک نے موطا کو بالکل خالی چھوڑ دیا۔اُس سے پہلے یہ کام جرم تھا۔

ان احادیث پر علامہ نووی کی شرح دیکھنے کے قابل ہے۔وہاں آپ بڑی تفصیل سے دیکھیں گے کہ سرکاری وظیفہ خور لوگ کیسی کیسی احمقانہ باتیں کر کے ان احادیث سے بچ نکلنے کی راہ نکالتے ہیں۔

(vii) <u>علامہ نووی اور منکرین حدیث:</u> علامہ نووی نے (حاشیہ صفحہ 246) لکھا ہے کہ: ھٰذِہِ الرِّوَایَات الثَّابِتَۃِ کما تراھا۔ وللعلماء فیھا تاویلات و مذاھب۔'' ''جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ روایات جمع بین الصلاتین کو ثابت کرتی ہیں۔مگر علما نے روایات کو جوں کا توں نہ ماننے کے لئے تاویلات اور فرار کی راہیں (مذاہب) نکالی ہیں۔''

<u>1</u>:کسی نے کہا کہ ان احادیث کا انکار تو نہیں کیا گیا مگر بہانے بنائے گئے۔مثلاً یہ سب معذوری کی حالت کے لئے ہیں۔
<u>2</u>:کسی نے کہا کہ بادل چھائے ہوئے ہوں گے وقت کا پتہ نہ چلا ہوگا۔<u>3</u>:علامہ نووی نے ان سب کو غلط قرار دیا جو بہانے کرتے ہیں۔<u>4</u>:الغرض علامہ نووی نے ان سب باتوں کو بکواس قرار دیا ہے۔اور ثابت ہے کہ بلا کسی عذر کے نمازوں کو جمع کرنا رسول اللہ کی سنت ہے۔

قارئین یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ ہم گزشتہ و آئندہ آنے والے ہر مسئلہ پر اسی طرح اہل سنت ریکارڈ سے احادیث کا ڈھیر لگا سکتے ہیں لیکن طوالت کا خوف مانع ہے۔ہم نہیں جانتے کہ یہ کتاب عوام کے ہاتھوں تک کب اور کس طرح پہنچے گی۔اس لئے کہ ہم خود بھی غریب ہیں اور ہماری قوم بھی غریب ہے۔رہ گئے سرمایہ دار لوگ ہم ان سے مدد نہیں مانگتے۔

(viii) <u>حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے طریقہ کو جبراً بند کر دیا تھا:</u> قارئین کرام اب وہ حکم نامہ بھی دیکھ لیں جس کی اطاعت کی گئی اور برابر کی جارہی ہے۔یہاں تک کہ اہلسنت عوام کو یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے کبھی ظہر و عصر و مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھایا

اس کی اجازت تھی۔ وہ تو یہ سمجھتے ہیں اور انہیں یہی بتایا گیا ہے کہ شیعوں نے جہاں باقی دین بدل ڈالا ہے۔ وہاں نماز کے اوقات کی پابندی بھی چھوڑ دی ہے۔ لہٰذا اہلسنت عوام بھی دیکھیں کہ حضرت عمر نے کیا کِیا تھا۔ شبلی لکھتے ہیں:

''وقتاً فوقتاً عمال اور افسروں کو مذہبی احکام اور مسائل لکھ لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ مثلاً نماز پنجگانہ کے اوقات کے متعلق، جس کی تعین میں مجتہدین آج تک مختلف ہیں۔ تمام عمال کو ایک مفصل ہدایت نامہ بھیجا۔ چنانچہ امام مالک نے اپنی کتاب موطاء میں بعینہٖ اس کی عبارت نقل کی ہے۔ اسی مسئلہ کے متعلق ابو موسیٰ اشعری کو جو تحریر بھیجی اس کو بھی امام مالک نے بالفاظہا نقل کیا ہے۔ دو نمازوں کے جمع کرنے کی نسبت تمام ممالک مفتوحہ میں تحریری اطلاع بھیجی کہ ناجائز ہے۔'' (موطاء امام مالک صفحہ 129) (الفاروق حصہ دوم صفحہ 61)

یہ تھے حضرت عمر جنہوں نے رسولؐ اللہ کے عمل کو ناجائز کرنے کے لئے عالمی شہرت دی تھی۔ علامہ شبلی نے اپنے مجتہدین پر طنز کیا ہے کہ وہ بے چارے آج تک بھی یہ طے نہ کر سکے کہ نماز کے صحیح اوقات کیا اور کون سے ہیں۔ شبلی کو شاید ہی کسی نے بتایا ہو کہ تمہارے ممدوح نے قرآن اور حدیثِ رسولؐ پر خطِ تنسیخ کھینچ کر کے وقت خود گھڑ دیئے تھے۔ مجتہدین بے چارے حدیث رسولؐ میں الجھ کر رہ گئے وہ احادیث کو منسوخ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ورنہ وہ بھی حضرت عمر سے کچھ کم نہیں ہیں۔

مسئلہ نمبر 20۔ عجمی شخص کی پیش نمازی قابل اعتبار نہیں تھی

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''شافعی سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص امامت کے لئے آگے بڑھا تو اُس کو مسور بن مخرمہ نے پیچھے ہٹا دیا تو اُن سے عمرؓ نے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ شخص عجمی زبان کا تھا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اُس کی قرأت کو بعض حج میں آنے والے سُنیں گے اور وہ اُس کے عجمی لہجے کو نہ لے لیں۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تمہارا خیال اُس طرف گیا۔ اُنہوں نے کہا جی ہاں تو عمر نے کہا تم نے اچھا کیا۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 327-326)

مسئلہ نمبر 21۔ اذان میں اضافہ کر دیا جو آج تک جاری ہے

(i) لوگو سُن لو کہ بندہ سو گیا تھا: ''عمر نے کہا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اذان دینا خلفاء کے لئے سنت بن جائے گی تو میں ضرور اذان دیا کرتا۔ شافعی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ صبح کی اذان دینے میں جلدی کیا کرو کہ آخر شب میں روانہ ہوتے ہیں سفر کرنے والے۔ ابوداؤد نے عمرؓ کے ایک موذن سے روایت کیا جس کو مسروح کہا جاتا تھا۔ اور اس نے صبح کا وقت ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تھی تو اس کو عمرؓ نے حکم دیا کہ: فَاَمَرَہٗ عمر اَنْ یرجع فینادی اَلَاۤ اِنَّ الْعَبْدَ قَدْنَامَ۔

واپس لوٹے اور اور ندا کرے کہ لوگو سُن لو کہ بندہ سو گیا تھا۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 328 نور محمد)

اللہ کی شان ہے کہ حضرت عمر کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اُن کے اقوال واعمال سُنت کی حیثیت سے اختیار کر لئے جائیں گے اور ایسا ہی ہو کر رہا کہ اکثر سنتِ رسوؐل کو دنیا سے مٹا کر اپنی سنت کو سنتِ رسولؐ بنا کر جاری کر دیا۔ اور ہر جانشین خلیفہ نے اُن کی سنت پر عمل کیا اور جس نے انکار کیا اسے خلافت سے محروم کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ عربوں کو شامت اعمال نے پکارا۔ دوسری بات یہ نوٹ کر لیں کہ حضرت عمر کے نزدیک اذان میں یہ جملہ کہا جا سکتا تھا کہ ''لوگوسُن لو کہ بندہ سو گیا تھا۔'' (اِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نامه)۔

(ii) اذان میں دوسرا اضافہ '' اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِنَ النَّوۡمِ '' صبح کی اذان میں داخل: ''امام مالک نے روایت کیا ہے کہ عمر نے اپنے موذن کو تعلیم کیا کہ وہ یہ کہا کرے کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِنَ النَّوۡمِ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد 3 صفحہ 328)

قارئین نوٹ کر لیں کہ اذان کا اضافہ حضرت عمر کے نزدیک جائز ہے۔ لہٰذا کم از کم فاروقی مذہب کے علما کو تو شیعوں کی اذان پر اعتراض نہ کرنا تھا۔

مسئلہ نمبر 22۔ قدیم اسلامی یادگاروں اور آثارِ رسوؐل کو مٹانا

''معرور بن سُوید سے روایت ہے کہ وہ عمر کے ساتھ حج سے واپس آرہے تھے کہ عمر نے لوگوں کو دیکھا کہ جھپٹے جا رہے ہیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک مسجد ہے جس میں رسولؐ اللہ نے نماز پڑھی تھی تو فرمایا کہ اسی طرح ھلاک ہوئے اہل کتاب کہ اُنہوں نے اپنے انبیاؑء کے آثار کو عبادت خانے بنا لیا تھا۔'' (ایضاً جلد 3 صفحہ 330)

یہاں قارئین کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ مسجد رسولؐ اللہ کی یادگار تھی اور لوگ وہاں رسولؐ اللہ کی نہیں بلکہ اللہ کی نماز پڑھنے جاتے تھے۔ اُنہوں نے خود کسی آثار کو عبادت خانہ نہ بنایا تھا۔ بلکہ وہ پہلے سے رسولؐ اللہ کا بنایا ہوا عبادت خانہ یعنی مسجد تھی۔ اس میں نماز پڑھنے والوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہ کہہ کر نماز سے روک دیا اور اس طرح امت کو شرک سے بچالیا۔ بالکل اسی طرح انتقالِ رسولؐ پر اہل بیت رسوؐل کو اور صحابہ کو محمدؐ کی عبادت کرنے والے کہہ کر شرک سے بچایا تھا اور سنئے:

بیعتِ رضوان کی یادگار قرآن میں مذکور شجر کی جڑ کاٹ دی: ''ابوبکر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کو یہ اطلاع پہنچی کہ لوگ اُس درخت کی زیارت کے لئے آتے ہیں جس کے نیچے رسولؐ اللہ نے بحکمِ خدا (الفتح 48/18) اپنے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ تو حضرت عمر کے حکم سے اُس درخت کو کاٹ دیا گیا۔'' (ازالۃ الخفاء جلد سوم صفحہ 330)

قارئین آپ آج اپنے چاروں طرف اپنے لیڈروں اور فداکاروں کی یادگاریں دیکھتے ہیں۔ جناح روڈ، لیاقت لائبریری، شہید مینار، شہید ملت روڈ، یعنی تصویروں سے لے کر گلیوں تک۔ ائیر فورس اسٹیشن تک۔ کالج وغیرہ وغیرہ سینکڑوں صورتوں میں ہم یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عمر نہ چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ یا دیگر اسلامی ہیروز کی یادگار قائم ہو اور تاریخ میں اُن کا تذکرہ باقی رہے۔ دوسری یہ کہ حضرت عمر کا مشن رفتہ رفتہ تباہ ہوتا جا رہا ہے۔

پھر یہ یاد کریں کہ بیعت شجرہ والی یادگار کے ساتھ ہی ہر زیارت کرنے والے شخص کو قیامت تک یہ معلوم ہوتا چلا جاتا کہ حضرت عمر کو اُس سفر میں رسولؐ اللہ کی نبوت میں سب سے بڑا شک ہوا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس خطرناک یادگار کو جلد از جلد دنیا سے مٹا دیا جائے۔

مسئلہ نمبر 23۔ باندی کسی سے پردہ کرے تو اس کی پٹائی کردو

بیہقی عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک باندی کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنی کو چہرہ کا نقاب (گھونگٹ) بنائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ دیکھو یہ باندیاں آزاد عورتوں کی مانند بننے لگیں۔ ابوبکر انس سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے ایک باندی کو دیکھا اوڑھنی منہ پر ڈالے ہوئے تو حضرت عمر نے اُس کو مارا اور کہا کہ تو آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔'' (ایضاً صفحہ 332)

مسئلہ نمبر 24۔ میاں بیوی بیچ میں پردہ ڈال کر نماز پڑھیں

حضرت عمر سے خانہ بدوش نے سوال کیا کہ سردی میں اگر ہم دونوں میں سے کوئی خیمہ سے باہر نکل کر نماز پڑھے تو ٹھٹھر کر رہ جائیں کیا دونوں خیمہ میں نماز پڑھ لیا کریں تو فرمایا کہ:

''اپنے اور اُس کے درمیان ایک کپڑا پردے کے لئے لٹکا لیا کرو۔ پھر تم دونوں میں سے ہر ایک نماز پڑھ لے۔''

شاہ صاحب کی اصلاح: ''میں کہتا ہوں کہ حنفیہ نے اس قول میں کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جب اس کے محاذات میں عورت آجاتی ہے۔ ایسی نماز میں جو مشترک ہو تحریمہ اور ادا کے اعتبار سے۔ اسی سے دلیل پکڑی ہے۔ اور شافعی نے یہ جواب دیا ہے کہ عمر سے یہ روایت معروف نہیں ہے۔ اور اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ صلوٰۃ واحدہ میں شریک تھی۔ لیکن یہ مستحب ہے مادۂ فتنہ کو قطع کرنے کے لئے۔'' (ازلۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 333)

مسئلہ نمبر 25۔ وضو میں پاؤں دھونا اور لاتعداد مسائل

قارئین یہ سمجھ چکے ہیں اور وہ انتظام دیکھ چکے ہیں کہ جیسے ہی حضرت عمر ایک قانون نافذ کرتے تھے تو فوراً تمام قلمرو میں اُس کی تنفیذ و تائید میں روایات برآمد درآمد ہونے لگتی تھیں۔ چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جو یہاں بیان دے رہے ہیں وہ پورا پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اُس میں وہ پوری پالیسی اور منشور مذکور ہے جس کی روشنی میں اور جس کے سہارے شریعت سازی جاری رہی۔ اور چاروں خانہ احادیث و روایات سے مطابقت کی منزلیں طے کیں۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے اور سادہ مزاج لوگوں سے کہا بھی یہی جاتا ہے کہ حضرت عمر کی ہر بات قرآن و حدیث کے ماتحت رہی ہے۔ اور یہ دنیا کا سب سے بڑا مغالطہ اور فریب ہے۔ آیئے شاہ صاحب سے کچھ سماعت فرمائیں:

لا تعداد مسائل حضرت عمر کے رحم و کرم پر: بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ احادیث میں اُن کا حکم ایک دوسرے سے مختلف نکلتا ہے۔ (نہ ہوگا تو یہ ایک ترکیب بتادی۔ابوعبداللہ) اور حضرت فاروقؓ نے ایک تطبیق کی صورت نکال دی۔ اور سب مجتہدین اُس تطبیق کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ 1: عمرہ کے ساتھ فسخِ حج (یعنی متعہ الحج۔ابوعبداللہ) کے مسئلہ میں اور 2: وضو میں پاؤں دھونے کا مسئلہ اور 3: عورتوں سے متعہ کا مسئلہ اور 4: بیع صَرف کا۔ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اس باب میں کوئی حدیث نہیں پائی گئی۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 مترجمہ صفحہ 306-305)

یہاں ٹھہر جایئے اور ایک ایسا حتمی اور آخری فیصلہ کر لیجئے کہ ایک بہت بڑا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ یعنی شاہ صاحب کی سند سے یہ طے کر لیجئے کہ جہاں جہاں اور جن جن مسائل میں حضرت عمر نے دخل دیا، یا ترمیم و تنسیخ کی اُن تمام مسائل میں رسولؐ اللہ کی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی۔ اور دوسرے نمبر پر یہ کہ اگر کہیں حدیث موجود ہے تو وہ ایسی حدیث یا احادیث ہیں جن سے کئی کئی مختلف حکم نکالے جاسکتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں مان لینے سے حضرت عمر کا دامن اُس اعتراض سے پاک ہو جاتا ہے کہ اُنہوں نے شریعت اسلامی یا شریعت رسولؐ کے خلاف احکام جاری کئے مگر رسولؐ اللہ کے متعلق یہ تصور بھی ساتھ ہی ساتھ قائم ہو جاتا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ اپنی احادیث ایسی غیر واضح زبان میں بیان کیں کہ اُن سے مختلف و متضاد احکام نکلتے ہیں۔ اور حضرت عمر اس سے پہلے قرآن کریم کے متعلق بھی یہ فرما چکے ہیں کہ ایک آیت سے بیک وقت ماں اور بیٹی سے جنسی تعلق جائز ہے اور ایک آیت سے ایسا تعلق حرام ہے۔ اسی لئے حضرت عمر اس قسم کے متخالف و متضاد احکامِ قرآن کی پابندی سے الگ اور دُور رہتے ہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں اور جن جن مسائل میں حضرت عمر قرآن کے خلاف جاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں وہاں تمام متعلقہ آیات میں سے اُسی طرح مختلف و متضاد احکام نکلتے ہیں۔ جسطرح احادیث کے متعلق طے ہوا تھا۔ لیکن اب اللہ کی اپنی پوزیشن بالکل رسولؐ اللہ کی طرح ہو جاتی ہے۔ یعنی جس طرح احادیث میں رسولؐ کی زبان مبہم و گنجلک تھی۔ اُسی طرح اللہ کے کلام میں متخالف و متضاد مفاہیم کی گنجائش ماننا لازم ہے۔ یعنی حضرت عمر نے کلام اللہ اور کلام رسولؐ دونوں کے نقائص کو دُور کر کے ایک بے داغ و بے عیب شریعت مسلمانوں کو عطا کی ہے۔ لہٰذا اللہ و رسولؐ اور اُمت پر حضرت عمر کا احسان عظیم ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

بہر حال وضو میں پاؤں دھونے پر جتنی احادیث صحاح ستہ میں لکھی ہوئی ہیں وہ سب حضرت عمر اور جناب شاہ ولی اللہ کی سند کے ساتھ باطل ہیں۔ اور وضو میں پاؤں دھونا، اور موزوں پر مسح کرنا حضرت عمر کی شریعت ہے۔

مسئلہ نمبر 26۔ حضرت عمر اور ان کے اسٹاف کا متفقہ فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے

ہمارے قارئین کی کثرت اجتہاد اور قوانینِ اجتہاد سے واقف نہیں ہے۔ اس لئے یہاں پہلے ہمارے دو تین جملے نوٹ

فرمالیں تاکہ آنے والا مسئلہ ٹھیک سے ذہن میں بیٹھ سکے۔شیعہ سُنی دونوں قسم کے مجتہدین حضرت عمر کے قائم کردہ نظام اجتہاد کے ماتحت رفتار کرتے تھے۔اس لئے دونوں کے یہاں یہ کہا گیا ہے کہ جو حکم قرآن سے یا حدیث سے الگ الگ یا دونوں سے ثابت ہوجائے وہ پوری امت پر واجب التعمیل ہے۔اس اصول میں ہم اور ہمارے تمام محدثین یا اخبارئین بھی متفق ہیں۔لیکن مجتہدین دو قدم آگے رہتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ جو حکم عقل سے ثابت ہوجائے وہ بھی قرآن وحدیث کے ہم پلہ اور واجب التعمیل ہے اور جس حکم یا جس بات پر اجماع ہوجائے وہ حکم بھی قرآن اور حدیث کے حکم کا ہمسرو ہم پلہ ہے۔اور اس کا ماننا بھی ساری امت پر واجب ہے۔اور ان چاروں میں سے کسی ایک کا منکر کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ان چاروں کو یہ حضرات دلائل اربعہ فرماتے ہیں۔اور آپ اسلامی قوانین کے مطالعہ میں جگہ جگہ 1: کتاب و2: سنت 3: دلیل عقلی اور 4: اجماع یا مجمع علیہ کا رعب دار استعمال دیکھیں گے۔اب آپ حضرت شاہ ولی اللہ سے اجماع کے متعلق ایک بیان سن لیں:

''اصول شریعت میں کی تیسری اصل اجماع ہے۔پھر ایسا اجماع جو کہ ہمارے زمانہ والوں کے تخیل میں ہے۔تمام امت مرحومہ کے ایسے اتفاق کے معنی میں کہ ایک فرد واحد بھی اُس سے جدا نہ ہو۔اور امت کے ہر ایک شخص کی طرف سے اس پر نص ہوجائے خیال محال ہے۔ایسا اجماع کبھی واقع نہیں ہوا جن کو اجماعیات کہتے ہیں۔اُن میں کوئی مسئلہ نہیں مگر اُس میں فی الجملہ ایک اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔(یعنی جہاں جہاں اور جس جس مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ لکھا ہوا ملے اس مسئلہ کو ایسا مسئلہ نہیں سمجھنا چاہئے۔جس میں کسی نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو۔ابو عبداللہ) اجماع کثیر الوقوع حضراتِ حل وعقد (صاحبانِ بست وکشاد) کا اجماع ہے جو شہروں کے مفتی ہیں۔یہ معنی فاروق اعظمؓ کے تصریح کئے ہوئے مسائل میں پائے جاتے ہیں کہ صاحبان حل وعقد نے اُن پر اتفاق کیا ہے۔'' چند مثالوں کے بعد لکھا ہے کہ:

''یہ اجماعیات جو واقع ہوئے ہیں۔حضرت فاروقؓ کے اہتمام اور نصِ فتویٰ کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہوئے ہیں۔جیسا کہ اکسال پر یعنی انزال سے پہلے ذَکر کو باہر نکال لینے پر غسل اور جنازے کی نماز میں چار تکبیر نقل کی ہیں۔فقیر عفی عنہ کے دل میں برسوں سے یہ خیال آتا رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو مُدَوّن کرے۔اور تعجب کرتا رہا ہے علمائے سلف پر کہ انہوں نے اس امر عظیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ خواص وعوام سب اہل اسلام کے لئے آپؓ کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ کی امید ہے'' (ایضاً جلد 3 صفحہ 307-306)

<u>شاہ جی کے بیانات کا ماحصل</u>: سب سے پہلی بات کہ اوّلین ادوار میں <u>جس چیز کو اجماع یا صحابہ کا اجماع کہا جاتا ہے وہ حضرت عمر اور اُن کے مقرر کردہ قاضیوں، مفتیوں، گورنروں اور افسروں کا متفقہ فیصلہ ہوا کرتا تھا</u>۔اُن کے علاوہ تمام صحابہ اور پوری امت کے عوام کا اُس اجماع میں کوئی مقام نہ ہوتا تھا۔سوائے اس کے کہ اُن سب کو اُن اجماعی قوانین اور احکام کی جبراً وقہراً تعمیل

کرنا پڑتی تھی۔ ورنہ دومنٹ میں مسٹر صُبَیغ کی طرح دماغی بدہضمی نکال دی جاتی تھی۔ یہ سبب تھا کہ کسی کونے سے اختلاف کی آواز بلند نہ ہوسکتی تھی۔ دوسری بات جو بہت نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ آج حضرت عمر کا مذہب بحیثیتِ مجموعی اسلام کے کسی فرقہ کے پاس نہیں ہے۔ اور اس کے صرف ایک معنی ہیں یعنی اہلسنت علما اور مجتہدین میں سے بھی کسی نے حضرت عمر کے پورے مذہب کو پسند نہیں کیا۔ اور یہ بہت بڑی شکست ہے حضرت عمر کی اور اُنکے پورے نظامِ حکومت کی۔ تیسری بات اسی دوسری بات سے متعلق ہے۔ اور بہت ہی قابل افسوس ہے۔ وہ یہ کہ لاکھوں علمائے اہلسنت نے حضرت عمر کے مذہب کو مُدَوّن کرنا نقصان دہ سمجھا ورنہ وہ ضرور شاہ صاحب کی طرح اس کی تدوین وتنفیذ وتعمیل کرتے۔ آخری بات یہ کہ نماز جنازہ میں رسولؐ اللہ کے خلاف چار تکبیروں کو جاری کرنا بھی حضرت عمر ہی کے مذہب کی بات ہے۔ اور ہمیں بھی آئندہ بات کرتے ہوئے فاروقی مذہب اور اسلام کا لفظی و معنوی فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور شاہ صاحب کی سند سے آئندہ مذہبِ اسلام اور مذہب فاروق کو الگ الگ بیان کرنا چاہیئے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ شاہ صاحب نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ ''سب اہل اسلام کے لئے آپ کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ لازم یا یقینی ہیں۔'' فوائد عظیمہ کی امید لکھنا بڑی مایوس کن بات ہے۔

مسئلہ نمبر 27۔ دورانِ نماز امام کا وضو کرنا جماعت کو کھڑا چھوڑ جانا

تمام مسلمان متفق ہیں کہ دورانِ نماز افعالِ نماز کے علاوہ تمام افعال نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔ سوائے اُن قدرتی و فطری ضرورتوں کے جن کی اجازت آنحضرتؐ نے دی ہے۔ مثلاً کھانس لینا، منہ گھمائے بغیر تھوک دینا، کھُجا لینا۔ الغرض ہر وہ فعل حرام ہے جس سے نماز کے افعال میں خلل واقع ہو۔ جس طرح لوگوں سے باتیں کرنا نماز کو باطل کرتا ہے۔ اُسی طرح خاموش کھڑا یا بیٹھا رہنا بھی نماز کو باطل کرتا ہے۔ دوران نماز فطری وقہری ضرورت کے لئے اپنے جسم کے اعضا کو کھجا لینا یا چُھو لینا نہ وضو کو توڑتا ہے نہ نماز کو باطل کرتا ہے۔ مگر حضرت عمر کا مذہب ذرا سا مختلف ہے۔ شاہ جی لکھتے ہیں:

''شافعی نے بتایا کہ عمر اور ابن مسعود کے مذہب میں جنابت کی حالت میں تیمّم کرنا منع ہے۔ اور اُن دونوں کے مذاہب میں بوسہ لینے سے اور اعضا مخصوصہ کو چھونے سے وضو باطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے روایت کیا ہے کہ عمر نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر اُن کا ہاتھ اُن کے ذَکر پر جا پڑا تو اُنہوں نے جماعت کو کھڑا رہنے کا اشارہ کیا اور خود نماز چھوڑ کر نکل گئے اور وضو کرنے کے بعد آئے اور باقی ماندہ نماز وہیں سے پڑھا دی جہاں چھوڑ کر گئے تھے۔'' (ایضاً صفحہ 315)

تمام اہل علم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کم از کم حضرت عمر کی نماز باطل ہوگئی۔ نہ وہ رکعت ادا ہوئی جو پہلے پڑھی تھی نہ بعد والی رکعتیں ادا ہوئیں اسلیئے کہ پوری تعداد میں سے ایک رکعت کم کوئی تعداد نماز کی مقرر نہیں ہے۔ مگر لکم دینکم وَلِیَ دین۔

مسئلہ نمبر 28۔ دوران نماز گردن پکڑ کر نمازی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا

ابوبکر معاویہ بن قُرہ ...سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے مجھے دیکھا جب کہ میں دوستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میری گُدی پکڑی اور مجھے سُترہ یعنی ایک آڑ کے قریب لے گئے اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔'' (ایضاً صفحہ 331)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے مذہب میں جب نمازیوں کو کھڑا چھوڑ کر وضو کرنے کے لئے وضو کی جگہ تک جانا، وضو کرنا، وضو کے بعد واپس تمام صفوں سے آگے محراب مسجد تک آنا اور بلا دوسری نیت کے نماز پڑھ لینا نماز کو باطل نہیں کرتا تو اُس غریب نمازی کی نماز کیوں باطل ہوگی جسے گردن دبوچ کر زبردستی گھسیٹ کر دوسری جگہ لایا گیا ہو؟

مسئلہ نمبر 29۔ حضرت عمر کے مذہب میں نماز کی ابتدا کا طریقہ ملاحظہ ہو

ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر سے سُنا اُنہوں نے نماز شروع کی اور تکبیر کہی پھر کہا:

سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمۡدِكَ وَتَبَارَكَ اسۡمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيۡرُكَ ۔ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔یااللہ، اور آپ کی تعریف، اور آپ کا نام بڑی برکت والا ہے اور آپ کی عظمت بہت بلند ہے اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر آپ نے اعوذ پڑھی۔'' (ایضا صفحہ 334-333)

قارئین کرام اِن مسائل کو پڑھتے وقت یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شاہ صاحب حضرت عمر کے مذہب کی تدوین کررہے ہیں اور جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ حضرت فاروق اعظم کا اصلاح شدہ مذہب ہے۔تمام مسلمانوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ہر ایسا کام کرنے سے پہلے اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم مِنَ الشیطٰن الرجیم پڑھتے ہیں۔جس میں وہ شیطان سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔

(اعراف 7/200، حم سجدہ 41/36)۔اور قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ پڑھنے کا حکم اللہ نے قرآن میں دیا ہے کہ:

فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ○ (نحل 16/98)

''جب آپ قرآن پڑھو تو شیطان کے مقابلہ میں اللہ کی پناہ طلب کرلیا کرو۔''

چونکہ حضرت عمر اعوذ بعد میں پڑھتے تھے۔لہٰذا سبحٰنك اللّٰھم وغیرہ قرآن سے باہر کی انسان ساختہ دعا ہے کلام اللہ نہیں ہے اور کلام اللہ یا کلام معصومؑ کے علاوہ کسی آدمی کا اتنا طویل کلام نماز کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔لہٰذا سبحٰنك اللّٰھم پڑھنا بھی بُری بات ہے اور یہ ماننا اُس سے بھی بُری بات ہے کہ حضرت عمر کو مندرجہ بالا آیات اور اللہ کا حکم معلوم نہ تھا۔

مسئلہ نمبر 30۔ حضرت عمر کے مذہب میں نماز کے اندر بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نہیں ہوتی تھی

''انس بن مالک نے کہا کہ نماز کو کھڑا ہوا میں پیچھے ابوبکر اور عمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے۔جب نماز شروع کرتے تو کوئی اُن

میں سے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم نہ پڑھتا۔‘‘(موطا امام مالک مترجمہ وحیدالزمان۔نور محمد چھاپ صفحہ 83)

جیسا کہ عرض کیا گیا اور وہ انتظام ثابت کر دیا گیا کہ حضرت عمر کی ہر ترمیم و تنسیخ اور اضافہ کو فوراً روایات کی چاشنی اور سہارا دیا جایا کرتا تھا۔لہٰذا بسم اللہ نہ پڑھنے میں آنحضرتؐ کو بھی ابوبکر وعمر وعثمان کے ساتھ نتھی کرنے کے لئے ایک روایت قتادہ کی زبانی انس سے گھڑ دی گئی۔جس میں مذکورہ تینوں حضرات کے ساتھ رسولؐ اللہ کو بھی نماز میں بسم اللہ نہ پڑھنے والوں میں بیان کرا دیا۔لیکن علامہ نووی نے قتادہ کو بڑی مضبوط دلیل سے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے نا قابل اعتماد قرار دے دیا ہے۔

(صحیح مسلم مع نووی جلد اوّل صفحہ 172) اور یہ لکھا ہے کہ:۔

مذهب الشافعیؒ و طوائف من السلف والخلف اِنَّ الْبِسملة آية مِنَ الفاتحة وانّه يجهر بِها حيث يجهر بالفاتحة واعتمد اصحابنا وَ مَنْ قال بانّها آية من الفاتحة انّها كتبت فی المصحف بخط المصحف و كان هذا باتفاق الصحابة اجماعهم عَلٰی اَنْ لا يثبتوا فيه بخط القرآن غير القرآن واجمع بعد هم المسلمون كلهم فی كل الاعصار اِلٰی يومنا واجمعوا انّها ليست فی اول براء ة وانّها لا تكتب فيها و هذا يؤكد ما قلناهُ۔

(صحیح مسلم مع شرح نووی نور محمد چھاپ کتاب الصلوٰۃ باب حجة من قال لايجهر بالبسملة جلد اوّل صفحہ 172)

امام شافعی اور اُن سے پہلے اور بعد کے تمام گروہ اس بات پر متفق رہے ہیں کہ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم سورہ فاتحہ (الحمد) کی ایک مستقل آیت ہے۔اور یہ کہ جب بھی سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے تو بسم اللہ بھی پڑھی جاتی ہے۔اور ہمارے صحابہ نے ،اور جنہوں نے بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی آیت کہا ہے۔اس پر اعتماد کیا ہے کہ بسم اللہ خود قرآن میں قرآن کے ساتھ ساتھ لکھی گئی تھی۔اور یہ صحابہ کے اتفاق اور اجماع کے ساتھ ثابت ہے کہ قرآن میں کچھ بھی غیر قرآن نہیں لکھا گیا ہے۔اور صحابہ کے بعد آج تک تمام اہل اسلام ہر زمانہ میں اِس پر متفق رہتے چلے آئے ہیں۔اور سب ہی کا اس پر بھی اتفاق ہے۔کہ بسم اللہ صرف سورہ براءۃ (توبہ) کے ساتھ شامل نہیں ہے۔اور نہ اُس کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔اور یہی دلیل ہمارے پورے بیان کو تاکید سے ثابت کرتی ہے۔‘‘(صحیح مسلم صفحہ 172)

قارئین یہ بھی سُن لیں کہ صحیح مسلم کے اُسی صفحہ (صفحہ 172) پر حدیث سے ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ سورہ فاتحہ سے نماز کا افتتاح فرمایا کرتے تھے۔اور یہ بھی کہ حضرت عمر سبحانک اللّٰھم ......الخ سے ہی افتتاح کرتے تھے۔(جلد اوّل صفحہ 172 مسلم)

مسئلہ نمبر 31۔ نماز میں بسم اللہ پڑھنا ثابت کرنے کی کوششیں ناکام ہیں

چونکہ موطاءِ امام مالک میں بسم اللہ نہ پڑھنے کے ثبوت میں الفاظ واضح تھے اس لئے بعد والوں اور خصوصاً شاہ صاحب کو بڑی دقت پیش آئی ہے۔پہلے نمبر پر تو خود رسولؐ اللہ کو ملوث کیا گیا۔لیکن کام نہ چلا تو پھر یہ بحث نکالی کہ پڑھتے تو تھے مگر بلند آواز

سے نہ پڑھتے ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان کا بھی وہی ایمان ہوتا جو علامہ نووی اور امام مسلم نے لکھا ہے کہ بسم اللہ سورہ الحمد کی آیت ہے تو بلند آواز سے نہ پڑھنا اور دل ہی دل میں پڑھنا بے معنی بات ہے یعنی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ:

عَنْ انسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ وَرَاءَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانَ لَا يَقْرَآءُ بسمِ اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم اِذَا افْتَتَحُوا الصَّلٰوۃَ۔ (موطا مترجم وحیدالزمان صفحہ 83)

حضرت ابوبکر وعمر وعثمان تینوں بسم اللہ کو باقی تمام صحابہ اور مسلمانوں کے خلاف سورہ فاتحہ کا جُز نہ سمجھتے تھے۔ ورنہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے۔ بہرحال شاہ صاحب نے ادھر اُدھر کی سرکاری فیکٹری میں بنی ہوئی روایات باری باری لکھیں اور آخر تھک کر ایک بالکل غلط شہرت دادہ روایت کا سہارا لیا اور فرمایا کہ:

''قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک اُن میں سے کافی وشافی ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 335)

یہاں رک کر یہ سن لیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو قرآن کو سات مختلف طریقوں سے لکھ کر اُمت کو دینا چاہئے تھا۔ چونکہ اس طرح قرآن نہ جمع ہوا، نہ نازل ہوا، نہ لکھا گیا، نہ موجود ہے۔ اس لئے یہ روایت صرف اس لئے گھڑی گئی تھی کہ جہاں کوئی بڑا الجھاؤ پیدا ہو جائے وہ اس روایت کو لا کر چند احمقانہ خیالات میں لوگوں کو الجھا کر بڑے الجھاؤ سے جان بچا لے جائیں۔ قارئین نوٹ کریں کہ اس روایت کو نہ صحابہ سمجھے نہ مفسرین ومترجمین سمجھے۔ نہ کوئی ایسا بیان یا تشریح پیش کر سکے کہ کوئی اور شخص سمجھ جاتا۔ (اِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلٰی سَبْعَةِ احرفٍ) یقیناً قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔'' کے متعلق جتنے مُنہ اتنی باتیں ملیں گی اور کوئی بات نہ ایک دوسرے کی تائید کرے گی نہ کسی صاحبِ عقل کی سمجھ میں آئے گی۔ لہٰذا سنئے شاہ صاحب کیا سمجھے اور پھر آپ کیا سمجھتے ہیں؟ ارشاد ہے:

''اور حضرت عمر یہ رائے رکھتے تھے کہ بسم اللہ سے ابتدا کرنا اس بنا پر کہ وہ فاتحہ کا ایک جُز ہے۔ ایک حرفِ (سات حروف میں) صحیح ہے۔ اور بسم اللہ کا ترک کرنا بھی اس بنا پر کہ اُس سے ابتدا کرنا کتابتِ قرآن میں اور خارج صلوٰۃ تلاوتِ قرآن میں صرف مسنون ہی ہے۔ ایک حرفِ (باقی چھ حروف میں سے) صحیح ہے۔ اور اس سے ابتدا کرنا اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ وہ فاتحہ کا جُز نہیں ہے۔ یہ بھی ایک حرفِ (باقی پانچ میں سے) صحیح ہے۔ تو حضرت عمر نے اُن احرف پر مختلف اوقات میں عمل کیا ہے۔''

(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 336-335)

قبل اس کے کہ ہم اس چکر سے شاہ صاحب کو نکالیں ابھی تین چار چکر (حروف) باقی ہیں۔ انہیں پورا کر لیں:

(اوّل) اور بسم اللہ کہہ کر کھیر یا پلاؤ کھانا چونکہ دستور میں شامل تھا۔ اس لئے نماز کے افتتاح میں کھیر سامنے رکھ لینا بھی ایک حرفِ (باقی چار حروف میں سے) صحیح ہے۔

(دوم) اور چونکہ نماز کے دوران کھانے پینے کی اجازت نہیں اس لئے اس کھیر کو بسم اللہ کہہ کر ڈھک دینا۔ اور نماز کے بعد بلا بسم اللہ کھالینا بھی ایک حرفِ (باقی تین حروف میں سے) صحیح ہے۔

(سوم) اور چونکہ حضرت سلیمان نے اپنے خط میں بسم اللہ الرحمٰن... لکھی تھی اور سابقہ شریعتوں کا منسوخ ہو جانا مسلمات میں سے ہے لہٰذا اس جملے کو قرآن اور تمام عبادات سے خارج کر دینا بھی ایک حرفِ (باقی دو حروف میں سے) صحیح ہے۔

(چہارم) چونکہ یہ تمام بکواس چنڈوخانے کے علاوہ کہیں سے سند نہیں رکھتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شاہ صاحب کے ان تصورات کی ہوا بھی نہیں لگی تھی لہٰذا اس سات حرفی گھڑنت کو پھر کبھی کے لئے اٹھا رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

ہمارے قارئین ایمانداری سے بتائیں کہ وہ کیا سمجھے؟ میں تو یہ سمجھا کہ اللہ نے قرآن کو سات حروف پر نازل کر کے شاہ صاحبان کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ جس بات کو چاہیں قرآن کے نام پر سات دفعہ جھوٹ بول سکیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ شاہ صاحب کو بعض عقیدت مندوں نے حکیم الامت کا لقب دیا ہے۔ اور آپ دوسو دعویدارانِ الہام میں سے ایک تھے۔ اور جن باتوں کا آپ کو سر پیر نہ ملے، جن کے ثبوت میں نہ کتاب ہو نہ سنۃ۔ نہ اجماع ہو نہ عقل۔ اُن باتوں کو آپ خاموشی سے الہام سمجھ لیا کریں۔ اس لئے کہ الہام میں بڑی گنجائش ہے۔ بہر حال شاہ صاحب نے یہ بھی مان لیا کہ حضرت عمر نماز میں بسم اللہ نہ پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی قرآن کا ایک صحیح حرف تھا۔ فھُو المقصود۔

مسئلہ نمبر 32۔ جماعت کی نماز میں قرآن کی مخالفت تمام نمازی سورۃ فاتحہ پڑھیں گے

''حضرت عمر سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ (الحمد) پڑھنے کے بارے میں۔ تو انہوں نے کہا کہ فاتحۃ الکتاب پڑھو تو میں نے کہا کہ اگر چہ آپ جماعت کے امام ہوں؟ کہا کہ اگر چہ میں امام ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر چہ آپ جہر (بلند آواز) کے ساتھ پڑھ رہے ہوں؟ کہا کہ اگر چہ میں جہر کر رہا ہوں۔'' (ازالۃ الخفاء مترجم جلد 3 صفحہ 336)

شاہ صاحب بہت پریشان ہوئے ہیں۔ اور دبی زبان سے مان لیا ہے کہ اس حکم پر عمل فساد پیدا کرے گا۔ اور نماز سے خشوع و خضوع رخصت ہو جائے گا۔ یہ حکم جہاں سینکڑوں ایسی احادیث کے خلاف ہے جو اہل سنت ریکارڈ میں مُسلمہ ہیں۔ وہیں یہ حکم قرآن مجید کے قطعی واضح حکم کا مخالف ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o (اعراف 7/204)

''جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ کے ساتھ اُسے سنو اور خاموش رہو۔ شاید تم پر رحم کر دیا جائے۔''

مسئلہ نمبر 33۔ ظہر وعصر کی نمازوں میں بالجہر بلند آوازی سے قرأت کرنا

''شافعیؒ ابو عثمان نهدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب سے ظہر کی نماز میں سنی ہلکی آواز سورۂ قاف کی۔'' شاہ صاحب نے یوں فیصلہ کیا کہ: ''میں کہتا ہوں کہ اس سے شافعی نے یہ احتجاج کیا ہے کہ ظہر وعصر کی نمازوں میں بے آواز نکالے پڑھنا اور باقی اوقات میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 338)

یعنی حضرت عمر کے عمل درآمد سے عبادتوں میں فرض وواجب اور سنت ومستحب وغیرہ کا تعین ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر 34۔ آیاتِ سجدہ والی سورتیں پڑھنا اور سجدہ سے روکنا

''عمر بن الخطاب نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی جب کہ وہ منبر پر تھے۔ پھر نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر دوسرے جمعہ کو آیتِ سجدہ کی قرأت کی تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے حال پر توقف کرو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر فرض نہیں کیا۔ مگر ہم جب چاہیں کریں تو آپ نے قرأت کی اور سجدہ نہ کیا۔ اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا۔ ابوبکر ابو قلابہ سے اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا مفصّل قسم کی سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔''

شاہ صاحب دوسرا مصرعہ فٹ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ گویا وہ نفی کر رہے ہیں اُس کے سنت موکد ہونے کی۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 339)

قارئین سوچیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ وہ تاویلیں کرتے ہیں جن کا حضرت عمر کے بیانات سے ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا ہم اس قسم کے آنوں بہانوں کو سادہ زبان میں اندھی تقلید اور فریب سازی کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 35۔ نماز میں اللہ کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں ہے

''حضرت عمر نے کہا کہ میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو بحرین کے جزیہ کا حساب کیا کرتا ہوں۔... اور عمر نے فرمایا کہ جب میں نماز میں ہوتا ہوں تو لشکروں کے سامان کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 339)

شاہ صاحب نے کوئی ریمارکس دینا پسند نہ کیا ہم بھی اپنے نمازیوں قاریوں کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ بھی اپنی اہم ضروریاتِ زندگی کو نماز کے دوران سوچنے کی عادت ڈالیں، ہمیں اسکی اسلیئے ضرورت نہیں کہ ہمیں اس قسم کے خیالات بیت الخلا میں آیا کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 36۔ رسولؐ اللہ شیعوں کی طرح اور حضرت عمر اُن کے خلاف نماز پڑھتے تھے

(i) رسولؐ اللہ کی نماز: ''ابوبکر اور ترمذی اور شافعی نے علقمہ اور اسود سے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم تکبیر کہا کرتے تھے ہر مرتبہ سجدوں سے سر اُٹھانے میں اور رکھنے میں اور کھڑے ہونے میں اور بیٹھنے میں۔''

(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 340)

(ii) حضرت عمر کی نماز: ''ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر کے ساتھ نماز پڑھی ہے تو اُنھوں نے نماز میں کسی چیز میں بھی ہاتھ نہیں اُٹھائے۔ بجز اُس وقت کے جب نماز شروع کی تھی۔'' (ایضاً صفحہ 340)

یہاں قارئین کے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے درحقیقت یہ کتاب عوام کے لئے نہیں بلکہ علما کے لئے لکھی تھی۔ اس لئے ہمیں اکثر مقامات پر ترجمہ میں عام فہم الفاظ گھسانا پڑتے ہیں۔ یہاں پہلی روایت میں دراصل وہی کچھ کہنا چاہا ہے جو دوسری روایت میں کہا ہے۔ یعنی آنحضرتؐ اپنی نمازوں میں ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کے لئے ہر دفعہ دونوں ہاتھ کاندھوں تک بلند کرتے اور ساتھ ہی اللہ اکبر بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر نے جو طریقہ جاری کیا تھا اُس میں صرف نیت کرنے کے وقت ہاتھ بلند کرنا اور اللہ اکبر کہنا لازم کر دیا تھا۔ جس پر آج مسلمانوں کی کثرت عمل کرتی ہے۔ سوائے اہل حدیث اور شیعوں کے جو رسولؐ اللہ کا مندرجہ بالا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہی طریقہ تھا جسے دیکھ کر عمران بن حصین نے کہا تھا کہ حضرت علیؑ نے ہمیں رسولؐ اللہ کی نماز یاد دلا دی۔ تفصیلات شیعہ نماز کی ذیل میں آئیں گے۔

مسئلہ نمبر 37۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر ٹکانا

ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمر سجدہ میں جاتے وقت اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹکایا کرتے تھے۔''

(ایضاً صفحہ 340-341)

مسئلہ نمبر 38۔ حضرت عمر نے نمازوں میں سے دعائے قنوت خارج کر دی

اس مسئلہ کو جناب شاہ صاحب نے مشکوک کرنے اور حضرت عمر کو محفوظ کرنے کے لئے روایات کو گڈ مڈ کر کے یہ دکھانا چاہا ہے کہ دعائے قنوت ایک ہنگامی چیز تھی۔ اِس لئے اُسے کبھی کبھی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ مگر سلسلہ بیان میں غریب شاہ جی نے ایسی روایات بھی لکھ دیں کہ جن سے اُن کا سارا کرتب مصنوعی بن کر رہ گیا ہے۔ آیئے ہم دکھائیں:

(1) رسولؐ اللہ کے زمانہ میں ابوبکر وعمر سب نے قنوت پڑھا: ''شافعیؒ حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ وعمرؓ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ نماز فجر میں بعد رکوع کے۔'' (ایضاً صفحہ 341)

چونکہ صدیوں سے قنوت پڑھنا بند ہے اس لئے ہمارے عوام اہلسنت اس لفظ سے بھی واقف نہیں لہٰذا ضروری ہے کہ قنوت سے تعارف ہو جائے۔ اس لفظ کے قدیم وجدید معنی یہ ہیں کہ انسان عملاً اپنی عاجزی وکمزوری اور احتیاج کا اظہار کرے۔

اللہ نے قرآن میں طرح طرح سے قنوت کرنے والوں کی مدح وثنا کی ہے (احزاب 33/35)۔اور خاص طور پر نمازوں میں قنوت کا حکم عام نازل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ والصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ o فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوْا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o (بقرہ 239-2/238) ''تم تمام نمازوں کی اور درمیانی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے لئے قنوت (عاجزانہ وطالبانہ استفادہ) کرنے والے بن کر کھڑے ہوا کرو۔ چنانچہ اگر تمہیں نماز وقنوت کو باقاعدگی دینے میں کوئی خطرہ پیش ہو تو چلتے پھرتے یا سواری کے دوران نماز وقنوت ادا کرلیا کرو۔اور جب تمہیں حالت اَمن حاصل ہو تو پھر اللہ کا ذکر نماز وقنوت اُس انداز سے کیا کرو جو تمہیں معلوم نہ تھا اور تمہیں سکھا دیا گیا ہے۔''

(2) <u>نماز میں قنوت کی عملی صورت</u>: آنحضرؐت نے سکھایا اور کر کے دکھایا کہ نماز کو تمام انسانی ضروریات واحتیاجات میں مددگار اور سہارا بنانے کے لئے نماز کے دوران مختلف حالتوں میں اللہ سے کیا کیا دعائیں اور التجائیں کرنا چاہئیں؟ تا کہ مسلمان عہد رسوؐل کی طرح ہمہ قسمی رکاوٹوں کو راستے سے ہٹاتے اور بے روک ترقی کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے بلند کر کے اللہ سے تمام اُمت کے لئے اور اپنے لئے ضروری سامان اور وسائل طلب کرنا دعائے قنوت کہلاتا ہے۔قنوت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے ہیں اور یوں نماز کے باقی اعمال کو پورا کرتے ہیں۔ یہ تھا وہ قنوت جسے پہلے یہ کہہ کر محدود کیا کہ دعائے قنوت صرف خطرناک زمانہ کے لئے تھا۔روزانہ کا معمول نہ تھا۔پھر چونکہ تمام اقوام کو غلام بنا کر چھوڑ دیا لہٰذا خطرات وحادثات عارضی طور پر رک گئے تو قنوت کو بالکل نماز سے خارج کر دیا۔اور یہ انتظام کہ اگر کوئی قنوت کو نماز میں داخل کرے یا قنوت کا ذکر نکالے تو اُسے ایک بدعتی اور دین میں نئی ایجاد کرنے والا فتنہ انگیز شخص سمجھا جائے۔لہٰذا شاہ صاحب کے انتخاب میں سے ایک بڑے مزے کی روایت سنئے:

(3) <u>قنوت ایک نئی چیز ہے بڑے بوڑھوں بزرگوں کا قول</u>: ''ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔کیا آپ نے اُن میں سے کسی کو قنوت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ بیٹا یہ نئی بات (بدعت) ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد سوم صفحہ 341)

یہ ہے قوت واقتدار وحکومت ودولتِ فاروقی کا معجزانہ انتظام کہ اس چھوٹی سی کتاب ازالۃ الخفاء میں بھی اس بیان کے آگے اور پیچھے کئی ایک روایات میں حضرت عمر وغیرہ لوگوں کا قنوت پڑھنا لکھا ہے۔قنوت عہد رسولؐ میں برابر پڑھا جاتا رہا۔ قنوت کا حکم قرآن میں نازل ہوا اور آج تک موجود ہے۔اس کے باوجود فاروقی انتظام، فاروقی ذہنیت اور فاروقی مذہب اُسے دین میں، نماز میں ایک نئی بات ہونے کا بندوبست کر رہا ہے۔اور خود ایک صحابی کے نام سے یہ کذب صریح لکھا جا رہا ہے۔لیکن

اللہ نے اس انتظام کو اُسی طرح شکست وریخت کے حوالے کر دیا جس طرح قرآن کو غائب کر لینے کے انتظام کو خود منتظمین کے ہاتھوں تباہ کیا تھا۔قارئین سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ قرآن تیئیس سال تک وقفوں وقفوں کے ساتھ سنایا جاتا رہا۔جبرائیل کا آنا جانا مشہور ہوتا رہا۔رسولؐ اللہ پر (معاذ اللہ) غشی کے آثار ہویدا ہوتے رہے۔یہاں تک کہ لوگ خود کہنے لگتے تھے کہ اب وحی نازل ہونے والی ہے۔لوگ قرآن کو لکھتے رہے۔اَن پڑھ صحابہ حفظ یاد کرتے رہے۔رسولؐ اللہ کے لئے مرکزی قرآن مرتب ہوتا رہا۔سچے اور جھوٹے کاتبوں کی فہرست بنتی رہی۔لیکن اس تیئیس سالہ تاریخ کو یہ کہہ کر ختم کرنا چاہا کہ:

''میں وہ کام کیسے کرسکتا ہوں جو رسولؐ اللہ نے نہیں کیا تھا؟'' (ہر چھوٹی بڑی تاریخ گواہ ہے)۔مطلب واضح ہے کہ رسولؐ اللہ نے ہرگز قرآن جمع نہ کیا تھا۔یہ ایک بدعت ہوگی۔رسوؐل کی سنت کے خلاف عمل ہوگا۔(اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ رٰجعون)

یہ ہیں وہ قدم جن سے چلتا ہوا، پینترے کاٹتا ہوا نظام فاروقی مذہب حضرتِ عمر کی صورت میں آگے بڑھا اور قرآن و رسوؐل کا مذہبِ اسلام نظام مرتضوؑی کی صورت میں ساتھ ساتھ دبے پاؤں چلتا رہا۔الغرض جس طرح قرآن کو مجبوراً شائع کر کے گھر گھر پہنچانا پڑا۔اُسی طرح نماز سے قنوت کو کلیتاً خارج نہ کیا جاسکا۔

یہاں قارئین سوچیں کہ کیا ایسی حکومت یہ گوارا کرسکتی تھی کہ کلمہ، اذان اور نماز میں علیؑ کو ولی اللہ اور حجۃؑ اللہ پکارا جاسکے؟ کیا وہ خطبہ غدیر کو یاد دلانے والا جملہ، **حی علٰی خیر العمل** اذان میں باقی چھوڑ کر تباہی سے بچ سکتی تھی۔تباہ تو اُسے ہونا تھا اور ہوگئی تھی۔لیکن ذکرِ حکومتِ علویہ کو کلمہ، اذان اور نماز سے نکال کر اُسے ذرا عمرِ طویل مل گئی تھی۔اور جب اللہ نے حقائق کو واضح کرنے کے لئے شیطان کو قیامت بوس عمرِ طویل دینے میں تکلف نہ کیا تو نظام مرتضوؑی بھی اگر دو ہزار سال کی مہلت دے دے تو یہ **سنۃ اللّٰہ** پر عمل ہے۔انشاء اللہ دو ہزار سال سے پہلے پہلے عمر شیطان اور عمر باطل ختم ہوجائے گی۔حق کو ڈنڈے سے نہیں صبر و دلیل سے نافذ کیا جاتا ہے۔لہٰذا جبر واستبداد کے خلاف ساری دنیا، ساری حکومتیں نبرد آزما ہیں۔انسان کو آزادیٔ تقریر وتحریر ملتے ہی یہ باطل مذہب فنا ہوجائے گا۔

(4) <u>نماز میں بار بار اور ہر بار اللہ اکبر کہنا اور ہاتھ بلند کرنا کیوں؟</u> اللہ اکبر کے معنی ہیں؛ اللہ کا ہر اُس چیز سے بھی بڑا ہونا جو ہمارے تصور میں بڑی سے بڑی دکھائی دے۔آپ ذبح کی نیت کے بعد، غسل کی نیت کے بعد، نماز کی نیت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اُس نیت کی پختگی اور اُس پر کاربند رہنے کا اعلان اللہ کی بزرگی سے کرتے ہیں۔اور جب تک وہ کام نہ ہوجائے اُسی میں مشغول رہتے ہیں۔بالکل اُسی طرح نماز کی مختلف حالتوں میں جانے اور اُس حالت میں مقررہ دعا یا تسبیح یا اعلان کرنے کے ارادہ یا نیت کو ہر دفعہ اللہ کی بزرگی (اللہ اکبر) سے محکم کرتے ہیں۔تاکہ نماز کا ہر مرحلہ قوتِ ارادی سے عمل میں آئے اور بطورِ عادت، اضطرار کے طور پر (Automation) سرزد نہ ہو۔ہمارے دونوں ہاتھ ہمارے اقدامات واعمال کو سرانجام دیتے ہیں۔اُن کا نہ ہونا،

بندھا ہوا ہونا اور اُنہیں خالی ہوا میں بلند کرنا(Handsup) ہماری بےبسی و بےکسی اور عاجزی کا ثبوت ہوتا ہے۔لہٰذا اطاعت کی تصدیق اور رہوا خواہ ہونے کی شناخت سلام کے مختلف طریقوں میں ہاتھوں کی پوزیشن سے ہوتی تھی۔اللہ اکبر کے ساتھ ہی ہم یہ دکھا دیتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں اگر یہ کائنات ہوتی تو ہم یوں خود کو اللہ کے سپرد نہ کرتے۔ہم عاجز ہیں، کمزور ہیں، ضرورتمند ہیں، اللہ اکبر ہے۔اُس سے ہی قوت وقدرت وقیام کے طالب ہیں۔لیکن جولوگ کسی اللہ کے قائل نہیں، جو مذہب کو تسخیر انسانی اورحکومت کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ دعاؤں وغیرہ کو ڈھکوسلا سمجھتے ہیں۔وہ لوگ اپنے زمانہ کے دانشور ہوتے ہیں، لکیر کے فقیر نہیں ہوتے۔چونکہ دل میں نہ مذہب ہوتا ہے نہ اللہ ورسولؐ سے کوئی عقیدت ہوتی ہے۔اس لئے وہ مجبوراً مذہبی پوزیشن کو قبول کرتے ہیں۔اس لئے کہ اس کے بغیر قلوبِ انسانی پر قابو حاصل کرنے کا کوئی دوسرا نزدیکی اور سہل الحصول (Short Cut) طریقہ نہیں۔لہٰذا وہ مذہب کی بتائی ہوئی ہر بات کو من وعَن قبول نہیں کرتے۔ بلکہ اُسے زیادہ سے زیادہ مفید بنا کر پیش کرتے ہیں۔وہ وحی اور حدیث میں یقین ہی نہیں رکھتے۔لہٰذا قرآن کے الفاظ ہوں یا رسولؐ اللہ کے ہوں وہ لفظوں کو کوئی مقام نہیں دیتے۔اور ہر آیت وہر حدیث کو اپنے مقاصد کی عینک سے دیکھتے ہیں۔اُن کی خامیاں دور کر کے اپنے مقصد پر فٹ کرتے ہیں۔فٹ کرنے کے قواعد بناتے ہیں۔وہ سات حرفوں والی بات ہر چیز کو سات مختلف طریقوں سے فٹ کرنے ہی کا ایک قاعدہ ہے۔اُن کے قاعدے؟ ایلوپیتھی طریق علاج کی طرح؛ فوری تدارک کو سامنے رکھتے ہیں۔اس لئے عوام کو پسند ہوتے ہیں۔اوراُن قواعد پر جب مذہبی لیبل اور رنگ چڑھ جائے تو لوگوں کو مقصد کی طرف سرپٹ دوڑنے میں مدد دیتے ہیں۔لہٰذا مذہبی قواعد یعنی آیات و احادیث اپنی اصلی صورت میں پس ماندہ اور دقیانوسی معلوم ہونے لگتی ہیں۔یوں نظام اجتہاد ایک عارضی مدت تک غالب آجاتا ہے۔لیکن نظام رسالت وامامتؑ اپنے فطری استقلال وحقانیت سے اُس نظام کو کائناتی وآفاقی سطح پر شکست دیا کرتا ہے۔اس لئے کہ کائنات وقدرت باطل کا ساتھ نہیں دیتی۔قدرت وفطرت کی اس زد سے بچنے کے لئے نظام اجتہاد تازہ بتازہ اجتہاد کے ذریعہ فطرت سے ہم آہنگی کی کوشش میں الجھ جاتا ہے۔اور یہ کوشش اُسے سابقہ اجتہادی احکام سے اختلاف کی طرف لے جاتی ہے۔اور آخر اختلافات کے ڈھیر میں بدبو وتعفن پیدا ہو جاتا ہے۔اور یوں اجتہاد کے چہرہ سے نقاب کھسکتی چلی جاتی ہے۔آخر ایک دن جناب مجتہد بالکل مشخص ہو جاتے ہیں۔پھر لیبل اور نام کے پردے کام نہیں دیتے ہیں۔اور آخر مجتہدین خود محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہم ہر قدم پر جھوٹ بولتے اُکتا کر سچی بات بھی کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔چنانچہ جہاں یہ کہا کہ قنوت دین میں ایک نئی ایجاد و بدعت ہے۔وہیں شاہ صاحب کو یہ بھی لکھنا پڑا کہ:

(5) <u>حضرت عمر شیعوں والا قنوت خود بھی پڑھتے تھے دوسروں کو بھی پڑھاتے تھے:</u> یہاں یہ بات نوٹ کرلیں کہ حقیقتاً قنوت پڑھنے کا مقام دوسری اور آخری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے۔بعد کو نہیں۔روایت سُنئے:۔

''ابوبکر زید بن وھب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے قنوت پڑھی ہے۔صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے۔اور ''ابوبکر ابوعثمان نھدی اور عبید بن عمیر سے اسی روایت کے مطابق روایت کرتے ہیں۔''(ایضاً صفحہ 342-341)

(6) شاہ صاحب آخر کیا کریں؟ قران کے تین صحیح حروف: مسلسل فرمایا کہ:

''میں کہتا ہوں کہ ضبط رُوات اور اُن کی کثرت کے اعتبار سے قوم ترجیح میں جا پڑی اور مختلف الرائے ہوگئی۔''(صفحہ 242)

یعنی قوم نے قرآن اور صاحبانِ قرآن سے ہجرت کرکے (یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا o فرقان 25/30) اپنی فیکٹری میں موقعہ بموقعہ جو روایات تیار کرنا شروع کی تھیں اُن میں اتنی مختلف ومتضاد اور احمقانہ روایات کا انبار لگ گیا کہ شاہ صاحب کو منکرِ قنوت اور مومنِ قنوت اور منافق تینوں کو حق پر ماننا پڑا۔ سُنئے فیصلہ یہ ہے کہ:

(1) ''جس نے کبھی قنوت پڑھا اور کبھی چھوڑا تو اس نے ٹھیک کیا۔''(ایک حرف صحیح)

(2) ''اور جس نے ہمیشہ قنوت پڑھا اور اس بات پر نظر کی کہ تشویشناک امور تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہتے ہیں۔اس نے بھی ٹھیک کیا۔''(دوسرا حرف صحیح)

(3) ''اور جس نے کبھی نہ پڑھا اس نے بھی ٹھیک کیا۔''(تیسرا حرف صحیح)(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 342)

یہ ہے مجتہدانہ نظامِ اجتہاد جہاں 1 لعنت کرنے والا بھی صحابی اور حق بجانب 2:اور جس پر لعنت کی گئی وہ بھی صحابی اور حق بجانب 3:جس نے اُن میں سے ایک کی طرفداری اور دوسرے سے دشمنوں ایسا سلوک کیا وہ بھی صحابی اور حق بجانب 4:اور جو دونوں سے بیزار رہا وہ بھی صحابی اور حق بجانب 5:جو دونوں کا دوست رہا وہ بھی صحابی اور حق بجانب۔

اسی لئے شاہ صاحب کے یہاں قاتل بھی جنتی اور رضی اللہ عنہ اور مقتول بھی جنتی اور رضی اللہ عنہ اور قاتل کے طرفدار اور قتل میں شرکت کرنے والے بھی جنتی اور رضی اللہ عنہم۔پھر مقتول کے طرفدار اور طرفداری میں مقتول ہونے والے بھی جنتی اور رضی اللہ عنہم۔اور قاتل ومقتول سے الگ رہنے والے اور دونوں کو فتنہ قرار دینے والے بھی جنتی اور رضی اللہ عنہم۔بتایئے ایسا مذہب اس موڈرن زمانہ میں سوائے کثرتِ رائے کی طاقت کے کیسے اور کب تک چل سکتا ہے؟

یہ خطرہ ہے آج مجتہدین کو اور اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ جو اُن کی کھوپڑی سے اور اُن کی طرح نہیں سوچتا اسے اسلام سے خارج کر دیا جائے اور قانون بنا دیا جائے کہ کوئی پاگلوں کو پاگل کہے تو اس عقلمند کو پاگل خانے یا جیل خانہ یا قبرستان میں پہنچا دیا جائے۔ میں یقیناً ایسا اقدام کرنے والوں کا مُنہ دیکھنا چاہتا ہوں۔اس لئے اُن سے یہ دریافت کرنے کی جسارت واجب سمجھتا ہوں کہ دین آپ نے اور آپ کے بزرگوں نے بگاڑا ہے؟ یا میں نے اور میرے راہنماؤں نے بگاڑا ہے؟؟

مسئلہ نمبر 39: نماز میں تشہد اور تشہد میں فاروقی تعلیم

(1) تشہد کے بغیر نماز نہیں ہوتی: ''ابو بکر اور محمد بن الحسن حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ۔'' (ایضاً صفحہ 342)

یہی ہمارا عقیدہ ہے۔لیکن شیعہ وسُنی دونوں کے مجتہدین اس پر متفق نہیں ہیں۔دونوں گروہوں میں تشہد کو سُنت ماننے والے بھی ہیں۔اور بالکل فضول کہنے والے بھی ہیں۔یہ بھی کہا ہے کہ آخری سجدہ سے سر اُٹھاتے ہی اگر ہوا نکل جائے تو نماز مکمل ہو گئی۔

(2) حضرت عمر کا جاری کردہ تشہد نوٹ کرلیں: ''مالک اور شافعیؒ عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے عمر بن الخطاب سے سنا جب وہ منبر پر تھے۔اور لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے کہ کہو:

''اَلتَّحیات للّٰه الزاکیات للّٰه الطیبات الصَّلَوات لِلّٰه، السلام علیك اَیُّها النبیُّ ورحمة اللّٰه و برکاتهٗ ؛

السلام علینا وعَلٰی عبا د اللّٰه الصّالحین؛ اَشْهد اَنْ لا اله اَلّا اللّٰه و اَشهدُ اَنَّ محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ۔''

بغوی کے الفاظ ہیں۔ الطیبات لِلّٰه والصلوات لِلّٰه ۔شافعی نے کہا کہ یہ تشہد جو میرے پاس ہے مجھے بچپن کے زمانہ میں اُس نے سکھایا جو علم میں ہمارے فقہاء سے سبقت لئے ہوئے تھا۔پھر ہم نے اِس کو اُس کی سند کے ساتھ سُنا۔اور جو تشہد اِس کے خلاف ہے اُس کو بھی سُنا تو ہم نے ایسی اسناد نہیں سُنیں جو ہمارے نزدیک اُس کی اسناد سے زیادہ مضبوط ہوں۔اور یہ اُن کا یعنی شافعی مذہب ہے۔جو پہلے تھا۔پھر بعد کے دور میں شافعی نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کی حدیث میں سے ہم تک ایسی حدیث پہنچی جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت سمجھتے ہیں۔تو ہم نے اُس (دوسرے تشہد) کی طرف رجوع کرلیا۔''

(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 343-342)

(3) حضرت عمر کے سکھائے ہوئے تشہد پر ایک توضیحی نظر

(i) سب سے پہلے یہ نوٹ کرنا چاہیے کہ حضرت عمر جب اپنی دینی بصیرت سے کچھ بیان کرتے ہیں تو **قال الرسولؐ** نہیں کہتے۔ بلکہ خالص اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم نافذ کرتے ہیں۔ورنہ دوسرے صحابہ کی طرح وہ بھی رسولؐ کی زبانی بطور حدیث بیان دیا کرتے۔لہٰذا مندرجہ بالا تشہد خالص فاروقی تعلیم ہے۔

(ii) پھر یہ نوٹ کریں کہ تشہد آپ مدینہ میں مسجد رسولؐ میں لوگوں کو سکھا رہے ہیں۔اور معدودے چند بچوں کے اور سب لوگ رسولؐ اللہ کے صحابہ ہیں۔اور صحابہ نماز کے تمام مسائل پر مطلع تھے۔اور بچوں کو بھی وہی نماز اور تشہد سکھاتے چلے آرہے تھے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ایسی صورت میں اُسی پرانے اور معلوم ومشہور شدہ تشہد کو سکھانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جس تشہد کی تعلیم دی گئی وہ آنحضرتؐ والے تشہد میں مفید اصلاح کے بعد جاری کیا گیا تھا۔تاکہ پورے قلمرو

میں ایک ہی متفقہ تشہد جاری ہو جائے۔

(iii) امام شافعی کا حال ملاحظہ ہو کہ فاروقی تشہد کو بالکل معیاری و اسلامی تشہد مانا اپنے استاد کی سند پر ناز کیا۔ اور اُس تشہد کی سند کو مضبوط تر قرار دیا۔ لیکن اس سب کے باوجود مزید تحقیق نے اُس تشہد کو اور متعلقہ اسناد و اعتماد کو باطل قرار دے دیا اور آپ نے فاروقی تشہد کو ترک کر کے حدیث رسولؐ میں بیان شدہ تشہد کو اختیار کر لیا۔ یہاں یہ بھی قدرتی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ جنہوں نے جناب شافعی کی طرح کھلے دل سے تحقیق نہ کی یا حالات نے تحقیق کے مواقع فراہم نہ کئے یا جماعت کا خوف غالب رہا۔ یا کوئی وظیفہ اور تنخواہ متاثر ہونے کا اندیشہ حائل رہا وہ سب حضرت عمر کی تعلیم و تشہد پر عمل کرتے اور بچوں کا سکھاتے مدرسوں میں پڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ شک و شبہ اور تحقیق کا موقعہ ہی نہ رہا۔ اور ماہ و سال و صدیاں و نسلیں گزرتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ پہلے شاہ صاحب کا اور اب ہمارا زمانہ آ گیا۔

(iv) شاہ صاحب نے علامہ بغوی کے تشہد کا جملہ بھی لکھا ہے جو حضرت عمر والے تشہد سے مختلف ہے۔ تیسرے تشہد کا شافعی نے ذکر کیا ہے اور اسے بھی فاروقی تشہد کے خلاف بتایا ہے۔ چوتھا تشہد وہ ہے جسے جناب شافعی نے آخری دور میں اختیار کیا تھا۔ لہٰذا یہ چاروں تشہد تو یہاں ثابت ہو گئے۔ اور شاہ صاحب نے کوئی ایسی دلیل پیش کئے بغیر دوسرا مسئلہ شروع کر دیا جس سے اِن چاروں کا یا ان چاروں میں سے کسی ایک تشہد کا تشہد رسولؐ ہونا قَاطِبَةً سو فیصد ثابت ہو جائے۔ رہ گیا فاروقی تشہد؟ اُس کو تنقید کے بعد شافعی کا چھوڑ دینا کافی ہے۔

(v) فاروقی تشہد کی معنوی پوزیشن اتنی سی ہے کہ کہ حضرت عمر نے یہ سکھایا کہ تم اللہ کے لئے یہ کہا کرو: 1: تمام تحیات اللہ کے لئے ہیں۔ 2: تمام زاکیات اللہ کے لئے ہیں۔ 3: تمام طیبات اللہ کے لئے ہیں۔ 4: تمام صلوات بھی اللہ کے لئے ہیں۔

ان چاروں چیزوں میں سے ایک لفظ زاکیات قرآن نے استعمال نہیں کیا ورنہ باقی تینوں قرآن میں موجود ہیں۔ ہم شاہ صاحب کے مترجم قرآن سے یہاں اُن کے معنی لکھ دیتے ہیں۔

1: تحیات۔ تمام دعائے خیر اللہ کے لئے ہیں۔ (دعا خیر ایشاں؛ پارہ 11، رکوع 6) (یونس 10/10)

2: طیبات۔ تمام پاک چیزیں اللہ کے لئے ہیں (زنانِ پاک؛ پارہ 18، رکوع 9) (نور 24/26)

3: صلوات۔ تمام نمازیں اللہ کے لئے ہیں۔ (پارہ 8، رکوع 7) (انعام 6/162 و 2/238)

4: زاکیات۔ تمام پاک چیزیں اللہ کے لئے ہیں۔ (تمام ڈکشنریاں)

یہ ہے کل کائنات جو حضرت عمر نے اللہ کی حمد و ثنا میں سکھائی ہیں۔ ذرا یہ آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَن یَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o۔ (آل عمران 3/129)

''جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ ہی کے لئے ہے۔ یہ سب کچھ جس کے لئے حفاظت کا سامان بنا دے۔ اور اُسی سے جس کو چاہے عذاب میں مبتلا کردے۔ اور اللہ غفور ورحیم ہے۔''

بتایئے اس آیت کے سامنے حضرت عمر کی تین چیزوں کی کیا حیثیت ہے؟ تین اس لئے کہ شاہ صاحب نے نفس زکیہ کا ترجمہ بھی پاک کیا ہے (پارہ 15، رکوع 22) (کھف 18/74) اور طیبات کا بھی پاک لکھا ہے۔ یعنی ساری کائنات کے مالک کو تین چار چیزوں والا کہنے سے غالباً اللہ کی کھلی توہین ہے۔ پھر التحیات دعائے خیر تو آدمیوں کے لئے کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ قرآن میں بتایا ہے۔ اللہ کیلئے دعائے خیر بھی خالقِ خیر کی توہین ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس ذرا سی بے ہنگم عبارت میں تین دفعہ لِلّٰہِ لاکر فصاحت و بلاغت کا منہ چڑایا ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ امام مالک کے علاوہ کسی اور فقیہ یا محدث نے حضرت عمر والا تشہد اختیار نہیں کیا۔ حد ہوگئی کہ خود حضرت عمر کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی فاروق اعظم کے تشہد کو رد (Reject) کردیا۔ (موطا امام مالک)

(4) __نماز کے خاتمہ پر شیعوں کا طریقہ__: ''ابوبکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر سلام پھیرا کرتے تھے۔ ایک سلام کے ساتھ۔'' (صفحہ 343) یعنی داہنے بائیں گردن گھما کر سلام نہ کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

''میں کہتا ہوں کہ لوگوں نے نماز کے سلام میں اختلاف پیدا کرلیا ہے۔ اور میرے نزدیک راجح یہ بات ہے کہ نماز سے باہر آنا ایک سلام کے ساتھ جائز ہے۔ اس میں کوئی کراہت یا ناگواری نہیں ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 344)

مسئلہ نمبر 40۔ __نماز تراویح اور حافظوں کی رفتار پر رکعتوں کی تقسیم__

(1) __فاروقی عہد کے لوگ خود بدعتیں جاری کرنے میں مختار تھے__: حضرت عمر کی افتادِ طبع اور قانونی عمل سے لوگوں میں جدت پسندی بڑھ رہی تھی۔ حضرت عمر نے اس جدت پسندی کو منظّم کردیا تھا، ارشاد ہے:

''مالک روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف پہنچا۔ دیکھا کہ لوگ جُدا جُدا اِقسموں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کوئی شخص اس طرح نماز پڑھ رہا ہے کہ اُس کے ساتھ ایک جماعت مل کر نماز پڑھ رہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر میں اِن سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور سب لوگوں کو ابی بن کعب کی امامت میں جمع کردیا۔ اُس نے کہا کہ پھر میں دوسری رات آپ کے ہمراہ مسجد میں پہنچا۔ اور سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمر نے کہا یہ بدعت اچھی ہے۔ (نعمة البدعة هذه)'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 349-348)

(2) __نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد مقرر کرنا__: ''شافعی سائب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور

تمیم الداری کوحکم دیا کہ وہ لوگوں کوگیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا کہ لوگ عمرؓ کے زمانہ میں تئیس (23) رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔'' (ایضاً صفحہ 349)

(3) قرآن پڑھنے میں طوفانی رفتار حضرت عمر نے جاری کی تھی: ''ابوبکر نے ابوعثمان سے روایت کی کہ عمر نے رمضان میں قاریوں کوبُلایا۔ پھرحکم دیا کہ جوقاری بہت تیز رفتار سے قرأت کرتے ہیں وہ ہرایک رکعت میں تیس (30) آیات پڑھا کریں اور درمیانی رفتاروالے قاری پچیس (25) آیات فی رکعت پڑھیں اورسُست رفتاروالے قاری بیس (20) آیتیں ہررکعت میں پڑھا کریں۔'' (ایضاً صفحہ 349)

مسئلہ نمبر 41۔ نمازاستسقاء بند ہوگئی

''لوگوں نے کہا اَے امیرالمومنین اگرآپ نمازاستسقآء پڑھ لیتے تواچھا ہوتا توفرمایا میں نے مانگ لیا ہے بارش کوآسمان کی اُن منازل سے جن سے قطراتِ باراں نازل ہوتے ہیں۔ میں (شاہ جی) کہتا ہوں کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے (یعنی رسولؐ اللہ نے نہیں پڑھی) اورشافعی نے کہا کہ عبداللہ بن زیداورابن عباس کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے استسقاء کی نماز پڑھی ہے۔'' (ایضاً صفحہ 348)

مسائل کی دھکا پیل میں یہ نوٹ کرنا نہ بھولیں کہ یہ لوگ احادیث کے موجود ہوتے ہوئے اس طرح احکام اور فیصلے صادر کرتے رہتے ہیں کہ عوام الناس خودبخود یہ سمجھ لیں کہ فلاں مسئلہ میں کوئی حدیث یارسولؐ اللہ کاعمل موجود نہیں تھا۔

مسئلہ نمبر 42۔ اُکڑوں بیٹھ کرنماز پڑھنا

''عباد بن منصور سے روایت ہے کہ عمر نے احتباء کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔'' (صفحہ 353) حاشیہ میں بتایا ہے کہ:۔

''احتباء اس طرح بیٹھنے کوکہتے ہیں کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اوردونوں پاؤں کے تلوے زمین سے ملے ہوئے ہوں۔اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پررکھے ہوئے ہوں۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 حاشیہ صفحہ 353)

مسئلہ نمبر 43۔ ظہر کے وقت سے پہلے بھی ایک چاررکعتی نماز

''ابوبکرعون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر کے ساتھ ظہر سے پہلے چاررکعت پڑھی۔ میں (شاہ جی) کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ نماز صلوٰۃ الزوال ہو (یعنی چہ؟) اورغالب گمان یہی ہوتا ہے۔اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ ظہر کی سنتیں ہوں۔'' (ایضاً صفحہ 352)

سوچئے کہ اندھی عقیدت میں تنکوں سے یوں پُل بنائے جاتے ہیں۔گمان و احتمال وہ بھی بعدِ تیرہ سوسال جنون است و

محال۔ جب تک اپنے اعمال کے متعلق خود حضرت عمر کوئی بیان نہ دیں کسی کو حق نہیں ہے کہ اُن پر تہمت وافترا کرے۔

(1) یہ نماز سنت نہیں تھی بلکہ واجب اور باجماعت تھی: یہ تو کوئی نئی نماز تھی جو باجماعت ہوتی تھی اور ہر گز سنة نماز نہ تھی۔ اس لئے کہ حضرت عمر سنة نمازوں کو دو دو رکعات کر کے پڑھا کرتے تھے۔ دیکھئے شاہ صاحب نے مانا ہے:

''مالک کہتے ہیں کہ اُن کو یہ روایت پہنچی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات کی نماز (نفلیں) اور دن کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں۔ آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا کرتے تھے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد سوم صفحہ 354)

مسئلہ نمبر 44۔ نمازوں کی رکعات پر بھی نظر تھی

''شافعیؒ نے روایت کیا ہے کہ عمرؓ بن الخطاب مسجد میں داخل ہوئے اور اُنہوں نے ایک رکعت نماز پڑھی۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ آپ نے صرف ایک ہی رکعت نماز پڑھی؟ فرمایا کہ یہ صرف نفل تھی۔ اُن کی تعداد میں جس کا دل چاہے کمی وزیادتی کرسکتا ہے۔'' میں (شاہ جی) کہتا ہوں کہ عمر کے اسی قول سے شافعی نے احتجاج کر کے بتایا ہے کہ نوافل کے احکام میں وسعت ہے۔'' (ایضاً صفحہ 353)

مسئلہ نمبر 45۔ نماز کی قرأت میں آزادی کا دیباچہ

''مالک وابوبکر در بارۂ آیت سورہ جمعہ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰه کو عمر نے ''فَامْضُوْا الٰی ذکر اللّٰه'' پڑھا۔ میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں کہ یہ فاسعوا کا مفہوم ہے۔ اس طرح آپ نے اُس کی تفسیر کی ہے۔'' (ایضاً صفحہ 355)

شاہ صاحب بھی کہتے ہیں اور ماشاء اللہ بلا دلیل وہم وگمان واحتمالات وعقیدت وقومی دباؤ کے ماتحت کہتے ہیں۔ اور میں بھی کہتا ہوں کہ آیت کی قرأت کے دوران آیت کے الفاظ کو بدلنا تحریف ہے (قرآن وحدیث) اور یہ حرام فعل ہے۔ تفسیر، آیت کو من و عن پڑھنے کے بعد کی جاتی ہے (تمام علما متفق) اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ فاسعوا کے معنی فامضوا کرنا عربی زبان اور قرآن سے تمسخر ہے۔ (ڈکشنریاں)

مسئلہ نمبر 46۔ نماز جنازہ میں اصلاحات

یہ مسئلہ کافی تفصیل چاہتا ہے اور ہمارے پاس تفصیل کا وقت نہیں ہے۔ صرف اتنا عرض کرنا لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قسم کے مسلمانوں پر مخصوص طریقوں سے نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ جن کو آپ بہت پسند فرماتے تھے اُن کے جنازوں پر کثرت سے دعائیں پڑھتے تھے۔ لہٰذا سات تکبیروں تک نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح منافقوں کے جنازوں میں دعائے مغفرت کو ساقط کر فرماتے تھے۔ چنانچہ چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پڑھتے اس لئے تھے کہ منافقین بددل

ہوکر مسلمانوں میں سے نکل نہ جائیں۔اوراس طرح اُن کی اولاد وازواج و اقربا میں اسلام پھیلنا بند نہ ہو جائے۔ بہر حال احادیث میں آپ کوسات تکبیریں، چھ تکبیریں اور پانچ و چار تکبیریں نماز جنازہ ملیں گی۔حضرت عمر نے حکماً چار تکبیروں والی نماز جنازہ کو باقی رکھا اور باقی نمازوں کو منسوخ کر دیا۔شاہ صاحب سے سنئے:

''ابوحنیفہ حماد سے، وہ ابراہیم سے، کہ لوگ جنازوں کی نمازوں پر پڑھا کرتے تھے پانچ اور چھ اور چار تکبیرات۔ یہاں تک کہ رسولؐ اللہ کی وفات ہوگئی۔ پھر اسکے بعد ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں بھی یوں ہی تکبیرات ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کی وفات ہوگئی۔ پھر خلیفہ ہوئے عمرؓ بن الخطاب تو لوگوں نے اُنکے زمانہ میں بھی اسی طرح (پانچ و چھ و چار تکبیرات پر) عمل کیا۔ جب یہ اختلاف عمر بن الخطاب نے دیکھا (یعنی 12 سال+2 سال 4 ماہ+5 سال=19 سال 4 ماہ تک حضرت عمر نے کوئی نماز جنازہ نہ پڑھی تھی، نہ پڑھائی تھی نہ پڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔قارئین اس غپ کو کسی ٹال والی ترازو میں وزن کرالیں) تو کہا کہ اے گروہِ صحابہ جب تمہارے زمانہ میں یہ اختلاف ہے تو تمہارے بعد والوں میں اور بھی زیادہ اختلاف بڑھے گا۔اور ابھی مسلمانوں کو زمانہ جاہلیت اور شرک سے نکلے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے۔ لہٰذا تم نماز جنازہ کے معاملہ میں ایک طریقے پر متفق ہو جاؤ گے تو تمہارے بعد والے لوگ بھی (بلا تحقیق کئے) تمہارے متفقہ طریقے پر چلیں گے۔ بالآخر اصحاب محمدؐ کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ وہ اُس آخری جنازہ پر نظر کریں جس پر اپنی وفات سے پہلے نبیؐ نے تکبیر پڑھی تھی۔ پھر سب لوگ اُسی کو اختیار کرلیں۔اور اُس کے سوا دوسرے طریقے سے ہٹ جائیں۔تو اُنہوں نے اس آخری جنازہ پر جس پر رسولؐ اللہ نے تکبیر پڑھی چار تکبیریں پائیں (اس مردہ کا نام کیوں پوشیدہ رکھا گیا؟)''(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 359-358)

قارئین یہ سمجھ لیں کہ اس بیان میں حضرت عمر کی پردہ پوشی کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔حضرت عمر آنحضرؐت کے ہر قول وفعل کو بنظر غائر اور برائے تنقید دیکھتے تھے۔نماز جنازہ پر اُنہیں کوئی اعتراض قائم کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔وہ رسولؐ اللہ کی تکبیروں کی تعداد اور مقصد پر مطلع تھے۔ جب انہوں نے اپنی حکومت کو شریعت سازی اور اسلامی شریعت کی تنسیخ کے اختیارات سے مرصع فرما لیا تو چاہا کہ آئندہ مرنے والوں پر صرف چار تکبیریں ہوا کریں۔اور یہ حکم نافذ کر دیا گیا اور پورے قلمرو میں سب کو ماننا پڑا۔رہ گیا یہ کہنا کہ نماز جنازہ پر تحقیق کی گئی اور آخری مردہ پر آنحضرت کا چار تکبیریں پڑھنا ثابت ہوگیا یہ سراسر جھوٹ ہے۔ورنہ اُس مردہ کا اور تحقیق کرنے والے صحابہ کا نام بتانا لازم ہے۔تحقیق کے ذرائع اور ثبوت کا کہیں تذکرہ ہونا لازم تھا۔یہ سب کچھ نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ بعد کی بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کا خود حضرت عمر کو بھی علم نہیں تھا۔اور بالفرض ایسا ہوا بھی ہوتو یہ دکھانا لازم ہے کہ وہ آخری مردہ منافق نہیں تھا۔

(1) جنازہ کی آخری نماز چار تکبیروں والی نہ تھی: ''بیہقی نے سعید بن مسیّب سے اور اُس نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا کہ وہ سب روایات چار اور پانچ تکبیرات کی تھیں۔ لیکن ہم نے چار تکبیر جنازہ پر اجماع کر لیا۔'' (ایضاً صفحہ 359)

(2) چار تکبیر پر اجماع کی وجہ بھی سُن لیں: قارئین دیکھتے جائیں کہ کہیں نہ عقل کو راہنما بنایا جا رہا ہے نہ قرآن کریم سے کوئی مدد لی جا رہی ہے۔ بس اجماع اور احکام اور رانٹ سنٹ روایات کی مشین ہے جو چل رہی ہے۔ اور یہ مشین بھی کسی عقلمند کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ اب دوسری روایت سنئے اُس سے بھی رسولؐ اللہ کی اُس آخری جنازہ والی بات کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ چند لوگ جمع ہوئے مختلف واقعات سنائے اور ایک واقعہ کو اختیار کر لیا۔ ذرا اُن کی دلیل ملاحظہ ہو:

''حضرت عمر نے لوگوں کو (صحابہ کو نہیں) جمع کیا۔ پھر اُن سے مشورہ کیا جنازے کی نماز پڑھنے کے بارے میں تو بعض لوگوں نے (صحابہ نے نہیں) کہا کہ رسولؐ اللہ نے پانچ تکبریں پڑھیں ہیں۔ اور اُن میں سے بعض نے کہا سات تکبریں پڑھیں۔ اور بعض نے کہا چار تکبیرات پڑھیں۔ پھر سب کا اجماع ہو گیا چار تکبیرات پر اس لئے کہ نماز کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں چار ہوتی ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 359)

بتائیے اس کا نماز جنازہ سے کیا تعلق ہے جہاں نہ رکعت ہے، نہ رکوع ہیں، نہ سجدے ہیں نہ سلام ہے۔ نہ اٹھنا بیٹھنا ہے؟

(3) ذرا منافقوں والی نماز کا اشارہ بھی سن لیں: ''ابو بکر نے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ ہم سے رسولؐ اللہ نے اور ابو بکر اور عمر نے میت پر نماز کے بارے میں کسی دعا کی صراحت نہیں کی۔'' (ایضاً صفحہ 360)

چونکہ چار تکبیر والی نماز میں دعا تھی ہی نہیں۔ اور آپ نے اُسی نماز پر اجماع کر لیا لہٰذا دعا والی اسلامی نماز سے خود محروم ہوئے اور اپنے تمام ہم مذہب لوگوں کو محروم کر دیا۔

مسئلہ نمبر 47۔ روزہ کھولنے میں جلدی کرنے والوں سے خیر وابستہ رہے گی

''ابو بکر عطا سے کہ عمر نے فرمایا کہ اس امت کے ساتھ خیر ہمیشہ رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 374)

(1) بذریعہ فرمان روزہ جلد کھولنے کا حکم دیا گیا تھا: ''ابو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اپنے امراء کو لکھا کرتے تھے کہ افطار میں تاخیر کرنے والے نہ بنو۔ اور نہ اپنی نماز کے لئے ستاروں کی جگمگاہٹ کا انتظار کرو۔'' (ایضاً صفحہ 374)

قارئین نوٹ کریں کہ ایسے صحابہ موجود تھے جو روزہ افطار کرنے میں لازماً دیر کرتے تھے۔ نماز لیٹ کر کے صحیح وقت پر پڑھتے تھے۔ اور اس اسلامی شریعت پر عمل کرنا چاہتے تھے جسے منسوخ کیا جا رہا ہے جسکے خلاف احکام و فرمان جاری کئے جا رہے ہیں۔

(2) تاریکی کے بعد نماز مغرب، نماز کے بعد افطاری: ذرا دیکھئے کہ وہ وقت تھا کہ جب حضرت عمر و عثمان کو صحیح وقت پر نماز و روزہ

ادا کرنا پڑتا تھا۔لوگ بتاتے ہیں کہ:

''شافعی حمید بن عبدالرحمٰن سے ،عمرؓ اور عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب دیکھ لیتے تھے تاریک رات کی طرف۔ پھرافطار کیا کرتے تھے بعد نماز کے اور یہ رمضان میں ہوتا تھا۔''(ایضاً صفحہ 374)

مسئلہ نمبر48۔ حج کے دوران حالتِ احرام میں خوشبو لگانا ناجائز کر دیا

اِس سلسلہ میں آپ یہ قصہ پڑھیں گے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسولؐ نے اپنے بھائی معاویہ کے عطر لگانا چاہا۔وہ جانتے تھے کہ حضرت عمر کا سامنا ہوگا۔اس لئے ٹالنے لگے مگر وہ جانتی تھیں کہ خوشبو لگانا جائز ہے۔لہٰذا قسم دی اور عطر لگا دیا۔آخروہی ہوا کہ حضرت عمر نے ڈانٹ پلائی۔اُلٹے پاؤں ام حبیبہ ہی سے دھلوانے کی سزا دی اور اسی روایت کو یوں بھی لکھا ہے کہ:۔

''ابوبکر ابن عمر سے ،عمرؓ بن الخطاب نے احرام کے وقت خوشبو محسوس کی تو خوشبو والے کو دھمکایا تو معاویہ واپس ہوئے اور جس کپڑے میں وہ لپٹے ہوئے تھے اس کو اُتارڈالا یعنی وہ خوشبو لگا ہوا تھا۔میں (شاہ جی) کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو اہل فقہ نے اختیار نہیں کیا۔ کیونکہ عائشہؓ کی یہ حدیث اُن کے نزدیک صحیح ہے کہ''گویا میں رسولؐ اللہ کی مانگ میں آپ کے احرام سے تین دن گزرنے کے بعد خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا ہے۔''(ایضاً380-379)

مسئلہ نمبر49۔ حج میں بھی دو دو نمازوں کا ملانا پسند نہ تھا

تمام علما اور حاجی جانتے ہیں کہ عرفات ومزدلفہ میں آج تک ظہروعصر اور مغرب وعشاء ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔اور اہلسنت ریکارڈ سے ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ نے ہمیشہ اُن دونوں مقامات پر دو دو نمازوں کو ملا کر پڑھا تھا۔مگر حضرت عمر ارادہ فرما چکے تھے کہ اسلام کی تمام عبادات واعمال واحکام کو بدل کر چھوڑیں گے۔ چنانچہ آپ نے حج کے مسائل کو گن گن کر تبدیل کیا یہاں جمع بین الصلاتین پر روایت سنئے:

''ابوبکر علقمہ اور اسود سے کہ 1 :عمرؓ نے ظہروعصر کو جمع کیا عرفات میں پھر وقوف کیا۔2: ابوبکر اسود سے کہ عمرؓ نے دونوں نمازوں کو مزدلفہ میں پڑھا جمع کے ساتھ۔3: ابوبکر عثمان نہدی سے کہ انہوں نے عمرؓ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی بغیر جمع کے۔یعنی مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھا۔میں (شاہ جی) کہتا ہوں کہ پہلی صورت یعنی دو دو نمازوں کو جمع کرنا وہ افضل اور پسندیدہ ہے۔اور دوسری صورت یعنی جمع نہ کرنا۔اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص نے (عمل رسولؐ کے خلاف) جمع کرنے کو ترک کر دیا۔اور ہر نماز کو (خود اپنی سند سے) اپنے وقت معہود میں پڑھ لیا تو جائز ہے۔''

(جلد سوم صفحہ 385،ازالۃ الخفاء کے حوالجات جاری ہیں)

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو خلافِ سنت و واجب عمل کرنے کا نمونہ قائم کرتے جا رہے تھے۔ اور لوگ دھڑا دھڑ نئی شریعت پر عمل کر رہے تھے۔

مسئلہ نمبر 50۔ وراثت کی تقسیم میں حقداروں کو اُلٹ پلٹ کرنا

''اور مروی ہے ابن عباس سے کہ جس نے فرائض (میراث) میں سب سے پہلے عَـــوْل کا طریقہ نکالا وہ عمرؓ تھے۔ جب کہ حصوں کی تقسیم میں ٹکراؤ ہوا اور بعض وارثوں کے حصے دوسرے وارثوں کے حصوں کو متاثر کر کے کم کرنے لگے تو عمر نے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا کیا فیصلہ کروں؟ واللہ میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور کس کو مؤخر کیا ہے؟ اور میں اس مال میں کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں سمجھتا کہ میں اسکو تمہارے اوپر باعتبارِ حِصَص تقسیم کر دوں۔ پھر کہا ابن عباس نے اور خدا کی قسم اگر عمرؓ اُسکو مقدم کر دیتے جسکو اللہ نے مقدم کیا ہے اور اُس کو مؤخر کر دیتے جس کو اللہ نے مؤخر کیا ہے تو فریضہ (میراث) میں عوال نہ واقع ہوتا۔ اس پر اُن سے پوچھا گیا کہ کن حصص کو اللہ نے مقدم کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جس فریضہ (میراث) کو اللہ نے نیچے نہیں اُتارا ہے مگر ایک فریضہ کی طرف (جیسے تہائی کو اُتار کر چھٹا حصہ کر دیا) تو یہ وہ ہے جس کو خدا نے مقدم کیا ہے۔ اور جو فریضہ ایسا ہو کہ جب اُس کو اُس کے معینہ فرض سے (یعنی حصے سے) ہٹایا تو اس کیلئے اور کوئی حصہ معین نہیں کیا۔ بجز باقی ماندہ کے تو یہ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مؤخر کیا ہے تو جن کو خدا نے مقدم کیا ہے جیسے زوجین اور ماں۔ اور جن کو مؤخر کیا ہے جیسے بہنیں اور بیٹیاں۔ جب اس طرح کے فرائض (حصے) جمع ہو جائیں جن کو خدا نے (بمعنی مذکور) مقدم و مؤخر کیا ہے تو مقدم سے شروع کیا جائے اُس کو اُس کا حصہ پورا دیا جائے۔ پھر اگر کچھ بچ جائے تو اُن مؤخر والوں کو دیا جائے اور کچھ نہ بچے تو اُن کو کچھ نہ دیا جائے۔'' (ازالۃ الخفا مترجم جلد 2 صفحہ 42)

جناب مترجم مولوی اشتیاق حسین صاحب دیوبندی نے عول کے معنی و تشریح لکھی ہے کہ:

> ''عول قائم کیا کا مطلب یہ ہے کہ سہام یعنی حصوں کے عدد بڑھا دیئے ہیں مثلاً: کسی نے دو بیٹیاں چھوڑیں اور ماں و باپ اور زوجہ چھوڑے تو ان کے کُل حصے چوبیس بننا چاہئیں۔ لہٰذا چوبیس حصوں میں سے دو ثلث (2/3) یعنی آٹھ آٹھ حصے دونوں بیٹیوں کے۔ اور چھٹا حصہ باپ کا اور چھٹا حصہ ماں کا یعنی چار چار۔ اور آٹھواں حصہ بیوی کا یعنی تین ہوتے ہیں۔ تو اُن حصوں کا مجموعہ چوبیس سے بڑھ کر ستائیس (27) ہو گیا۔ اس لئے ایسا کیا گیا کہ کل حصے چوبیس کے بجائے ستائیس کر دیئے گئے۔ لہٰذا سہام کے عدد میں تین کا اضافہ ہو گیا۔ اس کو عول کہتے ہیں۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 2 صفحہ 42 کا حاشیہ)

(i) ذرا حساب فہمی کر لیں۔ عول کا طریقہ:

قرآن کریم سے یہ حصے مقرر ہیں (سورۃ نساء 12-4/11) :

بیٹیاں	والد	والدہ	زوجہ
2/3	1/6	1/6	1/8

$$\frac{3 + 4 + 4 + 16}{24} = 27$$

24 ذواضعاف اقل مشترک

یہاں کل 24 حصے ہیں 27 دینا ہیں۔

عبداللہ ابن عباس کا بتایا ہوا طریقہ کہتا ہے کہ کل حصے چوبیس بنتے ہیں۔لہٰذا پہلے مقدم حصہ والوں کو تقسیم کر دیں:

یعنی ماں 1/6، باپ 1/6، زوجہ 1/8 لہٰذا:

ماں	باپ	زوجہ
1/6	1/6	1/8

$$\frac{3 + 4 + 4}{24} = \frac{11}{24}$$

$$\frac{24}{24} - \frac{11}{24} = \frac{13}{24}$$ باقی

کل ترکہ کا 11/24 مقدم لوگوں کو ملا تو باقی رہا 13/24......(24/24-11/24=13/24)

لہٰذا دونوں بیٹیوں کو 13/24 کا آدھا آدھا دے دیا جائے گا 13/48 فی کس۔

یوں میزان و تقسیم صحیح ہو جائے گی۔

بیٹیاں...... ماں......... باپ....... زوجہ.........

3 +4 +4 +13 =24

(ii)۔ (ہمارا مسئلہ) خلفا کے فیصلے خواہ غلط ہوں یا صحیح؟ ان پر عمل واجب ہے؟

اگر قارئین اس مترجم ازالۃ الخفاء جلد دوم کے صفحہ 39 تا 42 ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو وراثت کی تقسیم پر ایک بھول بھلیاں میں سے گزرنا پڑے گا۔اور اچھی خاصی گرانئ خاطر محسوس ہو گی۔ہمیں اِن مسائل پر کچھ کہنا منظور نہیں ہے۔سوائے اُس

کے جو قرآن کریم نے سکھایا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ o (کافرون 109/6)

تمہیں تمہارا دین مبارک اور مجھے میرا دین مبارک۔ مگر قارئین کی توجہ اُس خلافِ قرآن وخلافِ رسولؐ زبردستی پر ضرور مبذول کرنا ہے جو حضرت عثمان نے عبداللہ ابن عباس کے جواب میں اپنے دین کے قانون کی حیثیت سے پیش کی تھی یعنی:

''عثمانؓ نے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ اُن فیصلوں کو رد کردوں جو مجھ سے پہلے کے ہیں اور شہروں میں اُن پر عمل بھی جاری ہے۔ اور اُن کی رُو سے لوگوں کو وراثت ملی ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد دوم صفحہ 40)

یہاں قارئین یہ بات نوٹ کر کے آگے بڑھیں کہ حضرت عثمان کا یہ جواب نہ صرف اللہ ورسولؐ یعنی قرآن وحدیث کے خلاف ہے بلکہ خود حضرت ابوبکر وعمر واصول اجتہاد اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ گویا اِس مذہب کا اصول یہ ہے کہ نہ تحقیق حق کی جائے گی نہ غلطی کی اصلاح کی جائے گی۔ جو ہو چکا وہ ہو چکا اور اب اس پر عمل واجب ہے۔ میں اور ہر صاحبِ عقل ایسے مذہب کا انکار کرنا اسلامی تعلیمات کا اصل الاصول سمجھتے ہیں اور اِس کے منکر ہیں۔

مسئلہ نمبر 51۔ حضرت عمر کے ذہن میں نہ معلوم کتنی آیات تھیں جو قرآن میں نہیں

ہم نے جو یہ چند مسائل لکھے ہیں اِن کے جواز میں یہ بھی امکان ہے کہ ممکن ہے۔ (معاذ اللہ) حضرت عمر نے نزول قرآن کے دوران رسولؐ اللہ سے کچھ ایسی آیات اور احادیث سُنی اور اپنے مشہور ریکارڈ میں نوٹ کی ہوں جو آج قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ اور جو صحابہ میں سے کسی اور نے نوٹ ہی نہ کی ہوں۔ ہم نے یہ امکان اس لئے سامنے رکھا ہے کہ حضرت عمر نے اسی سلسلہ کی ایک نہایت اہم بات فرمائی ہے۔ جسے امام محمد اسماعیل بخاری اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھتے ہوئے یہ خیال بھی نہ کیا کہ اس بات کو ماننے سے قرآن کریم کی حقانیت پر کیا اثر پڑے گا۔ لکھتے ہیں کہ:

''اخذ کیا بخاری اور مسلم نے؛ مروی ہے ابن عباس سے کہ عمر کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ اَے لوگو! آیت رجم (اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o) (ترجمہ نہیں کیا گیا)

(ہمارا ترجمہ: جب کوئی شیخ اور شیخانی زنا کریں تو شیخانی کو اللہ کی جانب سے بطور عذاب سنگسار کردو۔ اور اللہ ہمیشہ غالب رہنے والا حکیم ہے) (شاہ صاحب کی عبارت مسلسل)

کی طرف سے تم دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ وہ کتاب اللہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور ہم نے اُس کی قرأت کی ہے۔ اور وہ اکثر قرآنوں میں سے جاتی رہی ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی گئی ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ نبیؐ نے رجم کیا۔ اور ابوبکرؓ نے رجم کیا۔ اور اُن دونوں کے بعد میں نے رجم کیا ہے۔ اور ایک ایسی قوم اس امت میں آئے گی جو رجم کی تکذیب کرے گی۔'' (ایضاً جلد 2 صفحہ 204)

اس پر مترجم نے حاشیہ میں یہ وضاحت فرمائی ہے:

''یہ آپ کی پیشینگوئی سچی ثابت ہوئی۔خوارج نے انکار کیا کہ زانی کے رجم کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔اور بقول مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ممسوخ فرقہ اس زمانہ میں بھی انکار کر رہا ہے۔'' (ایضاً جلد 2 حاشیہ صفحہ 204)

ذرا صبر فرما کر یہی روایت بدلی ہوئی صورت میں تیسری جلد سے بھی سن لیں:

''حضرت عمر نے خطبہ دیا۔ پھر اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی ۔ پھر رجم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم اس کے بارے میں دھوکے میں نہ رہنا۔ کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسولؐ اللہ نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا ہے۔اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کہنے والے یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھا دی جو اُس میں نہیں تھی تو میں قرآن میں کسی جگہ یہ لکھ دیتا کہ اس بات کا گواہ عمرؓ بن الخطاب ہے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 512)

<u>دونوں روایات پر تین باتیں:</u> پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ حضرت عمر آیت یا حدیث بیان کرنے والے سے بڑی سختی اور پابندی کے ساتھ گواہ طلب کیا کرتے تھے۔مگر رجم والی اس آیت پر تمام صحابہ میں سے کوئی ایک بھی اُن کا گواہ اور ہم نوا نہیں ہے۔رہ گیا صحابہ کا مخالفت میں نہ بولنا؟ زبان بندی کا ہمہ گیر انتظام ہم نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔اور خود اس بیان میں تکذیب کرنے والی قوم پر پیشگی عتاب کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ کوئی پیشینگوئی نہ تھی ۔اُس قوم کو حضرت عمر جانتے تھے اُن ہی کی روک تھام کر رہے تھے، اُن سے روزانہ ملتے تھے، طرح طرح کے مکالموں سے اُن کا دل ٹٹولتے رہتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں جو الفاظ ہیں اُن میں کسی شیخ (الشیخ) اور شیخانی کے زنا کا ذکر تو موجود ہے لیکن زنا کی سزا میں شیخ کو شامل نہیں کیا گیا۔ بلکہ شیخانی کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔یعنی اس آیت میں فَارْجُمُوْهُمَا نہیں بلکہ فَارْجُمُوْهَا فرمایا گیا ہے۔لیکن سنگساری کی سزا زانی اور زانیہ دونوں کو دی جاتی رہی ہے۔ کیا وہ سزائیں اس آیت کے مطابق تھیں؟ تیسری بات ذرا غور طلب ہے۔یعنی خارجیوں نے یہ کہا تھا کہ:

(1) ''زانی کے رجم کا حکم قرآن میں نہیں ہے'' اور حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ:

(2) ''رجم کی آیت بہت سے قرآنوں میں سے جاتی رہی ہے۔'' اور یہ کہ:

(3) ''آیت رجم رسول اللہ کے ساتھ چلی گئی ہے۔'' اور یہ بھی کہ:

(4) ''ایسی بات قرآن میں بڑھا دی جو قرآن میں نہیں تھی۔''

میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ قرآن کو دیکھنے والا ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہے کہ:

(5) ''قرآن کریم میں ہرگز کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جس میں زانی اور زانیہ کے لئے لفظ رجم موجود ہو۔''

اب قارئین کرام بتائیں کہ کیا اِن پانچ اقوال کے قائلین کو مکذِب قرار دینا صحیح ہے؟

مسئلہ نمبر 52۔ بلا نکاح جنسی تعلق قائم کرنا مردوں کو جائز؛ عورتوں کے لئے حرام؟

اُمت کے عوام اور تمام شریف انسان یہ سمجھتے چلے آئے ہیں کہ جب تک اللہ و رسولؐ کے حکم اور شرائط مذہب کے مطابق مرد و عورت نکاح نہ کریں اور تمام متعلقہ ذمہ داریوں کو گواہوں کے سامنے قبول نہ کریں۔ جنسی تعلق حرام، مذموم، گناہ اور جرم ہے اور اُسی کو شریعت میں زنا فرمایا گیا ہے۔ اور اُسی کی سزا سنگسار کرنا ابھی مذکور ہوا ہے۔ مگر عربوں میں جہاں اور بہت سی آزادیاں تھیں وہاں یہ سہولت بھی تھی کہ زرخرید عورت ہر حال میں بلا کسی نکاح اور جھنجھٹ کے زوجہ کی طرح استعمال کی جاتی تھی۔ جب مشرکین عرب مسلمان ہو گئے تو اُنہوں نے اپنی زرخرید کنیزوں سے یہ تعلق جاری رکھا۔ اُس کی آئندہ روک تھام کے لئے قرآن نے حکم دیا کہ:

وَاَنکِحُوا الْاَیَامٰی مِنکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ o وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَھُمُ اللّٰہُ مِن فَضْلِہٖ......۔(نور 33-24/32)

’’تم غیر شادی شدہ لوگوں اور نیک زرخرید عورتوں اور مردوں کا نکاح کر دو۔ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور جن لوگوں کو اس حکم نکاح کی تعمیل میں ’’نکاح نہ ملے‘‘ (یعنی بیوی یا شوہر نہ ملے، یعنی موزوں رشتہ نہ ملے) انہیں پارسا زندگی اختیار کر لینا چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ اُن کو بھی اپنے فضل سے غنی کر دے۔ اور جہاد میں ہتھیار ڈالنے والے قیدی، جو تمہیں رسولؐ اللہ نے دوطرفہ معاہدہ کے ساتھ تحویل میں دیئے ہیں (ماملکت ایمان) وہ اگر تحریری آزادی چاہیں تو انہیں آزاد کر دو اور اُنہیں اس مال میں سے بھی دے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ اور اپنی نوجوان لڑکیوں کو دنیاوی مال بٹورنے کے لئے جنسی بے راہ روی پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پابند شرع رہنا چاہتیں ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی اُنہیں مجبور کرے گا۔ تو اللہ اُن (لڑکیوں) کو رحم و مغفرت سے نواز دے گا۔‘‘

لیکن عرب کے مسلمانوں نے نہ اس حکم کی تعمیل کی اس لئے کہ انہیں اس سے دنیاوی نقصان ہوتا تھا۔ اور نہ آئندہ اُن قوانین کو باقی رکھا جو بردہ فروشی اور حرامکاری کو امت میں سے نکال دیتے۔ اُس کا آخری نتیجہ کیا ہوا؟ سب کو معلوم ہے۔ آج بردہ فروشی اور کنیز بازی ساری دنیا میں حتیٰ کہ کافر اقوام میں بھی جرم ہے۔ مگر ماشاءاللہ مسلمان ممالک میں اور ہمارے علما کی کتابوں میں یہ سب جائز و حلال ہے۔ اس سلسلے کا ایک قدیم مگر معقول حادثہ سننے کے قابل ہے:

’’قتادہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے غلام سے مباشرت کی۔ اُس کا حال عمر سے بیان کیا گیا تو آپ نے اُس عورت سے سوال کیا کہ اِس فعل پر تجھ کو کیسے جرات ہوئی؟؟ اُس نے کہا کہ میں یہ سمجھتی تھی کہ میرے لئے بھی وہ سب کچھ

حلال ہے جو مردوں کیلئے زر خرید عورتوں اور مردوں سے حلال ہے۔ اسکے بعد عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس عورت نے کتاب اللہ سے اصل مفہوم کے خلاف معنی مراد لئے (تاویل کے علاوہ تاویل کی ہے) اس پر عمر نے کہا کہ قسم بخدا اب میں تجھے کسی بھی آزاد مرد کیلئے حلال نہ کرونگا۔'' ''گویا عمر نے اس عورت کو سزا دی اور حدِ (سزائے) زنا کو اُس سے روک دیا۔ اور غلام کو حکم دیا کہ وہ کبھی اُس کے پاس نہ جائے۔'' (ازالۃ الخفاء جلد 2 صفحہ 179-178)

قارئین نوٹ کریں کہ حضرت عمر حلال وحرام کرنے کا اختیار رکھتے تھے اور کھل کر بالاعلان حرام وحلال کرتے تھے۔ حالانکہ تمام علمائے اسلام متفق ہیں کہ حلالِ محمدؐ حلال ہے قیامت تک اور حرامِ محمدؐ حرام ہے قیامت تک۔ اور یہ کہ اللہ و رسولؐ اللہ کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے یہ اجازت نہیں ہے کہ کسی مسئلہ یا معاملہ کے بارہ میں حلال وحرام کرنے کے لئے زبان کھولے۔ قرآن نے حکم دیا ہے کہ (شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:)

''ومگوئید چیزیرا کہ بیان میکند حکم اُوزبانِ شما بدروغ کہ آں حلال است و ایں حرام است تا افترا میکنند برخدا دروغ را۔ ہر آئینہ آناں کہ افترا میکنند برخدا دروغ را رُستگاری نمی شوند ایشاں را بُود بہرہ مندی اندک وایشاں را باشد عذابِ درد دھندہ۔'' (نحل 117-16/116)

''اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے تھوڑا سا برت لیں اور اُن کو دکھ کی مار ہے۔'' (نحل 117-16/116)

(شاہ عبدالقادر، شاہ ولی اللہ کے فرزند قرآن ڈبل ترجمہ صفحہ 374 مطبع انصاری دہلی)

قارئین کرام یہ آیات اپنے مکتب فکر کے ترجمہ میں دیکھ کر یہ تصدیق کرلیں کہ ہر وہ شخص جو قرآن وحدیث سے ہٹ کر اپنے الفاظ اور اپنی زبان حرام وحلال قرار دینے کے لئے کھولتا ہے۔ وہ دروغ باف ہے، اللہ پر افترا کرنے والا ہے اور آخر کار دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ سوائے اُس کے جو یہ کہے کہ اللہ نے فلاں آیت میں اور رسولؐ نے فلاں حدیث میں حرام یا حلال فرمایا ہے۔ اور زیرِ نظر شریعت سازی کی شان یہ ہے کہ فلاں مسئلہ اللہ و رسولؐ نے حلال وجائز کیا تھا۔ تمام مسلمانوں نے اُس پر عمل کیا پہلے خلیفہ نے اسے جائز رکھا مگر حضرت عمر نے کہا: ''میں حرام کرتا ہوں اور خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دوں گا۔''

مذکورہ عورت کے لئے نہ اس کا غلام حرام تھا نہ خدا اور رسولؐ اور قرآن کے نزدیک اس عورت پر کوئی اور غلام یا آزاد مرد حرام ہوا۔ نہ وہ زانیہ تھی۔ مگر حضرت عمر کا شرعی سکہ جاری تھا۔ لہٰذا اُسے تا حیات فطری ضرورت سے محروم کر کے جنسی موت کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ اُن کو قرآن وحدیث وعقل واجماع وغیرہ سے کوئی بھی تائید وسند حاصل نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ اسلام اور اہل اسلام کی لگام اُن کے ہاتھ میں تھی۔

مسئلہ نمبر 53۔ دنیا سے مساوات رُخصت، سرمایہ داری وطبقہ واریت کی ہمہ گیری کو دعوت

قارئین ہمیں اجازت دیں کہ ہم شریعت سازی کے اس ناپیدا کنار سمندر کے ان چند قطروں پر اکتفا کریں۔اور آخر میں یہ بتا دیں کہ ہر نبیؑ کی تعلیم کو نظام اجتہاد نے حکومت و اقتدار کے تحفظ اور سرمایہ داری وطبقہ واریت کی بقا و استحکام کا آلہ کار بنایا۔ ہر آنے والے نبیؑ نے نوع انسانی کو مساوات کی تعلیم دی۔حکومتوں، سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کے فولادی پنجے میں گرفتار سسکتی ہوئی انسانیت کو اُن کے ظلم واستبداد واستحصال سے نجات دلائی۔امیر وغریب، ادنیٰ و اعلیٰ کے معاشی ومعاشرتی حقوق کو برابر کر دیا۔تمام قسم کی ترجیحات کو ختم کر دیا، غربا کو چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔اُن کو زمین سے اٹھا کر ترقی کے عرش اعظم تک پہنچنا ممکن کر دکھایا۔لیکن ہر نبیؑ کے بعد شکست خوردہ دانشورانِ قوم،قوم کو ورغلا کر قومی فلاح و بہبود کی آڑ میں آگے بڑھتے اور تعلیماتِ خداوندی کو قومی مصلحتوں پر قربان کرتے اور دین کو بدلتے رہے۔یہی کچھ قرآنی تعلیمات کے ساتھ ہوا۔اسی کی شکایت آنحضرتؐ نے اللہ سے کی اور بتایا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو راہنما بنانے کے بجائے اُسے مہجور کیا اور کسی دوسرے ماخذ و مستقر کی طرف ہجرت کر لی (فرقان 25/30)۔ اللہ نے یاد دلایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔دشمنانِ انبیآء اپنی مجرمانہ پالیسی کو ہر نبیؑ کے خلاف اسی طرح استعمال کرتے رہے ہیں۔مگر آپؐ مطمئن رہیں کہ تیرا تربیت کرنے والا ہدایت کاری اور اسلامی تعلیمات کی نصرت کے لئے کافی ہے (فرقان 25/31)۔لہٰذا قرآن نے وہ تمام پالیسی اپنے دامن میں محفوظ رکھی ہے جو مذکورہ بالا قوم اور قومی راہنماؤں نے رسوؐل کی شریعت اور سبیل نجات کو ترک کرنے اور قومی منصوبہ برسر کار لانے کے لئے اختیار کی تھی (فرقان 29-25/27)۔اور جس کو نافذ کرنے کے لئے اُنہوں نے رسولؐ اللہ کو رضامند کرنا چاہا تھا (یونس 10/15)۔وہ چاہتے تھے کہ خود رسولؐ اللہ قرآن کی معنوی تعبیرات کے خصوص کو قومی مفاد و مصلحت کے عموم سے بدل لیں۔مگر رسولؐ اللہ وحی کی لفظ بلفظ پابندی پر مامور تھے اور اپنی عقل وبصیرت کو احکام خداوندی میں دخل انداز کرنے پر رضامند نہ ہوئے تھے (یونس 17-10/16)۔اُسی جگہ یہ بھی بتایا گیا کہ یہ راہنمایانِ قوم وہی ذہنیت رکھتے تھے جو سابقہ انبیآءؑ کے زمانہ میں خلافت و حکومت کے مواقع پانے والوں کی تھی جو اُسی قسم کی قوم تھی جو رسوؐل کے ساتھ ہے (یونس 14-10/13)۔یہی قوم اور اُس کے راہنما تعلیماتِ خداوندی کو تبدیل کرنے کے لئے آنحضرتؐ کے بعد کوشاں ہوئے اور حکومتوں کو گھیر گھیر کر اپنے قابو میں رکھتے رہے۔آیئے شریعت سازی کی تاریخ یعنی تاریخ تشریع الاسلامی سے وہ دباؤ ملاحظہ ہو جو پہلے خلیفہ پر ڈالا گیا تھا۔

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں پر برابر مال تقسیم فرماتے تھے اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے تھے۔لیکن اُن سے کہا گیا کہ آپ نے تقسیم مال میں تمام لوگوں کو برابر کر دیا حالانکہ بہت سے لوگ فضیلت رکھتے ہیں۔اُن کو قدامت حاصل ہے اور اُن کے اگلے کارنامے ہیں اُن لوگوں کو ترجیح دینی چاہئے۔لیکن اُنہوں نے کہا کہ اُن چیزوں کا ثواب تو اللہ کے یہاں ملے

گا۔معاش کے معاملے میں مساوات ہی بہتر ہے۔''(تاریخ فقہ اسلامی ترجمہ مندرجہ بالا کتاب صفحہ 184)

قارئین نوٹ کریں کہ آنحضرتؐ کے بعد پہلی حکومت کو مساوات قائم رکھنے پر مشکلات و اختلافات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ہم تفصیل کو نظرانداز کرتے ہوئے یہ کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ دانشورانِ قوم ہرگز غلاموں اور نیچ اقوام کے برابر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔وہ اللہ کے یہاں کسی اُدھار ثواب کے لئے رسولؐ اللہ کے ساتھ نہ ہوئے تھے۔اُن کی پوری جدوجہد ایک قومی حکومت کی تشکیل کے لئے تھی۔انہوں نے خاندانی و شخصی حکومت کو راہ سے ہٹانے میں اس لئے مدد نہ کی تھی کہ قومی حکومت بھی مساوات کے غیر معقول اصول پر جمی رہے۔اور سردارانِ قریش کو فاقہ مستوں،مزدوروں و محنت کشوں کے پہلو بہ پہلو کھڑا کردے۔اس لئے انہوں نے خلیفہ اوّل کو تنبیہہ کی اور صورتِ حال یاد دلائی۔لیکن حضرت ابوبکر کی ضعیفی اور جنگی مشکلات اور کم آمدنی دیکھ کر وہ خاموش ہوگئے اور مستقبل پر نگاہ رکھنا ضروری سمجھا اور جب تک پہلے خلیفہ کا انتقال ہو اُنہوں نے زمین ہموار کرنی تھی۔چنانچہ اُسی تاریخ کا مذکورہ بالا بیان مسلسل کہتا ہے کہ:

''لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات کو وسعت ہوئی تو اُنہوں نے ترجیحی حقوق قائم کئے۔اور فرمایا کہ جن لوگوں نے رسولؐ اللہ سے جنگ کی ہے۔میں اُن کو اُن لوگوں کے برابر نہیں کرسکتا جو آپ کے ساتھ شریک جہاد ہوئے ہیں۔اسی اصول پر اُنہوں نے فوجی دفتر مرتب کیا۔''(تاریخ فقہ اسلامی صفحہ 184)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ اللہ و رسولؐ و قرآن اور حضرت ابوبکر تو یہ پسند کرتے ہیں کہ کفر کے زمانہ کی جنگوں کو بھول جائیں۔تیغ بکف مقابلہ پر آنے والوں کو اپنے برابر معاشی و معاشرتی حقوق دیں۔اور اُن کی سابقہ مخالفت کو اُن کے سابقہ مذہب سے خلوص کی بنا پر محمول کر کے فراخدلی سے اُن کو اسلام سے اُسی خلوص و محبت رکھنے کے مواقع فراہم کریں۔لیکن جیسا کہ بار بار شاہ ولی اللہ اور شبلی صاحب نے ثابت کیا کہ حضرت عمر رسولؐ اللہ کے اکثر احکام اور فیصلوں سے اختلاف رکھتے تھے۔اس زیرِ بحث مسئلہ میں بھی وہ اسلامی تعلیمات کو غیر مفید سمجھتے تھے۔لہٰذا اُنہوں نے قائم شدہ پچیس سالہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔اور اُن کے بعد آج تک مساوات کا اسلامی خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔دو چار ہی قدم چلے تھے کہ حالات نے اُنہیں سکھایا کہ رسولؐ اللہ سے تیغ بکف مقابلہ پر آنے والے دانشوروں کو اور قرآن میں مذکور رسولؐ اللہ کے خلاف گٹھ جوڑ کرنے والوں کو امت کے تمام افراد سے زیادہ تنخواہ اور وظیفہ دیا جائے۔چنانچہ شبلی و شاہ ولی اللہ اور تمام تواریخ سے ثابت ہے کہ جناب امیر معاویہ کی تنخواہ سب سے زیادہ (بیس ہزار) تھی۔حضرت عمر کی زندگی ہی میں ہزاروں لوگ لکھ پتی بن چکے تھے۔جن لوگوں کو حکومت کے لئے شوریٰ میں نامزد کیا تھا اُن میں حضرت علیؑ کے علاوہ تمام کروڑ پتی لوگ تھے۔جبکہ اُسی زمانہ میں مدینہ میں بھوکے،قلاش اور بھیک مانگنے والے بھی موجود تھے۔ غلاموں،کنیزوں اور محنت کشوں کی بھی کمی نہ تھی۔

چونکہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت ختم ہوگئی اور پھر یہ امید نہ رہی کہ کوئی اور نبیؑ آ کر حقوق انسانی کو برابر قائم کریگا۔اس لئے تمام اقوام کے ہمدردان نوع انسان میں بتدریج وبتجربہ وتحقیق یہ تصور اُبھرا کہ مذہب حکومت واقتدار کا پاسبان ہوتا ہے، مذہب غربا ومحنت کشوں کا استحصال کرتا ہے۔الغرض حکومتوں نے ،خصوصاً مسلمان نام کی حکومتوں نے مذہب کو جس انداز سے پیش کیا وہ مخالفت کی آگ کو بھڑکاتا رہا۔تصادم اور قتل عام ہوئے، رفتہ رفتہ بدکردار مسلمانوں سے نفرت کا نام اسلام سے نفرت ہو گیا۔حالات کی پیچیدگی نے وہ فرق محسوس کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا جو مسلمانوں کے کردار اور اسلام کی حقیقی تعلیم میں تھا۔مسلمانوں کا ہر فعل اسلام کا فعل سمجھ کر لوگ اسلام سے مایوس ہوگئے۔اور دردمندان انسانیت نے یہ فیصلہ کرلیا کہ مذہب کو دنیا سے مٹانا ضروری ہے۔رفتہ رفتہ یہ اصول بن گیا کہ مذہب ،مناکحت اور ملکیت انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ چنانچہ مساوات قائم کرنے کے لئے لوگوں نے نئے نئے راستے اختیار کئے۔سب سے پہلے سرمایہ داری کے خلاف حضرت ابوذرغفاری نے آواز بلند کی۔جنہیں چند ہی روز بعد ایک ویران علاقہ میں جلاوطن کر کے ٹھکانے لگادیا گیا اور اس تصور کو مسمار کردیا گیا۔اس کے بعد غیر مسلم اقوام میں مساوات کے تصور نے جڑ پکڑ لیں۔اور آج اُن کے دباؤ سے ساری دنیا مساوات کی طرف قدم قدم بڑھ رہی ہے۔خدا کا شکر ہے کہ اب اسلامی حکومتیں بھی مساوات کے قیام کی فکر میں ہیں۔مگر یاد رکھو کہ مساوات جب ہی قائم ہو سکتی ہے جب اس مذہب سے دستکشی اختیار کرلی جائے گی جو اسلام نہیں بلکہ اسلام کے پردہ میں لپٹا ہوا سرمایہ دارانہ ومجتہدانہ نظام ہے۔ جب تک جہلا کی رائے کو خدا کا حکم سمجھا جائے گا، جب تک کثرت کو حق کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا مسلمانوں میں ہرگز مساوات قائم نہیں ہوسکتی۔قرآن کے احکام کو جب تک بلاچون وچرا وبلاذاتی وجماعتی وقومی مصلحت کی رعایت کے قبول کرنے پر آپ کے قلوب آمادہ نہ ہوں گے،آپ کا حقیقی اسلام سے کوئی تعلق قائم نہ ہوگا۔اور سنو!اب آپ مولوی ،مُلاّ ،علامہ، حجۃ اللہ و مولانا ذہنیت سے قطعاً مایوس ہوجائیں۔ان الفاظ کے پیچھے بسنے والے لوگ اس دنیا کے باشندے کبھی نہیں تھے۔یہ سب شہنشاہیت کی یادگاریں ہیں، یہ سب مفت خوری کے عادی ہیں اُن کو کسی مذہب سے حقیقی وقلبی دلچسپی نہیں ہوتی۔اُن کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہی جو علامہ اقبال نے کہا تھا: ؎ ''دینِ مُلاّ فی سبیل اللہ فساد''

لہٰذا امت کے تمام مکاتیب فکر کو صرف اُن علما اور دانشوروں سے وابستہ رہنا چاہئے جو قرآنی اتحاد کی دعوت دیں جو کسی قیمت پر کفرسازی وفتویٰ بازی کو اختیار نہ کریں۔جو نیکیوں میں ہر کسی سے تعاون اور برائیوں میں ہر کسی سے عدم تعاون (مائدہ 5/2) پر عمل کریں۔آپ دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا ذہنیت نے صدیوں سے اسلام کی یا بحیثیت مجموعی امت کی کوئی خدمت نہیں کی ہے۔اس کے برعکس جن دانشوران قوم کو یہ لوگ کافر کہتے اور لکھتے رہے وہ برابر امت کی بھلائی اور بہبود کے لئے کوشاں ہیں۔لہٰذا اُن لوگوں کے نزدیک ہر حقیقی مسلمان کافر ہے۔آج یہ گروہ مل کر حکومتِ وقت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کی برابر کوشش کررہا

ہے۔لہٰذا تمام عوام کو چاہئے کہ اس گروہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہرگز اُن کی بات پر کان نہ دھریں، یہ قرآن پڑھ کر گمراہ کرنے والے لوگ ہیں۔

11۔ کثرت الناس کا اپنے بادشاہوں کے مذہب پر رہنا

(1) جب کسی گروہ یا قوم یا مذہب کی مذمت کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ ملُوکِھِمْ یعنی لوگ تو اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور منشا یہ ہوا کرتا ہے کہ نہ بادشاہوں کا مذہب حق پر ہونا ضروری ہے نہ کثرت الناس کے مذہب کا مذہبِ حق ہونا لازم ہے۔ بلکہ بادشاہ جو کچھ بھی کرتے ہیں عوام اُسے اختیار کر کے اُن سے استفادہ کیا کرتے ہیں۔ اور جیسا راجہ ہوتا ہے پرجا (رعیت) ویسی ہی بنتی چلی جاتی ہے۔اس لئے کہ شاہی انتظام عوام کو دھکیلتا ہوا اپنے ساتھ لئے چلا جاتا ہے۔ ایسے بہت کم اور شاذ و نادر لوگ ہوتے ہیں جو شاہی اطاعت یا اندھی تقلید پر غور کرتے ہیں، رُک کر حق و ناحق کا فرق نوٹ کرتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ اور بھی کم ہوتے ہیں جو حق و ناحق کو سمجھ لینے کے بعد اختلاف کا اظہار کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ناحق و باطل پر عمل کر دینے سے انکار کر دیں اور بھی کم ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ تو اِکادُکا ہی ملتے ہیں جو دار و رسن کو زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور کسی تخویف و تحریص کی پرواہ نہ کر کے جان پر کھیل جاتے ہیں اور باطل کے روبرو سر نہیں جھکاتے۔ یہ سبب ہے کہ کثرت کو کم سمجھوں، نادانوں اور سادہ لوح لوگوں کا مجموعہ کہا جاتا ہے (The majority consists of fools)۔ قرآن کریم میں کثرت کو دوسو (200) سے زیادہ مختلف طریقوں سے، حق و عقل کے مقابلے میں نا سمجھ، کم سمجھ و بے راہ و ناقابل اعتماد قرار دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے جمہوری تماشہ کی مذمت کرتے ہوئے سروں کے گننے کا ذکر کیا ہے۔ اِس لئے کہ اُس کثرت میں وزن دار، تولے ہوئے لوگ نہیں ہوتے۔

چونکہ تعلیماتِ خداوندی کے خلاف یہ قاعدہ بنالیا گیا کہ کثرت جسے پسند کرے اُسی کو چودھری، صدر، حکمران یا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اس لئے کہ کثرت ایک ثابت شدہ مشہود قوت ہے جو قلت کو کچل کر رکھ دیتی ہے۔ اس لئے ہر حاکم کثرت سے خوفزدہ رہتا ہے۔ حکومت برقرار رکھنے کے لئے کثرت کی رضا جوئی کرتا ہے ورنہ کثرت اُس کا تخت و تختہ الٹ سکتی ہے۔ لیکن ان تمام حقائق کی موجودگی میں بھی کثرت دلیلِ حق نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی کثرت ہے لہٰذا ہندوؤں کی حکومت ہونا چاہئے اور ہے۔ لہٰذا ہندوستانی حکمرانوں پر اُس کثرت کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر ہندو اکثریت یہ قانون پاس کرادے کہ اذانوں کی آواز مساجد سے باہر نہ آئے اور وجہ یہ بتائے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے اُن کی دل آزاری ہوتی ہے اور مُحمدٌ رسول اللّٰہ کہنے سے اُن کے مذہب کا بطلان ہوتا ہے تو جمہوری اور کثرت کے فیصلے کی رُو سے ایسے قانون کو جائز ماننا

پڑے گا۔مگر مسلمانوں کی اپنی کثرتوں اور قلتوں کو یہ قانون پسند نہ آئے گا۔اسلئے کہ یہ قانون حق بجانب نہیں باوجودیکہ کثرت کا فیصلہ یہی ہے۔اس فیصلے کو جبر وظلم قرار دیا جائے گا۔یعنی کثرت کا قلت پر جبر وظلم۔لیکن میں اسے اسلام کی رُو سے صرف جبر وظلم ہی نہ کہوں گا۔ بلکہ اسلام کی رُو سے یہ جبر وظلم ہی نہیں بلکہ ایک نہایت قابل صد ملامت ولعنت وقابل شرم جبر وظلم ہے۔ کیونکہ جبر و ظلم تو وہ بھی ہوتا ہے جو دو برابر کی طاقت رکھنے والے افراد یا اقوام ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ یہاں تو یہ دردناک فرق موجود ہے کہ کثرت قلت پر یا قوی ضعیف و بے کس پر ظلم کر رہا ہے۔ جیسے کوئی زبردست پہلوان کسی معصوم بچے کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ایسی کثرت جو قلت پر جبر وظلم روا رکھے یقیناً باطل پر ہوتی ہے۔اس لئے کہ اگر وہ کثرت حق کی بنا پر کثرت میں ہوتی اور اگر اُس کے پاس حقیقی معنوں میں قوت ہوتی تو اُس پر عقلاً لازم تھا کہ وہ قلت کو قطعاً آزاد وخود مختار چھوڑ دیتی۔اس کے ہر فرد کو کثرت کے برابر حقوق دے کر تالیف قلب کیلئے اکثریتی گروہ سے زیادہ رعایات بھی دیتی تا کہ وہ کثرت کے مذہب واخلاق کی حقانیت سے متاثر ہو کر اُس باحق کثرت کا مذہب اختیار کر لیتی۔

اسلام کا ذکر اسلئے کیا کہ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قریش کے سرداروں، سپہ سالاروں، خون کے پیاسے دشمنوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ آج میں تم سے جائز انتقام ہی نہیں بلکہ کسی قسم کا محاسبہ ومواخذہ بھی نہ کروں گا۔جاؤ میں ہمہ قسمی پابندیاں اور شرائط سے تمہیں آزاد کرتا ہوں (لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء)۔ اس کے بعد اُنکے ساتھ جو سلوک ہوا اور ہوتا رہا وہ بڑے بڑے صحابہ کیلئے قابل رشک وحسد تھا۔اور آخر ایک دن مولفۃ القلوب کے قرآنی حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔اس لئے کہ وہ سارا کاروبار حق کے سہارے پر نہ تھا۔وہ انتظام جو چند بے کس و بے بس لوگوں کے اختلاف سے تباہ ہو جانے والا ہو۔حق نہیں ہوسکتا۔فرمایا تو یہ گیا تھا کہ اختلاف امتی رحمۃ۔ یہ کیسا گروہ تھا؟ یہ کیسی کثرت تھی جو اختلاف سے یعنی رحمت سے تباہ ہو جاتی؟ جسے رحمت راس نہ آئے کیا وہ کثرت اور وہ مذہب حق پر ہو سکتے ہیں؟

اگر اتنی زبردست افواج و پولیس اور ایسے قاہرانہ انتظام کے باوجود چند گنتی کے لوگوں کے اظہار خیال سے خطرہ کا یقین تھا؟ تو بتایئے کہ ہم کیا کہیں؟ جو مذہب اپنے تمام مخالفین کی زبان بندی کے بعد پروان چڑھے، جس کی حفاظت کے لئے لوگوں کو ایک شہر میں نظر بند رکھنا ضروری ہو، بتایئے اس میں حق وحقانیت کی مقدار کیا ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ یا یہ کثرت بھیڑوں کی طرح ہانکے ہوئے ریوڑ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بہکائے ہوئے لوگوں کی کثرت، اختلاف خیال پر پابندیاں عائد کر کر کے تیار کی ہوئی کثرت، جھوٹی کہانیاں اور قصے سنا کر تیار کی ہوئی کثرت کب تک حق کی زد سے باہر رہے گی۔لطف تو جب ہے جب فریقین کے علما آزادانہ، مہذبانہ، ہمدردانہ طریقہ پر آمنے سامنے مل کر بیٹھیں۔اپنے حق پر ہونے کی دلیل عوام کے سامنے بیان کریں۔اشتعال انگیزی کرنے والا یقیناً باطل پر ہے۔دل شکنی کرنے والا توہین کرنے والا یقیناً ناکام شخص ہے۔کہنا یہ ہے کہ کم از

کم روشنی کے اس زمانہ میں تو لوگوں کی زبان بندی ونظر بندی سے پرہیز کیا جائے۔قوم وملک کے لئے مضر بات کہنے والے یا تخریب پسند عناصر کے ساتھ یقیناً تعزیری سلوک کیا جائے؟ لیکن اگر کوئی حق پیش کرتا ہے تو اس کا منہ کیوں بند کیا جائے؟ ہم کہتے ہیں کہ کثرت اور صاحبان قوت کو ہم سے کیوں خطرہ ہے؟ ہمارے پاس کوئی جادو نہیں ہے۔ڈنڈا نہیں، قانون بناڈالنے کی قوت نہیں ہے۔اُدھر آپ ماشاءاللہ حق مطلق پر فائز ہیں؟ آپ کی ہر بات حق ہے؟ آپ کا ہر اصول وعقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے؟ پھر آپ کو ہم سے کیا خطرہ ہے؟ جب ہم بدعتی ہیں؟ آپ نے اپنے مذہب کے لوگوں میں ہمیں بد مذہب مشہور کر دیا ہے؟ ہمارے اصول وقواعد وعقائد کو باطل ثابت کر دیا ہے تو آپ بےفکر ہو جائیں؟ آپ کا یہ شور وغوغا، یہ افترا پردازیاں آپ کو حق پر نہیں باطل پر ثابت کرتی ہیں۔

ہم نے عرض کیا ہے کہ صرف ایک سال کے لئے مجھے آزادانہ پورے ملک کا دورہ کرنے اور اپنے تمام پیروؤں کو سننے کا انتظام کر دیجئے اور دیکھئے کہ کیا ہوتا ہے۔میں کسی کو شیعہ نہیں بناؤں گا لکھوا لیجئے۔میں صرف آپ کی پول کھولوں گا، آپ کے وہ عقائد بیان کروں گا جن کو آپ عوام سے چھپاتے ہیں۔اور ٹھیکہ لیتا ہوں کہ آپ کسی اہل سنت مجمع کے سامنے آنے کے قابل نہ رہیں گے۔میں آپ کے مذہب سے واقف ہوں۔آپ اپنے عوام کے مذہب سے الگ مذہب رکھتے ہیں۔آپ مجتہد ہیں اور مجتہد سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن ایک حقیقی مجتہد ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔میں آپ کے عوام کو یہی بتاتا چلا آرہا ہوں۔آپ نے اس کثرت کو فریب بلکہ دوہرے فریب میں رکھا ہوا ہے۔میں اس فریب کا پردہ چاک کر رہا ہوں۔

(2) بادشاہوں یا حکمرانوں کے مذہب کو اسلام نہیں کہا جاسکتا

افسوس یہ ہے کہ اِن لوگوں نے روز اوّل سے عوام کے سامنے حقائق کو نہیں آنے دیا۔انہیں خود اپنے بزرگوں کی لکھی ہوئی کتابوں اور عقائد پر مطلع نہ کیا۔خود ساختہ تاریخ بھی انہیں نہ پڑھنے دی۔اور اپنی مصلحت کے ماتحت تیار کی ہوئی حدیث نام کی کتابوں سے بھی جاہل رکھا۔یہی کتاب اردو میں ترجمہ ہو جانے کے باوجود عوام سے دُور ہے۔آیئے ذرا ایک بات سنئے شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ (ترجمہ ومتن اصل کتاب کا)

''وابن عباس با کمال علم خود نزدیک بہ پنجاہ مسئلہ مخالف جمیع مجتہدین شد۔اَخرَج الدّارمی عن ابراھیم قال خَالَفَ ابن عباس اھل القبلة فی امرأۃٍ وابوین قال لِلْاُمِّ الثلث من جمیع المال۔وہم چنیں در مسئلہ عول ومسئلہ متعة الحج ومتعة النساء و بیع صَرف وغیرھا چنانکہ بر متتبعین فن حدیث مخفی نیست۔ودر بسیارے از مسائل شک پیدا کرد مانند غسل قدمین وطلاق ثلٰث دفعةً واحدة۔باز اقوالِ اُومشتبہ شد ورجوع از اکثر روایت کردہ اند۔'' (ازالة الخفاء جلد سوم صفحہ 301-300)

''اور ابن عباسؓ اپنے کمال علم کے باوجود تقریباً پچاس مسئلوں میں تمام مجتہدین کے خلاف تھے۔روایت کیا دارمی نے

ابراہیم سے۔کہا کہ مخالفت کی ابن عباس نے اہل قبلہ کی متوفی کی بیوی اور ماں باپ کی میراث کے حصص کے بارے میں کہ کہا کہ ماں کے لئے تمام مال کا ایک تہائی حصہ ہے۔اوراسی طرح عول کے مسئلہ میں۔اور مسئلہ متعۃ الحج (حج کے متعہ میں)اور متعۃ النساء (عورتوں سے متعہ میں)اور بیع صَرف (نقدی کونقدی سے بدلنا)وغیرہ میں جیسا کہ فنِ حدیث کا تتبع (پیچھا کرنے) کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔اور بہت سے مسائل میں انہوں نے شک کا اظہار کیا جیسے دونوں پاؤں کا (وضو میں) دھونا۔اورایک ہی دفعہ تین طلاقوں کے بارے میں۔پھراُن کے اقوال مشتبہ (مشکوک) ہو گئے ۔اور اکثر روایات سے انہوں نے رجوع کرلیا۔''(ازالۃ الخفاء جلد 3 صفحہ 301-300 مترجمہ (نورمحمد چھاپ)

(3) حضرت عمر کا شاہانہ انتظام اوراُس کی داخلی خامیاں

اب یہ بتانے کا وقت نہیں ہے کہ عبداللہ ابن عباس حضرت عمر کی نظر میں نہایت اَرفع واعلیٰ علمی ودینی مقام رکھتے تھے؟ اوراُس مقام پر ہوتے ہوئے اگراُن کا حضرت عمر کی شریعت کے ایک مسئلہ سے انکار بھی ثابت ہوجاتا تو حضرت عمر کی تیار کردہ شریعت اوراُن کا سارامذہبی انتظام باطل ومشکوک ہوکررہ جاتا۔چہ جائیکہ پچاس اہم ترین اور بنیادی مسائل کا انکار بلاتکلف تسلیم کرلیا گیاہے۔اورلطف یہ ہے کہ وضوونماز ومسائلِ متعہ وغیرہ میں عبداللہ بن عباس مذہب حقہ اثناعشریہ سے متفق ہیں۔ہم نے اپنے سابقہ بیانات میں یہ حقیقت آپ کے سامنے رکھ دی ہے کہ حضرت عمر کے قاہرانہ اور مارشل نظام کے باوجوداُن کے خلاف صحابہ کی طرف سے اختلافِ خیال کا اظہارکیا جاتا تھا۔اورحضرت عمراس سلسلے میں خود جناب عبداللہ ابن عباس کوبطوردھمکی کہہ چکے تھے کہ: ''تم متعہ کرکے دیکھوکہ میں تمہاراکیا حال کرتاہوں۔''(زادالمعادحصہ 4 صفحہ 72 رئیس احمد)

حضرت عمر کی دھمکیوں اوراپنی شریعت کے خلاف بولنے پرغم وغصہ اورتعزیری کاروائیوں کانتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والے اہل قلم اورحضرت عمر کے حقیقی جانشینوں نے جوتاریخ،حدیث یاریکارڈ تیارکیا اُس میں بتدریج حقائق کوتوڑمروڑکرحضرت عمر کی شریعت اورنظامِ حکومت سے متفق دکھانے کی برابرکوشش کی۔ چنانچہ مندرجہ بالا روایت کے آخر میں نہایت جرأت کے ساتھ بلاکسی دلیل کے حضرت ابن عباس کا اپنے فتاویٰ کوواپس لینا مذکورہے۔مگراس جھوٹ میں بھی ایک پتہ کی بات منہ سے نکل گئی ہے یعنی: ''پھراُن کے اقوال مُشتبہ ہوگئے۔''

یعنی حضرت عمر کے فوراً بعد والوں نے ایسی روایات تیارکرکے پھیلادیں جن سے پہلے درجہ میں انکار کے بجائے عبداللہ ابن عباس کے عقائدڈانواں ڈول اورمشکوک کردیئے جائیں۔اوردوسرے درجہ میں ایسی روایات گھڑدی جائیں جن سے یہ معلوم ہونے لگے کہ پہلے عبداللہ ابن عباس کا عقیدہ یہ تھا،بعد میں اُنہوں نے اپناخیال بدل دیا تھا۔چونکہ اُنہوں نے اپنے خیال

کو حضرت عمر و عثمان کی زندگی اور جبر و ستم کی حالت میں بھی نہ بدلا جبکہ فائدہ کی امید تھی تو فولادی شکنجوں کے ٹوٹ جانے اور زبانوں پر سے پہرہ اُٹھ جانے کے بعد اپنا عقیدہ اور فتاویٰ بدلنا نا قابل فہم و نا قابل قبول ہے۔البتہ یہ یقین ہو جاتا ہے کہ بعد والے حکمرانوں کے مذہب کی تائید میں بعد والے لوگ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ ملو کھم'' کے مطابق حکومت کے اشاروں پر چلتے رہے۔اور یوں ایک غلط تاریخ و حدیث کی کتابیں حکومت کی سرپرستی میں تیار ہوتی رہیں۔اور یہ ضرورت بھی تھی اور اس پر عمل کرانے کی قوت و ارادہ بھی موجود تھا۔اور یہ سب کچھ اُسی خود ساختہ ریکارڈ سے ثابت بھی ہے۔چنانچہ:

(4) قومی وملکی پنچائتی حکومت نے حضرت عمر کے مذہب وشریعت کو بحال رکھا

اُس کا ثبوت شریعت سازی کی تاریخ (تاریخ التشریع الاسلامی) سے ہر قاری کو مل سکتا ہے۔اور ایک ہوشمند قاری صرف اتنی سی بات سے اُس پردہ داری اور فریب سازی کو سمجھ سکتا ہے جو آج تک مسلمان علما کا ایک خاص گروہ کرتا چلا آرہا ہے۔ یعنی مصر کے علمائے اہل سنت والجماعت کی کثرت بلا کسی ذاتی و جماعتی اور مذہبی تعصب کے دھڑا دھڑ حقائق کی نشر و اشاعت کر رہی ہے۔مگر پاکستان کا ایک دین فروش گروہ برابر حقائق کو مسخ و تبدیل کرنے میں دن رات مشغول ہے۔اور حکومت کا صاحب اقتدار مولوی گروہ خفیہ و اعلانیہ اس تبدیل و تحریف میں مالی مدد اور حکومت کے وسائل کو استعمال کر رہا ہے۔

محمد و آل محمد علیھم السلام کے مذہب سے دشمنی اور اپنے باطل و کافرانہ مسلک و مذہب کی جانبداری کی حد یہ ہے کہ مصری کتابوں کے تراجم میں بھی اور کتابوں کے نام میں بھی تحریف و تبدیلی کھلے عام کی جارہی ہے۔مثلاً علامہ محمد الخضری کی کتاب کا نام ہے: ''**تاریخ التشریع الاسلامی**'' اور اس نام کا ترجمہ ہے ''**اسلام میں شریعت سازی کی تاریخ**''

مگر پاکستان میں اس کا ترجمہ جب پہنچا تو اس کتاب کا اردو نام ''اسلام میں شریعت سازی کی تاریخ'' نہیں لکھا گیا۔اس لئے کہ اس نام سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کی شریعت مسلمان حکومتوں نے گھڑ کر تیار کی ہے۔لہٰذا نام کا ترجمہ غلط کرنا ضروری ہو گیا تھا۔چنانچہ علامہ خضری کے مندرجہ بالا نام کا یہ غلط ترجمہ کیا گیا: ''**تاریخ فقہ اسلامی**'' یعنی ''اسلام میں فہم و فراست کی تاریخ'' جس میں حاکمانہ باطل مذہب اور اس کے پھیلنے اور عوام پر مسلط کرتے چلے آنے کا طریقہ شریعت سازی کی اس تاریخ سے ملاحظہ فرمائیں۔علامہ خضری نے لکھا کہ:

(i) اسلام میں اکثریتی فرقہ حکمرانوں کے مذہب پر رکھا گیا: ''جب کسی مذہب کی تقلید کسی بادشاہ یا سلطان (یا خلیفہ) نے کی، اور اُس مذہب کے پیروؤں کے لئے عہدہ قضاءت (عدالت کے قاضی) کو محدود کر دیا تو یہ اُس مذہب کی اشاعت اور اُن علما کے اضافہ کا ایک عظیم الشان سبب بن گیا جو اُس مذہب کے قیام و اشاعت کا سبب تھے۔'' (تاریخ فقہ اسلامی صفحہ 426)

یہ بیان ابھی آگے چلے گا لیکن ہم اسے یہیں روک کر قارئین کو یاد دلائیں کہ اسی قاعدے کو حضرت عمر نے کس قوت و

انتظام وقہاریت و جبر وتعزیر کے ساتھ استعمال کیا اور شبلی وشاہ ولی اللہ اور تمام مؤرخین نے فخریہ اس کو مفصل بیان کیا۔ لہٰذا شاہی مذہب تمام فاروقی مملکت میں جاری ہوگیا اور مذاہب علویہ و دیگر صحابہ عظام، دب کر دلوں میں بیٹھ گئے۔ اور جب موقعہ ملا عبداللہ ابن عباس کی طرح لوگوں کے کانوں تک پہنچے مگر حکومت اُن ہی قدموں پر چل رہی تھی۔ اس لئے کھل کر عوام میں رائج ہو جانے سے روکے جاتے رہے۔ اب بیان کو مسلسل ملاحظہ کریں:

(مثالیں دیتے ہیں مگر اوپر والی حکومتوں اور خلفا سے بچ کر آگے بڑھ جاتے ہیں)

''جیسا کہ بلاد مشرق میں محمد بن سبکتگین اور نظام الملک نے اور مصر میں صلاح الدین یوسف بن ایوب نے شافعی مذہب کی تائید کی۔ اور حنفی مذہب کی تائید ترکی عناصر نے کی جو حنفی کے سوا اور کوئی مذہب اختیار نہیں کرتے تھے۔ اور جب کوئی سردار یا بااقتدار شخص کوئی مدرسہ قائم کرتا تھا اور اُس میں زیادہ تر یا محدود طور پر کسی خاص مذہب یا مذاہبِ معینہ کی تدریس لازم کر دیتا تھا تو یہ اُس کا ایک نیا حامی (حمایت کرنے والا) ہو جاتا تھا۔'' (ایضاً تاریخ صفحہ 426) (بیان ابھی باقی ہے)

یہاں شیعہ بزرگ اور ہماری طرح کے شیعہ طالبانِ علم بھی نوٹ فرمائیں کہ اِن ہی مذکورہ بالا طریقوں سے مذہب آئمہ معصومین علیہم السلام کو تبدیل کر کے مذہب اجتہاد کو شیعہ پبلک میں جاری کیا گیا تھا۔ اور اس کی تفصیلات ہماری تصنیفات میں دی گئی ہیں۔ یعنی اکثریتی فرقوں کے مذاہب نظام اجتہاد کے قدموں سے چل کر حکمرانوں کی تائید وقیادت سے اُمت میں پھیلائے گئے اور اُن میں حق وحقانیت کا ڈھونڈنے سے بھی پتہ نہیں چلتا۔ اور سُنئے ہمارے شاہ ولی کا بیان بھی مصر کے علما نوٹ کراتے ہیں:

(ii) اکثریتی فرقہ تنخواہوں اور وظائف کے لالچ میں پھیلا تھا: ''شاہ ولی اللہ دھلوی اپنے رسالہ ''اِنصَاف فِی بیانِ اَسْبَابِ الْاِختِلَاف'' میں امام بلقینی کے شاگرد ابوزرعہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار اپنے شیخ امام بلقینی سے کہا کہ شیخ تقی سبکی اجتہاد کے درجہ کو کیوں نہیں پہنچے؟ حالانکہ اُن کو یہ درجہ حاصل تھا۔ اور وہ کیونکر تقلید کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اُن کے شیخ بلقینی کا ذکر نہیں کیا (یعنی خود اپنے شیخ بلقینی سے نہ پوچھا کہ تم کیوں مجتھد واجب الاطاعت تسلیم نہیں کئے گئے۔ ابوعبداللہ) کیونکہ میں اس (جواب) پر جو نتیجہ نکالنے والا تھا اُس کی بنا پر مجھے اُن سے شرم آتی تھی۔ لیکن وہ (اس ترکیب کے باوجود سمجھ گئے اور) خاموش رہے تو میں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کی وجہ صرف وہ وظائف ہیں جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کو پھیلانے میں) کے فقہا کو ملتے تھے۔ اور جو شخص اُن (چاروں) مذاہب کے دائرے سے نکل کر اجتہاد کرتا تھا۔ اُس کو وہ وظیفہ نہیں ملتا تھا۔ وہ عہدہ قضا سے محروم رہتا تھا۔ لوگ اُس سے فتویٰ نہیں پوچھتے تھے۔ اور اُس کی طرف بدعت کا انتساب کیا جاتا تھا۔ اس پر وہ (امام بلقینی) مسکرائے اور مجھ سے اتفاق کیا۔'' (تاریخ مذکور صفحہ 427-426)

یہاں قارئین کرام نہایت آسانی سے بلا کسی شک وشبہ کے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جب خلفائے وقت خود اُن علما کو آگے

نہ بڑھنے دیتے تھے جو پنچائتی تصور اور اوّلین خلفا کے مذہب کو برحق جانتے تھے۔اور کسی پانچویں مذہب کو جاری کرنے والے سنی علما کو بھی بدعتی اور گمراہ کہتے تھے۔تو بتایئے کہ مذہب شیعہ کی کہاں گنجائش ہوسکتی تھی؟ یہی وجہ ہے کہ امت کی کثرت آج مذہب حقہ اثنا عشریہ سے ناواقف ہی نہیں رکھی گئی بلکہ شیعوں کے خلاف سینکڑوں تہمتیں مشہور کی جاتی رہی ہیں۔اور یہ سلسلہ آج بھی حکومت کی آڑ میں بیٹھ کر تخریب پسند مُلاّ کا مستقل کاروبار ہے۔شیعوں اور شیعہ عقائد سے عوام کو متنفر رکھنے کی سرتوڑ کوشش جاری ہے۔حالانکہ اُن کی اس کوشش نے انہیں کافروں اور یہود ونصاریٰ کے سامنے بھکاری بنا دیا ہے۔مگر ابولہب وابوجہل کی طرح مرتے مرجائیں گے، کافر وکمیونسٹ بن جائیں گے، مذہب حق قبول نہ کریں گے۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

مگر اُن مفسدہ پردازوں کو اللہ ورسولؐ کے انتظام نے ہر آنے والے قدم پر بتدریج ناکام کرتے جانے کا بندوبست رکھا اور مذہب حقہ برابر پھیلتا اور مذہب باطل اور حکومت باطل کو برہنہ کرتا چلا آیا ہے۔اور ہم نے اپنے زمانہ میں دونوں قسم کے علمائے سُوء کے منہ میں لگام دے دی ہے۔اب وہ سوائے اپنی قدیم سازش کے ہمارے کسی بیان واعلان وتصنیف پر قلم وزبان نہیں کھولتے ہیں۔

(iii) <u>چاروں پنچائتی مذاہب کے زندہ رہنے پر ایک اور بیان:</u> ان ہی صفحات میں علامہ خضری نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

''یہ آئمہ مشہور جنکے مذاہب قائم ہیں (امام ابو حنیفہ،امام مالک،امام شافعی اور امام احمد بن حنبل)اِن کو ایسے تلامذہ (شاگرد) ملے ...... جو اپنی قوم میں اور اپنے بادشاہوں کے نزدیک نہایت بلند پایہ تھے۔چنانچہ اُنہوں نے اپنے (اپنے)امام سے جو احکام (شریعت) سیکھے تھے۔اُن کو (حکومت وقت کی مدد سے) مُدَوّن کیا۔اور اُن سے ان شرعی احکام کو پھر اُن کے شاگردوں نے حاصل کیا......اُن کی اشاعت کی۔اُن آئمہ کے شاگردوں پر بادشاہوں (یعنی خلفائے اسلام) کو اعتماد تھا۔اس کی بنا پر قاضی اسی شخص کو بناتے تھے جن کا یہ لوگ مشورہ دیتے تھے۔اور یہ مشورہ صرف اُسی شخص کے متعلق دیتے تھے جن پر وہ خود اعتماد کرتے تھے......اس لئے جن مذاہب کو اس قسم کے شاگرد نصیب ہوئے وہ اس مذہب کی بنیاد کو مضبوط کرنے کا ایک بڑا سبب ہوگئے اور جب عوام کے دلوں میں اُن آئمہِ مذاہب کا اعتماد راسخ ہوگیا تو اِسکے بعد یہ مشکل تھا کہ کسی نئے مذہب کا داعی کھڑا ہو اور لوگوں کو اپنے نئے مذہب کی اتباع کا حکم دے۔کیونکہ اس نئے مذہب کی بنا پر لوگ ایسے تمام علما کو خارج از جماعت (بدعتی، بدمذہب اور اسلام سے خارج) سمجھتے تھے۔اور جب حسد کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا تو اُنکے حریف اُنکے ساتھ جو چال چلتے تھے وہ ناقابل فراموشی ہے۔اور یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ یہ ایک ایسا سبب ہے جس کی آگ کسی زمانہ میں بھی نہیں بجھی۔'' (تاریخ مذکورہ صفحہ 424-423)

(iv) چاروں مذاہب میں حق ودلیل وبرھان کا فقدان محض کثرت دلیلِ حق

قارئین گزشتہ بحثوں اور حوالجات میں سوائے فرمانروایانِ حکومت اور انسانی پسند کے کہیں یہ دلیل قابل اعتنا نہیں سمجھی ہے کہ ان چاروں مذاہب کے پاس یا اُن میں سے کسی کو فلاں دلیل حق حاصل تھی۔ اور اُس دلیلِ حق کی بنا پر فلاں مذہب پھیلا اور ترجیح رکھتا تھا۔ اس کے خلاف دلیل یہ ہے حکمران فُلاں مذہب کی تائید وتقلید کرتے تھے۔ وظائف دے کر کثرت کو گرویدہ بناتے تھے۔ یعنی اُن چاروں مذاہب کا ڈنڈے اور لالچ سے پھیلنا ثابت ہے۔

(v) شاہی اور اکثریتی مذہب کے خلاف والی ہر آیت وحدیث منسوخ یا اصلاح طلب ہے

اس مذہب کے باطل اور اہل دَوَل کے مذہب ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ اُنہوں نے کثرت میں ہونے کے گھمنڈ اور حکومت کی پشت پناہی کے سہارے قرآن وحدیثِ رسوؐل کو منسوخ کردیا ہے۔ سنئے علامہ خضری فرماتے ہیں کہ:

''اُس دور کے فقہائے حنفیہ کے پیشوا اور مُسلَّم امام ابوالحسن عُبید اللہ الکرخی نے یہ کہہ کر کہ ''ہر وہ آیت جو اس (حنفیہ) طریقہ کی مُخالف ہو، جس پر ہمارے اصحاب (ابو حنیفہ، محمد، زفر اور ابو یوسف وغیرہ) کا عمل ہے۔ وہ یا تو مَاوَّل (قابل اصلاح) ہے یا وہ منسوخ ہے۔ اور اسی طرح جو حدیث اسی قسم کی ہو وہ بھی قابل اصلاح ہے یا منسوخ ہے...... (گویا حق صرف اُن کے امام کے دل وزبان پر اُترا تھا)۔'' (تاریخ مذکور صفحہ 421)

(vi) حضرت عمر، شبلی نعمانی اور شاہ ولی اللہ کو دوبارہ یاد فرمائیں اور چاروں مذاہب کو دیکھیں: جناب علامہ شبلی اور شاہ ولی اللہ نے یہ بتایا تھا کہ حضرت عمر کی تیار کردہ شریعت کے ایک ہزار مسائل اور احکام چاروں اماموں (ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد حنبل) نے متفقہ طور پر اختیار کئے ہیں۔ یعنی اُن کے چارون مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) حضرت عمر ہی کے مذہب کی چار شاخیں ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا تھا کہ اُن ایک ہزار مسائل کے علاوہ حضرت عمر کے تیار کردہ کئی ہزار مسائل واحکام ایسے بھی ہیں جن کو چاروں مذکورہ اماموں اور مذاہب نے اپنی اپنی پسند کے مطابق بانٹ لیا ہے۔ یعنی یہ چاروں مذاہب جن مسائل میں متفق ہیں وہ بھی حضرت عمر کی شریعت ہے۔ اور جن مسائل میں انہیں اختلاف ہے وہ مسائل بھی حضرت عمر ہی نے تیار کر کے دیئے تھے۔ تو جہاں یہ ثابت ہو گیا کہ یہ چاروں مذاہب حضرت عمر ہی کے مذہب پر ہیں وہاں یہ بھی ماننا پڑا کہ حضرت عمر کی شریعت میں قابل فہم اور نا قابل اختلاف صرف ایک ہزار مسئلے تھے۔ لیکن جن مسائل نے خود حضرت عمر کے ان چاروں مذاہب میں پھوٹ ڈالی اور اختلاف وانتشار پیدا کیا وہ ہزاروں مسائل تھے۔ جن پر حضرت عمر کے ہم مذہب چار عالم بھی متفق نہ ہو سکے۔ اور ظاہر ہے وہ احکام منجانب خدا ورسوؐل نہیں ہو سکتے جن میں ہزاروں اختلافات ہوں (نساء 4/82)۔ ان مذاہب کے غلط ہونے کی دوسری دلیل وہی سرکشانہ بلکہ کافرانہ تصور ہے کہ جو آیت چند خطا کاروں، دنیاداروں اور محدود علم وعقل کے لوگوں کے

اجتماعی اور خیالی فیصلہ کے خلاف ہو وہ منسوخ ہے۔ یا اُسے موڑ کر مار پیٹ کر ان لوگوں کے ذاتی تصورات کے مطابق کرنا پڑے گا۔ اسی تصور کے ساتھ علامہ محمصانی کی یہ دوتین مقدس سطریں بھی ملا کر دیکھیں فرمایا ہے کہ:

''عمر فاروق اس معاملہ میں اس قدر مستعد اور اولوالعزم انسان تھے کہ سیاستِ مُلکی اور **رفاهية عامه** کے پیش نظر مخالفتِ نصوص سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔'' (فلسفۃ التشریع فی الاسلام کا ترجمہ فلسفۂ شریعتِ اسلام صفحہ 170)

یعنی؛ اللہ کے قرآن اور رسولؐ کے واضح اور مفصل احکام کی مخالفت کرنے میں حضرت عمر بہت مستعد اور اولوالعزم انسان تھے۔''

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یہ بات اب کوئی ہمیں سمجھائے کہ پھر بھی اللہ اُن سے راضی تھا؟ اور رسولؐ بھی اُن سے خوش تھے؟ سبحان اللہ مذہب کم ازکم ایسا تو ہو کہ اُس میں اللہ و رسولؐ سے زیادہ پبلک کے ہمدرد راہنما ہوں۔

12۔ حضرت عمر کے جاری کردہ مذہب اور شریعت کو اُن کے بعد کیسے بحال رکھا گیا تھا؟

ساری دنیا کم ازکم ایک بات ضرور جانتی ہے کہ جب حضرت عمر اپنی اللہ و رسولؐ سے پیاری قوم پر قربان ہو گئے تو چند کروڑ پتی دانشواران اور امیداواران حکومت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو بھی نتھی کر دیا تھا۔ اور روزِ اوّل کی طرح اُس وقت بھی حضرت علیؑ حکومت کی راہ میں ایک خاموش مگر بہت وزنی رکاوٹ تھے۔ جسے راہ سے ہٹانے کے لئے حضرت عمر اور عبدالرحمٰن بن عوف نے نظام اجتہاد کی پوری بصیرت اور سارا تدبر داؤ پر لگا دیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ علیؑ ہرگز اپنے قرآنی اصول کو چھوڑ کر اس داؤ سے فائدہ نہ اٹھائیں گے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو منبر پر بٹھایا گیا اور جناب عبدالرحمٰن نے بیعت کے انداز میں اُن کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ:

''میں آپ کو اس شرط پر خلیفۃ المسلمین تسلیم کرلوں گا کہ آپ کتاب وسنۃ رسول اللہ اور سیرۃ ابوبکر وعمر پر عمل کریں گے۔''

حضرت علیؑ چاہتے تو اقرار کر کے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لیتے اور چند روز بعد عبدالرحمٰن اینڈ کمپنی کے ساتھ وہی یا اس سے بدتر سلوک کرتے جو حضرت عثمان نے اِسی شرط کو مان لینے اور حکومت پر قبضہ کر لینے کے بعد کیا تھا۔ اور تمام صحابہ کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا۔ مگر حضرت علیؑ حقیقتاً جانشینِ خدا اور رسولؐ تھے۔ وہ یہ سب کچھ کرتے تو آج اُن کا دنیا میں نام ونشان تک نہ ہوتا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں صرف قرآن اور سنتِ رسولؐ کے مطابق عمل کروں گا۔''

عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان سے عہد لیا اور اُن کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور بارہ سال کے قریب خلافت حضرت علیؑ سے اور دُور ہوگئی۔ مگر یہ ایک حد فاصل بن گئی۔ اور یہ ثابت ہوگیا کہ سیرۃ شیخین ہرگز کتاب اللہ وسنت رسولؐ اللہ کے مطابق نہ تھی۔ کارپردازانِ حکومت کی یہ بہت بڑی اور کھلی ہوئی غلطی تھی کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے خود اپنی

زبان سے قرآن کریم اور رسولؐ کریم کو خارج کر کے سیرۃ شیخین کو کتاب اللہ وسنت رسولؐ اللہ سے مغائر ہونا مان لیا۔ اِس لئے کہ اگر سیرۃ شیخین کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ اللہ کے مطابق ہوتی تو اُسے الگ سے مستقل شرط کے طور پر پیش ہی نہ کیا جاتا۔ اور وہ خود بخود کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ اللہ کی شرط میں داخل ہو جاتی اور حضرت علی علیہ السلام نے سیرۃ شیخین کو مخالفِ خدا اور رسولؐ ثابت کرنے کے لئے شرط ماننے سے ایسی نازک صورت میں بھی انکار کر دیا جب کہ عرب وعجم کی حکومت ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔ یہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ واقعی حضرت علیؑ عرب وعجم کی حکومت کو اپنی ٹوٹی ہوئی جُوتی اور بھیڑ کی ناک پر لگی ہوئی غلاظت سے بھی کم قیمت وگھنونی سمجھتے تھے۔ اِس لئے ہر وہ روایت جس میں یہ تصور دیا جائے کہ حضرت علیؑ نے (معاذ اللہ) ایک منٹ کے لئے بھی یہ حکومت حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ یا کوئی پارٹی بندی کی تھی، غلط اور افترا پردازوں کی اسکیم کی چال ہے۔

اس اصل الاصول کو سامنے رکھ کر ہی حقیقی قسم کے مجتہدین نے حضرت علیؑ کو خلفائے راشدین میں شمار نہیں کیا ہے۔ اور اسی اصول کے مطابق میں بھی حضرت علیؑ کو قومی حکومت کا چوتھا خلیفہ نہیں مانتا بلکہ حقیقتاً چوتھے خلیفۃ المسلمین حضرت امیر معاویہ تھے۔ اور حقیقی معنی میں حضرت فاروق اعظم کے حضرت عثمان سے بہتر جانشین تھے۔ اور اُن سے بہتر حضرت عمر کی پالیسی اور منصوبہ بندی کو نہ کوئی اور جانشین سمجھا اور نہ حضرت عمر کی طرح مستعدی اور اولوالعزمی سے خدا ورسولؐ کی کسی اور سے حکیمانہ مخالفت ہو سکی۔ حضرت عثمان نے حضرت عمر کی اسکیم کے خلاف تمام مخالف اہل علم صحابہ کو مدینہ سے باہر جانے دیا اور نظر بندی کو ہٹا لیا۔ اور نتیجہ میں مصائب وآلام اور قتل تک نوبت پہنچی۔ لیکن امیر معاویہ نے تمام صحابہ کا صفایا کرنے اور اُنہیں فاروقی طرز فکر اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی بہت کامیاب راہ اختیار کی اور ایسی بنیاد رکھ دی کہ فاروقی اسکیم کا سب سے بڑا مخالف محاذ ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اُس نے علیؑ وآل علیؑ کی عظمت ورفعت کو پبلک کی نظروں سے قطعاً ہٹا دیا۔ اور خانوادۂ رسولؐ پر تبرا اس مستحکم طریقہ پر جاری کیا کہ ننانویں سال تک ہر منبر سے اور ہر مسجد میں عرب وعراق ومصر وشام وہندوستان میں ملتان تک جاری رہا۔ اور ایسی تاریخ وحدیث وتفسیر کی کتابیں لکھوا کر پبلک میں پھیلا دیں، مدرسوں میں پڑھانا شروع کیں کہ قرآن ورسولؐ والا اسلام اور قرآنی تعبیرات کثرت الناس کے سامنے سے غائب ہو کر پس منظر میں جانے پر مجبور ہو گئیں۔ اس تمام روئداد کو بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے اس بیان کا ہر ایک جملہ اور ہر لفظ اُسی تاریخ سے ثابت ہے جو ہمارے اور اسلام کے دشمنوں نے تیار کی تھی۔

(1) معاویہ ویزید اور بعد کی تمام حکومتیں فاروقی مذہب پر کاربند تھیں

اُمت کی کثرت کو آج تک اس حقیقت پر اطلاع نہیں دی گئی ہے کہ حضرت معاویہ اور یزید دونوں اُسی مذہب ومسلک وشریعت پر کاربند تھے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وعثمان کا مذہب وعقیدہ تھا۔ اور یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور پورے

خاندانِ رسولؐ کا قتل عام وغیرہ اُسی مذہب وقانون کی رُو سے عمل میں آیا تھا جو حضرت عمر نے تیار کیا تھا۔ یہ حقیقت جیسا کہ قبلاً عرض کیا گیا اہلسنت علما کے ریکارڈ میں دوٹوک طریقہ پر قلمبند رکھی ہے۔ ہم یہاں علامہ مودودی کے قلم سے اس پر فیصلہ دکھاتے ہیں۔ اُنہوں نے پہلے یہ ثابت کیا ہے کہ علی وخاندانِ علی علیہم السلام ہرگز حکومت واقتدار کے لالچ میں تلوار بکف نہیں نکلے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ:۔

''امامؑ عالی مقام کی نگاہیں مسلم معاشرے اور اسلامی ریاست کی رُوح اور اُس کے مزاج اور اُس کے نظام میں کسی بڑے تغیر کے آثار دیکھ رہی تھیں۔ جسے روکنے کی جدّ وجہد کرنا اُن کے نزدیک ضروری تھا۔ حتّٰی کہ اِس راہ میں لڑنے کی نوبت بھی آجائے تو نہ صرف جائز بلکہ فرض سمجھتے تھے۔'' (شہادت امام حسینؑ صفحہ 5)

یہ بیان ابھی جاری رہے گا۔ مگر آپ یہاں رُک کر ذرا ماحول پر نظر ڈالیں اور سوچیں کہ جو تغیر حضرت مولانا کی نظر میں ہے اور جسے روکنے کے لئے حضرت امامؑ عالی مقام اُٹھے اور اپنے تمام انصار و رفقائے کار اور سارے خاندان کے بچے اور جوان قربان کر دیئے وہ تغیر کیا صرف امام حسین علیہ السلام کے خلاف تھا؟ کیا مکہ اور مدینہ کے صحابہ اور اُن کے خاندانوں کے خلاف نہ تھا؟ اگر وہ تغیر اسلام وتعلیمات قرآن وحدیث کے خلاف تھا تو تمام صحابہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی تائید میں اُٹھنا چاہیئے تھا۔ مکہ و مدینہ کے تمام بزرگ ورضی اللہ عنہم کہلانے والے لوگ کیوں چین سے بیٹھے رہے؟ اور کیوں سب نے معاویہ کے ورود پر یزید کی بیعت کی تھی؟ اور بعد قتل خاندان رسولؐ یہ صحابہ کیوں نہ یزید کے خلاف قصاص حسین علیہ السلام کے لئے تیغ بکف میدان میں آئے؟ چونکہ حضرت علامہ نے یہ کتابچہ عزاداری حسین علیہ السلام کو بند کرانے کی غرض سے لکھا ہے اس لئے وہ ایک زقند (High Jump) لگا کر بیچ کے چار سو بیس (420) واقعات پر سے گزر آئے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ کسی کو اُن تمام حالات وعوامل واسباب کا علم ہو سکے جو واقعہ کربلا کی تمہید ہیں۔ بہر حال وہ بھی تو مجتہد ہیں اُن کا باقی بیان سنئے:

''وہ تغیر کیا تھا؟ 1: ظاہر ہے کہ لوگوں نے اپنا دین نہیں بدل دیا تھا۔ 2: حکمرانوں یعنی خلفا سمیت سب لوگ خدا اور رسولؐ اور قرآن کو اُسی طرح مان رہے تھے جس طرح پہلے مانتے تھے۔ 3: مملکت کا قانون بھی نہیں بدلا تھا۔ 4: عدالتوں میں قرآن وسنت ہی کے مطابق تمام معاملات کے فیصلے بنی امیہ کی حکومت میں بھی ہو رہے تھے۔ 5: جس طرح اُن کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ بلکہ قانون میں تغیر تو اُنیسویں (19) صدی عیسوی سے پہلے دنیا کی مُسلم حکومتوں میں سے کسی کے دَور میں بھی نہیں ہوا۔'' (ایضاً صفحہ 5)

اس بیان سے بھی ثابت ہو گیا کہ شریعتِ فاروقی کو تمام مسلمان خلفا واُمرا وسلاطین نے اپنے اپنے عہدِ حکومت ومملکت میں نافذ کیا اور برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ اُنیسویں (19) صدی عیسوی ختم ہو گئی۔ یعنی آج سے چھہتر (76) سال قبل تک وہی قانون ہر

مسلمان حکومت میں نافذ تھا جو حضرت عمر نے بنا کر مسلمانوں کو دیا تھا۔ اُسی قانون کی رُو سے اور اُسی مذہب کے علما آج بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہم پر کثرت وقوت کے ذریعہ جبر وظلم وستم جائز قرار دے رہے ہیں۔ اور کسی طرح تیار نہیں کہ قرآن کے واضح احکام اور پاکستان کے مُشرّح دستور کے مطابق فیصلہ کریں۔ اور اُس دین میں مداخلت سے باز رہیں جو خالص قرآن کریم اور مسلمہ بین الفریقین احادیث سے ثابت ہے۔ اور جس کی رُو سے دین میں یا دین پھیلانے میں زبردستی ممنوع ہے (لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ بقرہ 2/256)۔ اور شریعت ساز ادارہ یعنی طاغوت سے کفر وانکار لازم ہے (فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ 2/256) (دیکھیں تفہیم القرآن جلد اوّل حاشیہ نمبر 286,288)

(2) حضرت امیر معاویہ نے فاروقی شریعت ومذہب کو کس طرح نافذ کیا؟

حضرت امیر معاویہ نے اپنے تمام گورنروں کو حکم جاری کیا جو مندرجہ ذیل روایت میں مذکور ہے:

روی ابو الحسن علی بن محمد ابی سیف الدین المدائنی فی کتاب الاحداث قال کتب معاویہ نسخة واحدة اِلٰی عماله بعد عام الجماعت اَن برئتَ الذمه مِمَّنْ رَوَی شیئًا من فضل ابی تراب واهلبیته ۔فقامة الخطباء فی کُلِّ کورة وعَلٰی کُلِّ منبر یلعنون عَلِیًّا وَیَبْرَؤن منه و یقعون فیه وفی اهل بیته ۔وکان اشد الناس بلاء حینئِذٍ اهل الکوفة للکثرة من بها من شیعة علی علیه السلام ۔فاستعمل علیهم زیاد بن سمیة وَضمّ الیه البصرة ۔فکان یتبع الشیعة وهو بهم عارف لانه کان منهم ایام علی علیه السلام ۔ فَقَتَلَهُمْ تحت کل حجر و مدر واخافهم وقطع الایدی والا رجل وسمل العیون و صلبهم علٰی جذوع النخل وطردهم و شردهم عن العراق فلم یبق بها معروف منهم ۔وَکتب معاویة اِلٰی عماله فی جمیع الافاق الا یجیز و الاحد من شیعة علیؑ و اهلبیته شهادة و کتب الیهم اَن انظروا من قبلکم من شیعة عثمان و محبّه و اهل ولایته والذین یَرَوُوْن فضائلہٖ ومناقبه فادنوا مجالسهم وقربوهم اکرموهم واکتبوا اِلیَّ بکلّ مایروی کل رجل منهم واسمه واسم ابیه وعشیرتہٖ ففعلوا ذلک حَتّٰی اکثر وا فی فضائل عثمان و مناقبه لماکان یبعثه الیهم معاویة من الصلات ولکساء وَ الحباء والقطاع وبفیفه فی العرب منهم والموالی فکثر ذلک فی کل مِصْر و تنافسوا فی المنازل و الدنیا فلیس یجئی احد مرد ود من الناس، عاملًا من عمال معاویه فیردی فی عثمان فضیلةً او منقبةً الا کتب اسمه و قربه و شفعه فلبثوا بذلک حِیْنًا ۔ثُمَّ کتب اِلٰی عماله اَنَّ الحدیث فی عثمان قد کثر وفشا فی کل مِصْرٍ فی کل وجهه و ناحیة ۔فاذا جاء کم کتابی هذا فادعوالناس اِلَی الرّوایة فی فضائل الصحابة والخلفاء الاوّلین ولا تترکوا خبرا یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب اِلّا واتونی بمناقض له فی الصحابة مفتلعة فان هذا اَحَبُّ اِلَّی وَ اَقَرُّ لعینی واوحص لِحُجة ابی تراب و شیعتہٖ واشد الیهم من مناقب عثمان و فضله فقرئت کتبه عَلَی الناس ۔فرویت اخبار کثیرة فی مناقب الصحابة مفتلعة لا حقیقة لها وجد الناس فی روایة ما یجری هذا المجریٰ حَتّٰی اشاد وا بذکر ذلک علی المنابر ۔ و القی اِلٰی معلمی الکتاتیب فعلّموا صبیانهم وعلمانهم من ذلک الکثیر الوسع حتّٰی ردوه و تعلّموہُ کما یتعلمون القرآن وحتی علّموه بناتهم و نساء

هم و خدمهم وحشمهم فلبثوا بذلك ماشاء الله ۔ثم كتب اِلٰی عماله نسخة واحدة اِلٰی جميع البلدان اَن انْظُرُوا اِلٰی مَن اقامت عليه البيّنة اَنّه يحبّ عَلِيًّا و اهل بيته فامحوه من الديوان واسقطوا عطاءَ هُ و رزقه وشفغ ذالك بِنُسخة اُخرٰی و من اتهمتوه بموالات هٰؤُلاء القوم فنكلوا به واهد موا داره فلم يكن البلاء اشدّ ولا اكثر منه بالعراق ولا سيما بالكوفة حتی ان الرجل من شيعة عليٍّ ليأتيه من يثق به فيدخل بيته فيلقی اليه سره ويخاف من خادمه و مملوكه و لا يحدثه حتی يا خذ عَلَيه الايمان الغليظة ليكتمن عليه فظهرحديث كثير موضوع و بهتان منه نشر و مضی عَلٰی ذلك الفقهاء والقضاة والولا ة وكان اعظم الناس فی ذلك بلية القراء المراؤن والمستضعفون الذين يظهرون الخشوع والنّسك فيفتعلون الا حاديث ليحظوا بذلك عند وُلّاتهم يقربوا مجالسهم ويصيبوا به الاموال والضياع والمنازل حتی اتتقلت تِلك الاخبار والاحاديث اِلٰی ايدی الديانين الذين لا يستحلون الكذب والبهتان وَقبلوها و رَوَوُهَا و هم يظنّون انّها حق و لو علموا انّها باطلة لما روو هاوَ لا تدينوا بِهَا فلم يزل الامر كذلك حتّٰی مات الحسنؑ بن عليٍّ ۔ فازداد البلاء والفتنة فلم يبق احد من هٰذا القبيل الا وهو خائف عَلی دمه اوطرد فی الارض......وقدروی ابن عرفة المعروف بنفطويه وهومن اكابر المحدثين واعلامهم فی تاريخه ماينا سب هذا الخبر وقال اِنّ اكثر الاحاديث الموضوعة فی فضائل الصحابة افتعلت فی ايام بنی اُميه تقربا اليهم بما يظنّون انهم يرغمون به انوف بنی هاشم۔''

(ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجز الثالث صفحہ 16-15 تشریح خطبہ اِنَّ فی ایدی الناس حَقًّا و باطلاً وَّ صدقًا و كذبًا)

شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن ابی سیف الدین نے جو مدائن کے رہنے والے تھے۔ اپنی کتاب الاحداث میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ سے صلح والے سال کے بعد ہی اپنے تمام گورنروں کو ایک ہی مضمون کا حکم جاری کیا کہ:

''تم اُس شخص کے تحفظ اور ذمہ داری سے بریت کا اعلان کردو جو ابوترابؑ اور اُن کے اہلبیتؑ کی فضیلت پر حدیث بیان کرتا ہو۔ یہ حکم پہنچتے ہی ہر طبقہ اور ہر علاقہ میں منبروں پر خطبہ دینے والے واعظوں نے علی واولادِ علی علیہم السلام پر لعنت بھیجنا اور اُن سے بریت کا اعلان شروع کر دیا۔ اہل کوفہ پر یہ مصیبت سب سے زیادہ زور کے ساتھ ٹوٹ پڑی۔ اس لئے کہ وہاں شیعانِ علیؑ کثرت میں تھے۔ چنانچہ معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بصرہ بھی اس کے ماتحت رہنے دیا۔ زیاد شیعوں کو ڈھونڈنے اور اُن کو گرفتار کرنے میں کامیاب تھا۔ اس لئے کہ وہ شیعوں کو پہلے سے جانتا تھا اور اُن کے ساتھ کافی عرصہ تک رہ چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے شیعوں کا قتل عام کیا، خوفزدہ کیا، اُن کے ہاتھ پیر کٹوادئے، آنکھیں نکلوادیں، درختوں پر اُن کو پھانسی دے کر لٹکتا چھوڑ دیا اور تتر بتر کر کے جلاوطن کر دیا۔ چنانچہ جن شیعوں سے وہ واقف تھا اُن میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ اور معاویہ نے مملکت کے تمام علاقوں کے گورنروں کو لکھا کہ شیعانِ علیؑ واہل بیت علیؑ کی گواہی کو ناجائز قرار دے دو۔ اور یہ بھی لکھا کہ عثمان کے شیعوں اور اُن کی حکومت کو صحیح ماننے والوں پر اور اُن لوگوں پر جو عثمان کے فضائل ومناقب کی روایت کریں نظر رکھو۔ اُن کو مُقرب بناؤ اور

اپنے جلسوں میں اپنے قریب جگہ دو، اُن پر لطف وکرم کرو۔ اُن کی تیار کی ہوئی حدیثیں مجھے لکھوا کر بھیجو۔ اور تیار کرنے والے کا نام اوراس کے باپ کا نام اوراُس کے طرفداروں اور متعلقین کی تفصیل لکھو۔ چنانچہ تمام گورنروں نے اس حکم پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ عثمان کے فضائل ومناقب پرروایات کے ڈھیر لگ گئے ۔اور معاویہ اس کے بدلے میں جاگیریں باغات، زمینیں، خلعتیں، پوشاک وانعامات دیتا تھا۔ تمام رعایا اس کام میں مصروف ہوگئی۔ ناکارہ اور نااہل لوگ گورنروں سے ملاقات کرتے اور عثمان کے فضائل ومناقب بیان کرتے تو اُن کا نام شاہی فہرست میں لکھا جاتا، اُسے درباری بنایا جاتا، اس کی سفارش کو پورا کیا جاتا۔ اس عملدرآمد پر ایک زمانہ گزر گیا تو معاویہ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ یقیناً عثمان کی شان میں بہت کثرت سے حدیثیں بن کر مملکت کے تمام شہروں میں اور تمام طبقات اور گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہیں۔ لہٰذا میرا یہ فرمان ملتے ہی آپ لوگ صحابہ اور اوّل دونوں خلفا کی شان میں احادیث تیار کرنے کے لئے لوگوں کو عام دعوت دے دو۔ اور اگر انہیں ابوترابؑ کی شان میں کوئی حدیث ملے تو اُسی کی مثل صحابہ کے لئے حدیث بناؤ۔ اور ابوتراب والی احادیث میں کمزوری ونقص پیدا کراؤ۔ اور ایسی تمام احادیث بھی مجھے ارسال کرو۔ یہ عمل درآمد مجھے بہت ہی محبوب اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ اور علیؑ اور اُن کے شیعوں کی ہمت توڑنے اور اُن کو مشکلات میں الجھانے والا ہے اور عثمان کی فضیلت والی حدیثوں سے بھی زیادہ تکلیف دینے والا ہے۔ معاویہ کے یہ خطوط متعلقہ لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے ۔ لہٰذا صحابہ کی شان میں دھڑا دھڑ حدیثوں کے انبار تیار ہونے لگے۔ اور انہیں منبروں سے نشر کیا جانے لگا۔ حالانکہ وہ سب بے حقیقت اور جھوٹی روایات تھیں ۔ مدرسوں میں تعلیم دی گئیں تاکہ استاد بچوں کو قرآن کی طرح پڑھائیں اور حفظ کرائیں ۔معلمین نے اپنی اور دوسرں کی بیٹیوں اور ازواج کو پڑھایا۔ نوکروں چاکروں اور امیروں غریبوں میں تعلیم کیا یہاں تک کہ یہ نشرواشاعت برابر جاری رہتی چلی گئی۔

پھر معاویہ نے اپنے گورنروں کو ایک ہی مضمون کا خط تمام ممالک میں ارسال کیا اور تمام ذمہ دار افسروں کو لکھا کہ جس شخص کے متعلق یہ ثبوت فراہم ہوجائے کہ وہ علیؑ اور اہلؑ بیت سے محبت رکھتا ہے تو ایسے تمام لوگوں کے نام فہرستوں سے کاٹ دو، اُن کے وظائف اور عطیات بند کردو، اُن کا آزوقہ ورزق بند کردو۔ اور ایک دوسرا تائیدی حکم بھی بھیجا کہ جس شخص پر علیؑ اور اہل بیتؑ اور اُن کی قوم کی محبت کی تہمت لگ جائے اور وہ اُن کی حکومت کے قائل ہوں اُن کو اذیت پہنچاؤ۔ اُن کے مکانات مسمار کر دو۔ یہ بلا سارے عراق اور کوفہ میں شدت کے ساتھ پھیل گئی۔ حد یہ تھی کہ کوئی شیعہ شخص اگر کسی سے ملنے جاتا تو جب تک اُس کے ہمدرد ہونے کا یقین نہ کرلیتا اس کے مکان میں داخل نہ ہوتا تھا۔ اس کے نوکروں اور متعلقین سے بھی خوفزدہ رہتا تھا۔ اور جب تک سخت قسمیں اور معاہدہ نہ کرلیتا کوئی راز کی بات نہ کہتا تھا۔ لہٰذا اس عملدرآمد کے بعد بے روک ٹوک گھڑی ہوئی حدیثیں صحابہ کے حق میں پھیلا دی گئیں۔ بہت سے بہتان اور تہمتیں علیؑ واہلؑ بیت کے خلاف مرتب کی گئیں۔

اُن ہی جھوٹی روایات پر فقہا و مجتہدین اور قاضی اور تمام حکام چلے اور اُن ہی کے مطابق مذہب تیار ہوتا گیا۔ اور اس کے سب سے زیادہ پابند اور اس جھوٹے ذخیرہ کو قابل اعتماد بنانے والے وہ مقدس لوگ تھے جو بڑے خشوع اور خضوع سے عبادتیں کرتے تھے، قرأتیں کرتے تھے اور ہر موقعہ کے لئے موزوں مضمون کی احادیث جڑتے رہتے تھے۔ تاکہ وہ افسروں اور والیان شہر وحکومت کا قرب حاصل کریں اور ہر ممکن استفادہ کریں، مال و جائداد و مکانات حاصل کریں۔ یُوں یہ من گھڑت روایات حدیث بن کر ایسے لوگوں تک جا پہنچیں جو دیندار اور نیک لوگ تھے اور جھوٹ اور بہتان کو برا سمجھتے تھے۔ اُن لوگوں نے اُن کو صحیح احادیث سمجھ کر اُن پر عمل کیا اُن کو موقعہ بموقعہ روایت کرکے آگے بڑھایا۔ اگر انہیں یہ علم ہوتا کہ یہ سب باطل ہیں تو وہ ہرگز ان کو اختیار نہ کرتے اور دوسروں میں نہ پھیلاتے۔ یہ کاروبار اسی طرح چلتا چلا جارہا تھا کہ حسنؑ بن علیؑ کا انتقال ہوگیا۔ اُن کے بعد یہ بلا اور تیز تر ہوکر پھیلی اور ایک بھی شیعہ ایسا نہ رہا جو ہر وقت اپنے قتل ہوجانے اور جلاوطنی کا یقین نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح جناب ابن عرفہ نے جو کہ نفطویہ کے نام سے مشہور اور بہت بڑے محدث اور اعلیٰ درجہ کے علما میں سے ہیں یہ روایت کیا ہے اور مندرجہ بیان کی تائید میں کہا ہے کہ صحابہ کے فضائل میں بیان کی ہوئی جھوٹی احادیث کا اکثر حصہ بنی امیہ کے زمانہ میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کاروبار سے متعلقین کو یہ فائدہ تھا کہ وہ اس طرح بنی امیہ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ اور بنی امیہ یہ سمجھتے تھے کہ صحابہ کی شان میں جھوٹی احادیث گھڑوانے سے وہ بنی ہاشم کی ناک رگڑتے اور اُن کا زور توڑتے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 16-15)

قارئین کرام یہاں رک جائیں اور نہایت مختصر طور پر ہماری دو باتیں سُن لیں تاکہ مندرجہ بالا بیان کی تائید میں آنے والے دیگر بیانات سے پورا پورا اثر لیا جاسکے اور وہ تقاضہ سامنے آسکے جو اس بیان سے مطلوب ہے۔

اوّل: اس بیان سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کے اثر اور اُن کے اسلامی تصور کو دنیا سے مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی سے مہم شروع ہوگئی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ مہم تیز تر اور سخت و شدید تر ہوتی گئی۔ علی وآل علی علیہم السلام اور اُنکے پیروؤں کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ اُس سے قطع نظر کرکے یہ یاد کرلیں کہ علیؑ و اولادِ علیؑ کے مقابلہ میں جو حضرات آئے یا آج مدمقابل ہیں اُن کے مذہبی ریکارڈ پر یقین واعتماد ناممکن ہے۔ اور اگر ہمارا فیصلہ کثرت سے نہیں بلکہ ملکی عدالت سے کرایا جائے تو ہمارا مخالف محاذ مع اپنے مذہب کے خود اپنے ریکارڈ سے باطل ثابت ہوجائے۔

دوم: قارئین اس بیان سے سبق سیکھیں اور اس کی تیاری کریں کہ اگر کثرت الناس کی غلط فہمی دور نہیں ہوتی اور یہ مفسدہ پرداز و دین فروش مفتی حضرات عوام کا ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں تو پھر آپ ہر وقت اُس مُوڈ میں رہیں جو ہماری عزاداری کی اصلی غرض ہے۔ یعنی اپنی جان و مال و گوشت اور خون کی قربانی اور مال و اولاد و مکانات کی تباہی۔ جلاوطنی قتل و

غارت کا مقابلہ کرنے کے لئے نئے انداز اختیار کریں اور ایک دفعہ پھر اسلام اور اپنے راہنماؤں علیہم السلام پر قربان ہوجانے کا آج ہی سے انتظام کریں اور اُن روباہ صفت ملانٹوں کو سر میدان یہ دکھانے کی تدبیریں سوچیں کہ ہمیں عزاداری اور تلوار وقمہ کے ماتم نے تمہارے ہی لئے تیار رکھا تھا۔آؤ ہمیں قتل کرو آؤ ہمارے گھر جلاؤ آؤ ہمارے بچوں کو اور ہمیں پیاسا رکھو۔اور دیکھو کہ مذہب حق کس طرف ہے؟ اور جہلا وحُمقا وگمراہ کس طرف ہیں؟ مختصر یہ کہ آج ایک اور کربلا کی ضرورت ہے، جس کی قیادت کے لئے آج بھی بقیۃ اللہ قائم آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم موجود ہیں۔

(3) مذہب باطل کی تائید میں شیعوں کا قتل عام؛ علامہ احمد امین اور پرویز

مندرجہ بالا بیان ذرا پرانا ہے۔اس لئے ہم ادارہ طلوع اسلام مسٹر پرویز کی پسندیدہ اور شائع کردہ کتاب فجر الاسلام مؤلفہ علامہ احمد امین مصری کی تازہ تر تحقیق پیش کر کے دکھاتے ہیں کہ اس دنیا میں مذہب حق اور اُس کے پیرووں کو دنیا سے مٹانے اور اسلام کے نام پر مذہب باطل کو برقرار رکھنے کے لئے کیا کیا ہوا؟ چنانچہ چند مقامات ملاحظہ ہوں۔

(الف) غلط اور غیر مستحق لوگوں کو صحیح لیڈر بنانے کا سرکاری انتظام

''بنواُمیہ نے حضرت علیؑ اور دیگر ہاشمی صحابہ کو چھوڑ کر تمام صحابہؓ کے فضائل میں اور خصوصاً حضرت عثمانؓ کے فضائل میں حدیثیں گھڑیں۔'' (فجر الاسلام صفحہ 773)

(ب) مذہب حقہ کے پیرووں کا قتلِ عام اور مذہب باطل کے لئے حدیث سازی

1 ''زیاد بن سمیہ، شیعوں کو چُن چُن کر پکڑتا تھا۔کیوں کہ اُسے اُن کا پورا حال معلوم تھا۔کیونکہ حضرت علیؑ کے دورِ حیات میں وہ خود اُن کے ساتھ رہ چکا تھا۔چنانچہ زیاد نے ہر پتھر اور ہر ڈھیلے کے نیچے (سے چھپے ہوئے شیعوں کو) قتل کیا۔اور اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کاٹ کر انہیں انتہائی خوفزدہ کر دیا تھا۔اُس نے اُنکی آنکھوں میں سلائیاں (آگ میں لال کر کے) پھیریں۔انہیں کھجوروں کے تنوں پر سولیاں دیں۔انہیں منتشر کر کے عراق سے اس طرح ملک بدر کیا کہ وہاں کوئی مشہور ومعروف شیعہ باقی نہیں رہا۔امیر معاویہ نے اپنے تمام گورنروں کو ہر طرف لکھ دیا تھا کہ شیعان علیؑ اور اہلؑ بیت کے کسی آدمی کی شہادت قبول نہ کی جائے۔امیر معاویہ نے تمام گورنروں کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ دیکھو تمہارے علاقہ میں حضرت عثمانؓ کے ہوا خواہ، خیر خواہ اور بہی خواہ کون کون لوگ ہیں؟ ایسے لوگ کتنے ہیں؟ جو حضرت عثمان کے فضائل اور مناقب بیان کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اپنی مجلسوں میں اپنے قریب جگہ دو۔اور اُنکی پوری پوری عزت کرو۔اور ایسے آدمیوں کی تمام روائتیں مع اُنکے ناموں، اُنکے باپ اور خاندان کے ناموں کے مجھے لکھ بھیجو۔چنانچہ تمام گورنروں نے اس حکم کی تعمیل کی چنانچہ اس طرح حضرت عثمان کے مناقب اور فضائل بکثرت بیان کئے جانے لگے۔کیونکہ ایسا کرنے سے

امیر معاویہ ایسے لوگوں پر برابر انعام واکرام کی بارشیں کرتے رہتے تھے......(کافی حقائق چھوڑ کر لکھتے ہیں کہ) امیر معاویہ نے اپنے گورنروں کو یہ بھی لکھ بھیجا تھا کہ تحقیق وتفتیش کرو۔ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حضرت علیؑ اور اُنکے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں اُنکا نام دیوان سے کاٹ دو اور اُنکا روزینہ اور وظیفہ بند کردو۔ بنوامیہ کے بعد عباسیوں کا دور آیا تو یہ شیعوں کے حق میں بنوامیہ سے بھی دس قدم آگے نکلے۔''(فجر الاسلام صفحہ 771-773)

اس سے پہلے لکھا ہے کہ بنوامیہ نے:

2 ''ہر طرف انہوں نے شیعوں کا پتہ لگانے کے لئے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ اور انہوں نے شیعوں کو بری طرح پامال کیا۔ اُنہوں نے امام حسنؑ کے خلاف سازش کی۔ اُن کے پہلو میں خنجر مروایا۔ لیکن وہ اس زخم سے بچ گئے۔ پھر امام حسنؑ کی فوج میں اُنہوں نے بددلی پھیلائی۔ حتّٰی کہ وہ انہیں چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ پھر امام حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ اس کے بعد چن چن کر اہلبیتؑ کو ذلیل وخوار کرایا۔ کہیں انہیں قتل کیا، کبھی کوئی تہمت لگا کر اُن کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے۔ جس شخص پر انہیں شیعان علیؑ میں سے ہونے کا گمان ہوا اُسے قید کر دیا۔ اس کا مال واسباب لوٹ لیا۔ اُس کا گھر گروا دیا۔ عبیداللہ بن زیاد یعنی قاتل حسینؑ کے زمانہ میں تو عرصہ حیات اُن پر تنگ ہو گیا تھا۔ زیاد کے بعد حجاج آیا۔ جس نے بہت بُری طرح انہیں قتل کیا۔ اور ہر تہمت اور سازش میں اُن کو پکڑا۔ حتّٰی کہ اُس (ملعون) کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر کسی شخص کے متعلق اُس کے سامنے کہا جاتا تھا کہ وہ زندیق یا کافر ہے تو یہ بات اُسے اس سے کہیں زیادہ گوارہ تھی کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ شیعۂ علی میں سے ہے۔''(فجر الاسلام صفحہ 771-770)

(ج) مذہب باطل کے سربراہوں نے ہمیشہ اپنے مخالف کے خلاف جھوٹی احادیث گھڑیں

فجر الاسلام میں علامہ محمد امین احمد مرحوم نے حسب ذیل عنوان قائم کیا ہے:

''خوارج کے خلاف وضع حدیث کی گرم بازاری'' :''مہلب بن ابی صفرہ نے خارجیوں کے خلاف جن ہتھیاروں سے جنگ کی تھی اُن میں سے ایک ہتھیار یہ بھی تھا کہ اُن کے خلاف زور شور سے حدیثیں گھڑی گئیں۔ وہ خود بھی اُن کے خلاف حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ تاکہ اس طرح اپنی قوم کی ہمت اُن حدیثوں سے بلند کر سکے۔ اور خارجیوں کی قوت وشدت کو ضعیف اور کمزور بنا سکے۔''(فجر الاسلام صفحہ 737)

(4) اہلِ انصاف وعدالت سے چند سوالات اور حق وباطل کا فرق؟

اگر آپ نے علامہ مودودی کے بیان سے لیکر یہاں تک مسلسل اور بغور مطالعہ کیا ہے؟ تو چند چیزیں ضروری نوٹ کی ہوں گی۔

اوّل یہ کہ جب محبان علی اور اہل بیت علیہم السلام یعنی شیعوں کو برابر قتل کیا جاتا رہا اور اُن میں سے کوئی سربرآوردہ اور

مشہور ومعروف شیعہ باقی نہ چھوڑا گیا تو یہ کہنا کہ شیعوں نے دین اسلام کو بدل دیا، تمام احادیث کی کتابوں میں اور تاریخ کے واقعات میں ردوبدل کر دی، کہاں تک صحیح اور ممکن ہوسکتا ہے؟ غیر معروف اور جاہل شیعہ جس کو کسی حیثیت سے بھی لوگ نہ جانتے ہوں کیا اس قابل ہوسکتے ہیں کہ تمام مخالف علما کو فریب دے کر اُن کی تصنیفات کو تبدیل کر دیں؟ چنانچہ یاد رکھیں کہ یہ اور اس قسم کی تمام ہی باتیں اُسی قسم کی سازش ہے جس کا تذکرہ ابھی ابھی زیاد اور ابن زیاد کے حربوں میں ہو چکا ہے۔ یعنی شیعوں کے مخالفین شیعوں کو مٹانے کے لئے اُن کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا نہ شیعوں کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ تاریخ یا حدیث کو بدل ڈالیں نہ یہ ممکن تھا کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑ کر اپنا کاروبار چلائیں۔ البتہ اہل خلاف کی حکومت تھی، کثرت تھی اُن کے قابو میں دولت تھی، کاغذ تھا۔ اہل قلم خریدے ہوئے تھے، تلوار و تباہی اُن کے قابو میں تھی، وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ اور اُنہوں ہی نے دین کو تبدیل کیا، جھوٹی تاریخ وحدیث تیار کی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کون سا ایسا لالچ یا مفاد تھا؟ جس کو حاصل کرنے کے لئے شیعہ اپنی جان و مال واولاد کو بے دریغ قربان کرتے اور ہر مصیبت کو برداشت کرتے چلے آئے؟ اور اپنے مذہب اور محبت اہلؑ بیت پر قربان ہوتے رہے۔ اور اُس مذہب ومسلک کو اختیار نہ کیا جس کو اختیار کرنے سے خود محفوظ رہتے اور دولت وعزت وحکومت کا تقرب حاصل ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے؟ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ باطل مذہب یا باطل راہنماؤں کے لئے شیعوں نے وہ سب کچھ سہا اور خوشی خوشی برداشت کیا۔ جس کا ہزارواں حصہ جب ابوحنیفہ اور دیگر علما کے اوپر وارد ہوا تو دست بستہ معافیاں مانگ کر جان بچالی؟ اور تبدیلی مسلک و مذہب کا اعلان کر دیا؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا علی واولاد علی اور اہل بیت رسول علیہم السلام کا مذہب ومسلک وہی تھا؟ جو اُن کے مدمقابل صحابہ کا تھا؟ اگر وہی مذہب دونوں کا تھا؟ تو یہ مسلسل تنازع؛ جنگیں اور اعلانِ بیزاری وگمراہی کیوں تھا؟ کیا 11 ہجری سے لے کر 61 ہجری تک علیؑ واہلبیتؑ کی سمجھ میں اُن کی غلط فہمی یا اجتہادی غلطی آئی ہی نہ تھی؟ کیا اُن کو اپنی غلط فہمی کو سمجھنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا؟ پھر اگر مخالف محاذ حق پر تھا؟ تو اُن کو تبدیلیٔ شریعت اور شریعت سازی اور جھوٹی احادیث گھڑنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہوگیا، اور جو کمی ہے ابھی ابھی پوری کی جائے گی کہ معاویہ نے صحابہ ثلاثہ کی شان میں احادیث گھڑوا کر پھیلائی تھیں تو اب وہ کون سی مشین ہے جس سے علیؑ واہل بیتؑ کے مخالف محاذ کے ریکارڈ میں سے حق وباطل کو الگ الگ کیا جا سکے؟ اور اسی سے؛

پانچواں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مخالف محاذ کی یہ تگ ودو، حدیث سازی، شریعت سازی اور کروڑوں مسلمانوں کا قتل عام اُس صورت میں بھی ہوتا اگر علی علیہ السلام کا وجود نہ ہوتا؟ یا وہ اپنے قول وفعل سے اپنے مدِّ مقابل گروہ کی تائید ہی کرتے اور

کسی قسم کی مخالفت ظاہر نہ ہوتی؟ واقعات وحالات سے واقف ہر شخص کہے گا کہ ایسی صورت میں جب کہ علیؑ ہی کا وجود نہ ہوتا تو وہ آیات واحکامات واحادیث بھی نہ ہوتیں جو حضرت علیؑ سے متعلق ہیں۔ پھر مخالف محاذ کو نہ شریعت سازی کی ضرورت ہوتی نہ کسی صحابی کی شان میں احادیث بنوانے کی احتیاج ہوتی۔ بہرحال عربوں کا سارا انتظام اور پوری دوڑ بھاگ اُس تصورِ اسلام سے محفوظ رہنے کے لئے تھی جو آج تک مذہب شیعہ پیش کرتا ہے اور اُس وقت حضرت علیؑ اور اولادِ علیؑ پیش کرتے رہے۔ اور اُنہیں دنیا کی کوئی طاقت اظہارِ حق سے نہ روک سکے گی۔

(5) اسلام کی صورت بگاڑنے اور ملکی حکومت ومذہب کی تائید میں حدیث سازی

قارئین کرام علامہ غلام احمد پرویز سے واقف ہوں گے۔ یہ حضرت اُن تمام علما کا مجسم نمونہ ہیں جو شریعت سازی کو ہر زمانہ میں جائز سمجھتے رہے۔ اور شریعت سازی اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک قرآن کریم اور حدیث کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ لہٰذا وہ سب حضرات جو شریعت سازی کرتے رہے یا آج تازہ بتازہ شریعت گھڑنے پر زور دیتے ہیں، ہر زمانہ میں منکرین حدیث کہلاتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ تمام احادیث کا انکار نہیں کرتے۔ مگر منکر حدیث اس لئے کہلاتے ہیں کہ وہ صرف اُس حدیث کو صحیح مانتے ہیں جو اُن کی شریعت سازی اور اُن کے مقصد کی تائید کرتی ہو۔

(الف) علمائے اہلسنت کے تحقیقی فیصلے: ہم مسٹر پرویز کے قلم سے علمائے اہلسنت کے تحقیقی فیصلے اور حدیث سازی پر چند جملے لکھتے ہیں۔

وہ عنوان جس پر حدیث سازی ہوئی	پرویز اور علمائے اہل سنت کا فیصلہ
1: ''زیارت قبر نبیؐ''	''ایک حدیث بھی صحیح نہیں''
2: ''فضائل آئمہ اربعہ (ابوحنیفہ، امام مالک وامام شافعی اور امام احمد حنبل)''	''ایک حدیث بھی صحیح نہیں''
3: ''فضائل عرب اور زبان عربی''	''ایک حدیث بھی صحیح نہیں''
4: ''مذمت عجم اور زبانِ عجمی''	''ایک حدیث بھی صحیح نہیں''
5: ''فضائل ابدال واوتاد وقطب اور غوث''	''ایک حدیث بھی صحیح نہیں''
6: ''صوفیہ کی کل مشہور حدیثیں''	''موضوعات (خودساختہ ہیں'')
7: ''فضائل صحابہؓ''	''اکثر حدیثیں موضوع ہیں''
8: ''مناقب اہل بیت''	''اکثر حدیثیں موضوع ہیں''
9: ''ہدیہ دینے اور تحفہ دینے کی فضیلت''	''اکثر حدیثیں موضوع ہیں''

10: ''فضائل درود'' ''اکثر حدیثیں موضوع ہیں''

11: ''نبیؐ کی مدح وثنا'' ''اکثر حدیثیں موضوع ہیں''

12: ''احمد بن حنبل نے فرمایا کہ تین (قسم) کی کتابیں ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ 1: مغازی 2: ملاحم اور 3: تفسیر''
(مقام حدیث حصہ اوّل صفحہ 223-220)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ 241 ہجری مطابق 855 عیسوی تک جتنی کتابیں غزوات یعنی وہ کتابیں جو رسولؐ اللہ کے جہاد کی تفصیل پر اور قرآن کی تفصیل وتفسیر پر اور باقی دوسری قسم کی جنگوں اور رزم آرائی پر لکھی گئی تھیں وہ سب احمد بن حنبل کے نزدیک جھوٹ کا پلندہ تھیں۔ یہ جھوٹ کا پلندہ اورانبار کیوں تیار کرایا گیا؟ جواب میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ یہ گنتی کے چند سر پھرے لوگ ہیں۔ ورنہ علمائے اہل سنت کی کثرت مندرجہ بالا تمام عنوانات اور متعلقہ حدیثوں کو صحیح سمجھتی ہے۔ بہرحال یہ معلوم ہوتا جارہا ہے کہ قرآن وصاحبانؑ قرآن کے اسلام کو مفادِ ملکی وقومی کے لئے مفید بنانے میں انبار در انبار کذب وجعلسازی کی گئی تھی۔

(ب)۔ جھوٹی حدیثیں تیار کرنے کے وہ اسباب جن کو بیان کرنے میں خطرہ محسوس نہ کیا

علامہ خضری کی کتاب تاریخ التشریع الاسلامی (اسلامی شریعت سازی کی تاریخ) کا ترجمہ تاریخ فقہ اسلامی (مترجمہ عبدالسلام ندوی) میں حدیث گھڑنے کے بہت سے اسباب میں سے چند ملاحظہ ہوں:

1: ''جاہل عبادت گزار لوگوں نے بزعمِ خود نیک اور دینی کام سمجھ کر فضائل اور مذہبی ترغیبات کے متعلق حدیثیں وضع کیں۔''

یہ ایک عالمانہ فریب ہے کہ اُن حضرات کو جاہل لکھا جائے جو اپنی سوجھ بوجھ اور علمی قدرت سے ایسا کلام پھیلا سکیں جو کلام رسولؐ سمجھ کر اختیار کرلیا جائے۔ لہٰذا یہ حدیث ساز گروہ عالم وفاضل وقابل وعابد ومتقی اور صاحبان اثر لوگ تھے۔

2: ''بدکار محدثین نے عجیب عجیب حدیثیں بیان کرنے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے حدیثیں بنائیں۔''

یہ بھی غلط ہے۔ بدکار لوگوں کی بات کوئی نہ مانتا۔

3: ''بعض لوگوں نے اہل دنیا کی خواہشوں کی پیروی اور اُن کے افعال پر شرعی عذر (پردہ ڈالنے) قائم کرنے کے لئے جعلی حدیثیں بنائیں۔''

4: ''سیاسی اختلاف اور مذہبی تعصب کی بنا پر اپنے عقائد واعمال کی تائید میں جھوٹی حدیثوں کی روایت کرنا اپنے لئے جائز کرلیا تھا۔'' (تاریخ فقہ اسلامی صفحہ 204-203)

5: ''اس کے علاوہ خلفاء سیاست شرعی اور مصلحت عامہ کے پیش نظر قرآن وحدیث کے بعض احکام تبدیل کرنے میں بھی

پس وپیش نہ کرتے تھے۔‘‘ (فلسفہ التشریع فی الاسلام کا ترجمہ، فلسفہ شریعت اسلام مترجمہ مولوی محمد احمد رضوی صفحہ 197)

اس سلسلے کی آخری اور پتہ کی بات سنئے:

6: ’’شرع اسلامی خلیفۂ وقت کے (اپنے ذاتی) مذہب اور عقائد سے بھی متاثر ہوتی رہی ہے۔ کیوں کہ خلیفہ کسی ایک مذہب کی تقلید کرنے یا ایک طریقۂ اجتہاد اختیار کرنے کا حکم صادر کردیتا تھا۔‘‘ (ایضاً صفحہ 197)

قارئین جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر سے لے کر خلفا اُسی مسلک پر چلے اور پبلک کو اُسی پر قائم رکھنے کی جدوجہد کی جو حضرت عمر کی بصیرت سے تیار ہوا تھا۔ اور یکے بعد دیگرے سب نے پوری قوت کے ساتھ اُسی مسلک و مذہب وشریعت کی تائید وتشریح وتنفیذ جاری رکھی یہاں تک کہ بقول مودودی ’’19 ویں صدی تک وہی قانون شریعت و مذہب جاری رہا۔‘‘ جو آج بھی مُلّا ازم کا ہر مُلّا نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اور حضرت معاویہ وغیرہُم کی طرح تمام مخالفین کو مجبور کر کے اُسی مسلک پر لانا چاہتا ہے۔

(6) مذہبِ علیؑ وشیعانِ علیؑ اور مذہبِ معاویہ

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ ہمارے مخالف محاذ کے مذہب وعقائد میں قرآن مفصل ومکمل کتاب نہیں ہے۔ یعنی اُس میں قیامت تک آنے والے انسان کے سوالات وضروریات کا جواب اور تدارک موجود نہیں۔ آنحضرتؐ کو وہ (معاذ اللہ) خطا کار مجتہد سمجھتے ہیں۔ انسانی رائے اور قیاس کو قرآن وحدیث پر حاکم بناتے ہیں۔ خودساختہ پرداختہ دین کو اسلام اور اسلامی شریعت کہتے ہیں۔ اسی لئے اُن کا ہر حاکم اپنی مصلحت کے ماتحت قرآن وحدیث کے احکام کو تبدیل کرنے، قرآن وحدیث کے احکام کو منسوخ اور معطل کرنے، جھوٹی احادیث تیار کرنے اور کرانے اور قرآن وحدیث کے خلاف احکام جاری کرنے اور مصلحت کے ماتحت اجتہادی شریعت تیار کرنے کو جائز سمجھتا رہا ہے۔

یہاں ہم اپنے مخالف محاذ کے ریکارڈ سے حضرت امیر معاویہ اور جناب محمد بن ابی بکر کی خط وکتابت پیش کر کے قدیم ترین عقائد وتصورات کو سامنے لاتے ہیں۔ تاکہ عوام الناس یہ دیکھ لیں کہ حضرت علیؑ اور اُن کے شیعوں کی کیا پوزیشن تھی؟ ہم وہ خط نقل نہیں کریں گے جو حضرت محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو لکھا تھا۔ اس لئے کہ معاویہ کے جواب سے وہ بنیادی اعتراضات و بیانات واختلافات واضح ہوجاتے ہیں جو حضرت محمد بن ابی بکر نے اپنے خط میں لکھے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ ہمیں اختصار کی بہت فکر ہے۔ سُنئے کہ جب معاویہ کو خط ملا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ:

فكتب اِليه معاوية: من معاوية بن صخر اِلٰى الزارى عَلٰى ابيه محمد بن ابى بكر ۔اما بعد اتانى كتابك تذكر فيه ما الله اهله فى عظمته و قدرته و سلطانه وما اصطفٰى به رسول الله صلى الله عليه وسلم و على آله، مع كلام كثير لك فيه تضعيف، ذكرت فيه فضل ابن ابى طالب و قديم سوابقه و قرابته اِلٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم و مواساته ايّاه فى

كل هول و خوف ـ فكان احتجاجك عَلِيَّ و عيبك لى بفضل غيرك لا بفضلك فاحمد رَبًّا صَرَفَ هٰذَا الفضل عنك وجعله لِغَيْرك ـ فقد كُنَّا و ابوك فينا لعرف فضل ابن ابى طالب و حَقَّهُ لَازِمًا لَنَا مَبْرُوْرًا عَلَيْنَا ـ فلمّا اختار اللّٰه لِنبيهٖ عليه الصلوٰة والسلام ماعنده و اتم له ما عده وَاظهر دعوته فابلج حجته وقبضه اللّٰه اليه صلوة اللّٰه عليه كان ابوك و فَارُوْقه اَوَّلُ مَنْ ابتزه حقه و خالفه عَلٰى امره عَلٰى ذلك اتفقا و اتسقا ثُمَّ اِنَّهُمَا دعواه اِلٰى بيعتهما ـ فَأبطٰا عنهما و تلكا عليهما ـ فَهَمَّا به الهموم وارادا به العظيم ثُمَّ انَّه بايع لهما و سلم لهما اواقاما لا يشركانه فى امرهما ولا يطلعاته على سِرِّهِما حتّٰى قبضهما اللّٰه ـ ثُمَّ قَامَ ثالثهما عثمان ـ فَهَدَى بِهَديهما وَسَارَبسيرهما فعبة انت وصاحبك حتى طمع فيه الا قاصى من اهل المعاصى وَاظهر تماعدا و تكما حتى بلغتما فيه مناكما ـ فخذ جذرك يا ابن ابى بكر و قس شبرك بفترك يقصر عن ان توازى و تساوى من يزن الجبال بحِلمه لا يلين عن قسرقناته ولا يدرك ذُومقال اناته مهد مهاده و بنى لملكه و شاده فان يك مانحن فيه صوابا فابوك استبدّ به و نحن شركاؤهُ ولو لا ما فعل ابوك من قبل ما خالفنا ابن ابى طالب لسلمنا اليه ولكنّا رأينا اباك فعل ذلك به من قبلنا فاخذنا بمثله ـ فعب اباك بما بدلك اود ع والسلام علٰى من اناب ـ" (مروج الذھب)

"یہ خط معاویہ بن صخر کی طرف سے محمد بن ابی بکر کے نام ہے جس نے اپنے والد کی عیب جوئی کی ہے۔ واضح ہو کہ تو نے اپنے خط میں اللہ کی اُس عظمت وقدرت وحکومت کا ذکر کیا ہے جو اُس کی شان کے لائق ہے۔ اور تم نے وہ حمد وثنا لکھی ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسوؐل کو مخصوص فرمایا ہے۔ اور اسی تذکرے کے ساتھ ساتھ تم نے ایسی بہت سی باتیں بھی لکھ ماری ہیں جن سے تمہاری اور تمہارے باپ کی کمزوری اور مقام سرزنش وملامت ظاہر ہو گیا ہے۔ تم نے اپنے خط میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کی فضیلت، سابقیت اور قرابت قریبہ اور خطرناک حالات میں رسولؐ اللہ سے فداکاری اور فیاضی کے سلوک کا بھی ذکر لکھا ہے مگر یہ وہ فضائل ہیں جن سے تو خالی ہے۔ اور میں اس لئے خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں کہ اُس نے اُس فضیلت کو تجھ سے دُور رکھا اور تیرے علاوہ دوسرے شخص کو مرحمت فرمادی۔ ہم سب مع تیرے باپ کے علیؑ بن ابی طالبؑ کے فضائل اور اُن کے مقام پر مطلع تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے حقوق کی ادائیگی ہم پر لازم اور اٹل ہے۔ چنانچہ جب اللہ نے آنحضرؐت کو نبیؐ کی حیثیت سے اختیار فرمالیا اور انہیں وہ سب کچھ دے دیا جو اس کے پاس تھا۔ اور جو وعدے کئے تھے وہ پورے کر دیئے اور اُن کا مشن ہر طرف پھیل کر غالب آگیا تو اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنے پاس بلالیا۔ اُس وقت تیرا باپ اور اُن کا فاروق ہی تو وہ اوّلین ہستیاں تھیں جنہوں نے علیؑ کو اُنکے حق سے جدا کیا۔ اُنکی حکومت کی مخالفت کی اور اُن دونوں نے اس سلسلے میں اتفاق واتحاد جاری رکھا اور حکومت سنبھال لینے کے بعد علیؑ کو اپنی بیعت کرنے کو کہا۔ چنانچہ علیؑ عرصہ دراز تک کنارہ کش رہے اور انہیں اُن کے حال پر چھوڑے رکھا۔ پھر اُن دونوں نے علیؑ کے خلاف بڑے اہم اور تباہ کن منصوبے بنائے تو علیؑ نے اُن کی بیعت کرلی اور پُرامن رہنے لگے۔ مگر اس کے باوجود اُن دونوں نے علیؑ کو اپنے کسی معاملہ میں شریک نہ کیا اور نہ اپنے خفیہ

منصوبوں پرانہیں مطلع کیا۔ یہاں تک وہ دونوں اپنی اپنی باری آنجہانی ہوگئے اوراُن کی جگہ اُن کا تیسرا جانشین ہوگیا۔ چنانچہ عثمان نے اُن ہی دونوں کی ہدایات پرعمل کیا اوراُن ہی کی سیرت پرکاربند رہا۔لیکن تو نے اور تیرے صاحب علیؑ نے عثمان میں اتنے عیب نکالے اوراپنی عداوت کوتم دونوں نے اس قدر اچھالا کہ تمام بدکردار لوگوں کواس کی مخالفت کی طمع پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ تم دونوں کامیاب ہوگئے۔لہٰذا اے ابوبکر کے بیٹے ذرا بچ کر دن گزارو اور اپنے جامہ سے باہر نہ نکلو، اپنی بالشت کواپنی انگلیوں سے بڑی نہ سمجھو۔تم اُس شخص کے متوازی اور مساوی ہوجانے کا خبط رکھتے ہو جس کے بردباری اور تحمل سے پہاڑوں کوتولا جاسکتا ہے۔لہٰذا زیرِنظر مسئلہ اگر ٹھیک ہے تو تیرے ہی باپ نے جبراًاس کی ابتدا کی تھی۔البتہ ہم سب اُن کے شریک کار تھے۔اگر تیرا باپ پہلے ہی ایسا نہ کرچکا ہوتا تو ہم علیؑ سے مخالفت نہ کرتے بلکہ اُن کی حکومت تسلیم کر لیتے۔لیکن ہم نے دیکھا کہ تیرا باپ علیؑ کے ساتھ یہ کرگزرا۔لہٰذا ہم نے اُن ہی کے مثل رویہ اختیار کرلیا۔چنانچہ اپنے باپ کی مذمت کرو یااس سے باز رہو۔والسلام

(7) فاروقی شریعت کی تکمیل پر چند توجہ طلب جُملے

ہمیں بڑی مسرت ہے کہ بفضل خدا کتاب کا یہ حصہ اس حد تک مکمل ہوگیا کہ آج کے بعد یہ دعویٰ نہ کیا جائے گا کہ ہمارے مخالف محاذ کے پاس کسی زمانہ میں یا آج کل خالص اللہ ورسولؐ یا قرآن وحدیث کا لایا ہوا اسلام تھا یا ہے۔اور ہم نے اس حقیقت کا ہر پہلو معتبر ترین اہل سنت ریکارڈ سے ثابت وواضح کردیا ہے۔بس اتنا کہہ کر اسلامی نماز کا عنوان قائم کرتے ہیں کہ اہل سنت ریکارڈ کو تیار کرنے والے حضرت معاویہ اوراُن کے قبل وبعد کے خلفا وسلاطین وبادشاہ تھے۔جنہوں نے وظیفہ خوار وتنخواہ دار اہل قلم سے اپنی مرضی کے مطابق جوضروری ہوا لکھوایا اور تاریخ وریکارڈ کی تمام کتابیں مذہبِ فاروقی کی مصلحت اور تحفظ کے لئے لکھی گئیں۔اور یہ کہ مخالفین کے تیار کردہ اس ریکارڈ کی کوئی بات ہمارے مذہب کے خلاف عدالت میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔اس لئے کہ مدعی کواپنے دعویٰ کے لئے دلیل میں اپنا قول یا تحریر پیش کرنے کا حق نہیں ہوتا۔

(i) تاریخ کومرتب کرنے کرانے والے کون لوگ ہیں؟ علامہ شبلی کا فیصلہ

''وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے **اسلامی تاریخ** کا لقب دیا ہے۔سُنیوں ہی کی تصنیفیں ہیں۔اور بظاہر اُن میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔تاریخی واقعات کی نسبت ہم کواُن ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔''

(المامون قومی پریس لکھنو صفحہ 61)۔علامہ نے دبی زبان سے یہ مان لیا ہے کہ:۔

''ظاہری طور پر تو اریخ مذہبی تعصب سے خالی مگر حقیقتاً تعصب سے لبریز ہیں۔اور یہ کہ اُن میں مذہبی تحفظ کا خاص نہیں بلکہ عام

طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔'' عبارت بار بار ملاحظہ فرمائیں۔

13۔ اسلامی نماز بھی اسلام کے ساتھ ہی رُخصت کردی گئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشنگوئی کے مطابق آج جو کچھ اسلام کے نام پر باقی ہے وہ سب کچھ ہے مگر اسلامی نہیں ہے۔ گو یہ بات بھولے بھالے اور علما کے رعب سے دبے ہوئے عوام کو سمجھانا بہت ہی مشکل ہے۔ مگر ہم اس مشکل کو عملی صورت حال سامنے رکھ کر نہایت سہولت سے آسان کریں گے۔ اور عوام کو یقین دلا کر چھوڑیں گے کہ ہمارے علامہ اور خود ساختہ حجۃ اللہ حضرات نے اُمت محمدؐیہ کو اُن تمام فیوض و برکات سے محروم کردیا ہے جو نماز کے ذریعہ اور وسیلے سے ملنا بیان کیا گیا ہے۔

(1) مولانا حضرات سے سوال

(i) آپ کسی بہت مقدس اور مشہور متقی مولوی یا مولانا سے سوال کریں کہ جناب میں جو نماز پڑھتا ہوں ذرا اُسے مجھ سے سُن کر یا خود سوالات کر کے اور مجھ سے پوچھ کر میری نماز کی تصدیق کیجئے کہ میں صحیح اور وہی نماز پڑھتا ہوں جو آپ نے اور ہمارے مذہب کے دیگر علمانے سکھائی ہے۔ جب وہ حضرت تصدیق کردیں تو اُن سے ہی یہ عرض کریں کہ جناب اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: یَآ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَo (بقرہ 2/153 اور 2/45)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم صبر اور صلوٰۃ سے اعانت یا مدد طلب کیا کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ آپ تمام علما ہم سے بہر حال بہتر طریقہ پر اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ لہٰذا فلاں مشکل میں اس حکم پر عمل کر کے نماز سے مدد لے کر مشکل کو حل فرمادیں؟ یا یہ کہیں کہ حضور علامہ ڈھکو صاحب یا مفتی صاحب مجھے وہ قربت دکھائیں جو پچاس سال سے ہمہ قسمی نمازیں پڑھنے سے حضور نے آج تک حاصل کی ہے۔ یعنی کیا آپ کو وہ مقصد حاصل ہو چکا ہے جو نماز کی نیت میں قُرۡبَةً اِلَی اللّٰہِ سے ظاہر کیا جاتا ہے؟ یا اُن کو یہ آیت سنائیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

> وَصَلِّ عَلَیۡھِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمۡ ...الخ ''اُن پر نماز پڑھ یقیناً آپؐ کی نماز اُن (مومنین) کے لئے باعث سکون واطمینان وسکونت وقیام ہے۔'' (توبہ 9/103)

(ii) پھر دریافت فرمائیں کہ حضور آپ کو اور تمام نمازی مومنین کو یقیناً ایسی سکونت اور قیام حاصل ہوجانا چاہئے تھا جس میں زوال وناپائیداری ختم ہوجاتی۔ لیکن اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ جن ممالک میں علامہ اور حجۃ اللہ حضرات اور اُن کی پسندیدہ نماز پڑھنے والوں کی کثرت ہے، وہ سب پس ماندہ غیر ترقی یافتہ غیر مہذب اقوام وممالک کہلاتے ہیں اور اکثر بے نمازوں بلکہ کافروں کے دست نگر ومحتاج ہیں؟ علوم کائنات سے کورے جاہل اور کفار سے تعلیم پا رہے ہیں۔ اُن سب کو نماز سے نہ مدد ملی ہے

نہ اُنکی مشکلات میں کمی ہوئی ہے۔ نہ اللہ کے یہاں انہیں کسی قسم کا تقرب اور رَسائی ملی۔ اور نہ دنیا میں اُنہیں اور اُن کے تصوراتِ مذہبی کو قیام وسکون ملا۔ نہ غم واندوہ سے چھٹکارہ ملا۔ بلکہ ہر آنے والا دِن اُن لوگوں کیلئے تازہ مصیبت لاتا ہے۔

(iii) یہ بھی دریافت کریں کہ جناب مولوی صاحب! نماز کو مومنین کی معراج فرمایا گیا ہے اور آپ اگر زمین سے کبھی بلند ہوئے بھی ہوں گے تو وہ کافروں کا احسان ہے جنھوں نے ہوائی جہاز بنا دیا ہے؟ ورنہ معراج وعروج تو بہت بڑی بات ہے آپ تو پوری اُمت کو زوال وتباہی کے غار میں لئے جارہے ہیں۔

(iv) اللہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کثرت الناس بلکہ ہمہ قسم کی کثرت تمہارے ساتھ ہو گی۔ اور تمہارے بُرا چاہنے والے تباہ اور منتشر ہو جائیں گے (سورہ کوثر) لیکن مولانا یہ کیا بات ہے کہ نوع انسان کی کثرت تمہیں اور تمہاری وجہ سے تمام مسلمانوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے؟ اور تو اور مولانا کے اپنے ہم مسلک لوگ مولانا کو ایک گالی سمجھتے ہیں اور طرح طرح کے فعل وفاعل ومفعول کی گردانیں سناتے ہیں۔ دانشورانِ قوم وحکیمانِ امت تمہیں فتویٰ فروش کہتے ہیں:۔

ع ...... مفتی دینِ نبی فتویٰ فروش

اور ہمدردانِ ملک وملت فتنہ وفساد پھیلانے کو آپ کا دین کہتے ہیں: ع ...... دین مُلّا فی سبیل اللہ فساد

(v) یہ بھی جاننے، کہنے اور پوچھنے کی بات ہے کہ اللہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ......الخ (حٰمٓ سجدہ 41/30)

''یقیناً جن لوگوں نے اللہ کو اپنا پروردگار کہہ کر اس بات پر قائم رہے۔ اُن پر ملائکہ نازل ہوں گے اور اُنہیں خوف ورنج و ملال سے محفوظ رکھنے کی بشارت سناتے رہیں گے۔''

لیکن مولانا حضرات دن رات اللہ اکبر کے وِرد کرتے ہیں نماز تہجد بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن خود اپنے لئے اور پوری امت کیلئے ایک دردانگیز ومصیبت خیز ونفرت بیز سامان بن کر رہ گئے ہیں۔ ملائکہ تو ملائکہ ہیں ابلیس بھی اُن کے پاس آنے سے ڈرتا ہے۔

(2) اسلامی نماز کو ضائع کرنے پر چند باتیں

آج مسلمانوں کے تمام مکاتیبِ فکر کا ہر فرد جانتا ہے کہ اُن کے علما نے نماز کو فروع میں شمار کیا ہے۔ اور اسلام یا دین کو ایک کُل مان کر نماز کو اس کُل کا ایک جُز بتایا ہے۔ مولانا حضرات کی زبان میں یہ جملہ اکثر لکھا ہوا ملے گا اور آپ حضرات بھی اکثر بولتے ہیں کہ ''نماز دین کا ستون ہے۔'' مطلب وہی ہے یعنی اگر دین ایک عمارت یا بلڈنگ ہے تو اس کے بہت سے ستونوں (Pillers) میں سے نماز بھی ایک ستون (Piller) ہے۔

اہلسنت والجماعت میں تو بچوں کی تعلیم اچھی خاصی بڑی عمر میں شروع ہوتی ہے۔ مگر شیعوں کے بچوں کو نہایت کم سنی

میں دین کے اصول اور فروع یاد کرا دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کارِ خیر میں اتنی عجلت کی جاتی ہے کہ ابھی بچہ تُتلا کر پُورے پورے جملے بھی بولنے نہیں پاتا کہ اُسے اصول دین پانچ ہیں اور فروع دین چھ (یا آٹھ) ہیں، رَٹانے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے۔ اور ہر نئے آنے والے عزیز یا دوست کو اپنے دیندار ہونے کا ثبوت دینے کے لئے بچہ کو بلایا جاتا ہے۔ اور اُس کو اصول وفروع سنانے کو کہا جاتا ہے۔ حالانکہ خود بچہ کا معلم (ماں یا باپ) نہ لفظ اصول کے معنی جانتا ہے نہ فروع کا مطلب سمجھتا ہے۔ نہ اُسے یہ پتہ کہ لفظ اصول وفروع واحد ہیں یا جمع ہیں؟ اور چونکہ ننانوے فیصد (99%) ماں باپ بلا معنی رٹی ہوئی نماز اور زیارتیں پڑھتے ہیں اس لئے اُن دونوں کو یہ فکر کیوں ہو؟ کہ بچہ کو باشعور ہو جانے دیا جائے۔ تاکہ وہ عربی کے ان غیر مانوس الفاظ کو سمجھ کر یاد کر سکے۔ اور خوشی خوشی بلا کسی گرانیٔ طبع کے مذکورہ اصول وفروع کو دل میں تسلیم بھی کر سکے۔ بہر حال یہ عملی صورت حال صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ اسی طرز زندگی پر بچے پیدا ہو کر جوان ہوتے رہے بوڑھے ہو کر مرتے چلے آئے۔

ہمارا نظام اجتہاد اس قسم کے معاشرہ کے استحکام میں ہر دم تازہ کوشش کرتا چلا آیا۔ چونکہ مقلدین کو نہ دلیل مانگنے کی اجازت ہے نہ انہیں بقول مجتہدین، اتنا شعور ہے کہ وہ مجتہد کی بیان کردہ دلیل کو سمجھ سکیں۔ نہ اُنہیں زیادہ شعور کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اُن کا کام سمجھنا نہیں بلکہ جو مجتہد فرما دے اس پر عمل کرنا ہے۔ اِدھر یہ صورت حال رہی۔ اُدھر مولوی کا مدمقابل محاذ عقل وشعور وعلوم کائنات میں ترقی کرتا چلا آیا۔ یہ ترقی مجتہدین کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ ترقی پسند لوگوں اور ترقی دینے والے علوم کی مذمت کرتے رہے۔ اُنہیں کافر وملحد وبدعتی اور مشرک بناتے رہے۔ لیکن یہ ترقی معیار زندگی بلند کرنے، اور کائنات پر تسلط حاصل کرنے اور روزمرہ کی ضروریات میں مدد ومعاون تھی۔ مُلّا جی چلّاتے رہے، قتل عام کرواتے رہے، کفر ساز مشین زور شور سے گھماتے رہے مگر ترقی جاری رہی۔ مولوی چیختے چیختے تھک گیا اور ہر زمانے کی نوجوان نسل مُلّا سے اور مُلّا کے خودساختہ اور بے معنی مذہب سے متنفر ہوتی گئی۔ یہ غیر فطری، جبری اور بے سمجھی عبادتیں رفتہ رفتہ چھوٹتی گئیں۔ جوانی سے پہلے ہی مولانا اور مولوی کے خلاف سوچنا شروع کر دیا۔ ہر نئی ایجاد کو مجتہدین نے مذموم سمجھا۔ لاؤڈ اسپیکر، ٹیلیفون، وائرلیس، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، الغرض یہ ایجادات وعلوم اپنی افادیت واہمیت کی بنا پر مقبول ہوتے اور مُلّا حضرات اُسی تناسب سے مردود ہوتے چلے گئے۔ مولانا ان چیزوں سے اس لئے ناراض تھے کہ اُن کے موجد پوری نوع انسانی میں قابل قدر ومنزلت قرار پا رہے تھے۔ اور یہ خودساختہ مذہب کے راہنما کائنات کی ہر چیز کی ماہیت وخاصیت سے جاہل تھے۔ جس طرح یہ مخلوق آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی افادیت اور اہمیت سے خوفزدہ ہو کر اُن کے خلاف محاذ بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی اُس طرح کی کامیابی کے مواقع ان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اُن کے ہاتھ سے اللہ نے حکومت اور تلوار چھین لی تھی۔ انہیں ذلیل وخوار کر کے دوسری اقوام کا غلام بنا دیا تھا۔ لہٰذا یہ گروہ ناکام ہوگیا اور دنیا آگے بڑھتی اور علاماؤں اور مولویوں کو پیچھے دھکیلتی چلی گئی۔ اُن کے خودساختہ مذاہب وقوانین کے پنجے

سے نوع انسان کو نکالنے اور مذہبی استحصال سے غربا کو بچانے کے لئے کئی ایک ازم میدان میں آ گئے۔

رفتہ رفتہ مولوی گروہ جاگا اور جن چیزوں کو باطل اور کفر کہتا چلا آیا تھا اُن سے سمجھوتہ کر لیا۔ اور دانشوروں کی خوشامد کی راہ سے سیاسی رنگ میں نمودار ہوا، کرسیاں سنبھالیں۔ اور رفتہ رفتہ آزاد ہوا تو وہی مذہبی دورہ زور کرنے لگا۔ آج یہ لوگ اپنے خبیث و مردود وفرسودہ نظام کو نئے میک اپ (Makeup) کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی اُس نظام کو نظام مصطفوی کا نقاب پہنا کر سامنے لانا چاہتے ہیں، کبھی اُسے اسلامی نظام کہتے ہیں۔ لیکن اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم انہیں ہر لباس میں پہچانتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اسلام کہتے ہیں وہ طاغوتی تصورات ہیں۔ ہم جسے اسلام کہتے ہیں وہ قرآن وحدیث کے مسلمات وعقل انسانی کے معیار پر ثابت ہے اور اس میں جو احکام یا قوانین ہیں اس میں جبر کا شائبہ نہیں ہے وہ کافر و مسلم دونوں کیلئے مفید ہے۔ اُس میں کثرت ایک مذموم و مجسمہ جہالت کا نام ہے۔ طاغوتی نظام میں کثرت کو معیار حق کہا جاتا ہے۔ آئیں یہ مولوی حضرات قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر ہم سے بات کریں اور جو حق ہو اُسے قبول کریں۔ لیکن اگر یہ لوگ قرآن وحدیث میں بیان شدہ حق کو مان لیں تو مولوی اور مولانا اور حجۃ اللہ ومجدد ومسیح کیسے کہلائیں؟ لیکن ہم انہیں قانونِ ملکی اور قرآن وحدیث کی دھار پر رکھیں گے۔ اور اُس اسلام کو منوا کر یا اُس سے انکار کرا کر چھوڑیں گے جو قرآن وشیعہ سنی ریکارڈ میں مسلمہ طور پر موجود ہے۔ ہم واقعی دل سے کفر و اسلام کو الگ الگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو مذکورہ معیار وریکارڈ کا انکار کرے گا وہ یقیناً کافر ہوگا۔

(3) اسلامی نماز قرآن و صاحبانِ قرآن کی نظر میں

قارئین کرام اب مولوی صاحبان کی بیان کردہ نماز کے مقابلہ میں قرآن کریم اور قرآن ناطق حضرت علی علیہ السلام سے اُس نماز کو دیکھیں جو اللہ نے مسلمانوں تک پہنچائی تھی۔ اور جسے دونوں قسم کے منفی مجتہدین نے فروعی مسئلہ بنا کر اسلام کی روح نکال دی اور جس کی تحقیر کی بنا پر پوری امت مسلمہ فیوض خداوندی سے محروم ہوگئی۔ حضرت علی علیہ السلام اَلصَّلٰوۃ کو دین کا جُز نہیں فرماتے بلکہ وہ نماز کو مکمل دین فرماتے ہیں ارشاد ہے کہ:

اِقَام الصَّلٰوۃِ اِنَّهَا الْمِلَّةُ۔ ''نماز کے قیام کا مطلب یقیناً پورے دین 'اَلْمِلَّة' کو قائم کرنا ہے۔'' (خطبہ نمبر 108 مترجمہ مفتی جعفر صفحہ 313)۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا الْمُوَقَّتِ لَهَا وَلَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ ۔ وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ وَاعْلَمْ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ'' (عہد نامہ نمبر 27 صفحہ 50 مفتی جعفر جلد نمبر 3)

''نماز کو اُس کے مقرر کردہ وقت پر قائم کرو۔ اور جلدی سے فارغ ہو جانے کے خیال سے اُس کے وقت میں عجلت نہ کرو۔ اور نہ ہی نماز کو اُس کے وقت سے اس لئے پیچھے ہٹاؤ کہ تم اپنے دوسرے کاموں میں مشغول ہو۔ اور یہ بات نوٹ کر لو کہ تمہارے تمام کام و پروگرام تمہاری نماز کے اتباع میں رہنا چاہئیں۔''

ہمارے قارئین بھی نوٹ فرمالیں کہ آپ اسلامی نماز کو قائم کرنے کے معنی مولانا کی نماز نہ سمجھیں بلکہ نماز کو سارا دینِ اسلام سمجھ کر قائم کریں اور ساتھ ہی اپنے تمام کام اور ہر پروگرام، اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، خرید وفروخت، لین دین، تجارت وملازمت ومزدوری، لوگوں سے میل جول ومعاشرت، عدالت وحکومت وغیرہ ہر چیز کو نماز کے ماتحت رہنا اور نماز کے تقاضوں اور ہدایات کی بے چُوں وچرا پیروی واتباع کرنا چاہئے۔ پہلے یہ آخری فرمان قرآن سے ملاحظہ فرمالیں۔ پھر نماز کا پورا دین ہونا دکھائیں گے۔

(4) نماز کے ماتحت رہنا اور نماز کی اتباع کرنا ہمیشہ ناپسند رہا ہے؟

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ مدینہ اور عقبہ کے درمیان ایک شہر آباد تھا۔ جس کا نام مَدْ یَن یا مَدْیَان تھا۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے دو ہزار تین سو سال پہلے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی اُمت کو یہی نماز سکھائی تھی جو مکمل دین تھی اور جس کے ماتحت تمام انسان اور انسانی اعمال وتصورات رہنا لازم ہیں۔ لیکن جن اندیشوں کی بنا پر عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین و شریعت یعنی نماز بدلی گئی وہ اندیشے عرب میں پہلے سے اُن کے بزرگوں نے ورثہ میں سینہ بسینہ اہل مکہ وسرداران قریش کو پہنچائے تھے۔ اور جو کچھ مکہ کے نقاب پوش مسلمانوں یا منافقوں نے کیا وہی کچھ حضرت موسیٰ اور حضرتِ شعیب علیہما السلام کی عربی اُمت کرچکی تھی۔ سُنئے حضرت شعیب علیہ السلام سے اُس زمانہ کے سیاسی مومنین کس شاطرانہ انداز میں سوال کرتے ہیں؟ یہاں ہم اُس سیاسی ٹولہ کی منشا کو واضح کرنے کے لئے اپنا ترجمہ سیاسی اور عوامی زبان میں پیش کریں گے۔ اور اگر آپ نے ذرا ٹھہر کر اس سیاسی سوال اور سوال کے ماحول پر غور فرمایا تو آپ کو وہ تمام پالیسی نظر آجائے گی۔ جس کو سامنے رکھ کر منفی قسم کا اجتہاد ضروری ہو گیا تھا۔ اللہ نے قرآن کریم میں یوں ریکارڈ فرمایا ہے کہ:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُo۔ (سورہ ھود 11/87)

’’حضرت شعیبؑ سے اُن کی مخاطب قوم نے کہا کہ اَے شعیبؑ کیا تیری نماز تجھے یہ حکم بھی دیتی ہے کہ ہم لوگ اُن کو ترک کردیں جن کو ہمارے آباؤ اجداد پُوجتے تھے؟ اور یہ بھی کہ ہم اپنے مال ومتاع میں جس طرح چاہیں تصرف نہ کریں؟ یار تُو تو بڑا اُستاد ہے اور بڑی ٹھنڈی مار دے رہا ہے۔‘‘

قارئین پہلے تو وہی فرمان نوٹ کرلیں جو حضرت علی علیہ السلام نے محمدؓ بن ابی بکر کو لکھا تھا کہ تمام انسان اور انسانی اعمال وتصورات نماز کے تابع رہیں۔ یہی بات اہل مدین سمجھے اور طنز کیا کہ آپ کی نماز نے تو ہماری ذات اور ہمارے اموال پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور یہی چیز اہل مدینہ نے سمجھ کر دین کو تبدیل کیا تھا۔ دوسری بات ہے۔ اتباع اور امر۔ ذرا سوچئے کہ آیت میں نماز کو حکم دینے والی

ہستی لکھا گیا ہے۔ یعنی: ''کیا تیری صلوٰت تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ۔''

اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: ''تیرے تمام اعمال نماز کی اتباع یعنی پیروی کریں۔''

معلوم ہوا کہ جس نماز کو ہمہ گیر اور پُورا دین قرار دیا گیا ہے وہ بولتی چالتی ہستی ہے۔ اُسی طرح جس طرح قرآن کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اور قرآن کے متعلق تمام مسلمان جانتے ہیں کہ ایک قرآنِ صامت ہے جو خود بول نہیں سکتا لیکن ہمہ گیر تعلیمات کا ریکارڈ اور اُس کی تعلیم کے لئے رسولؐ (الذِکر) اور اہلؑ الذکر کا ہونا ضروری ہے۔ اسی اصول پر حضرت علیؑ قرآن ناطق ہیں۔ اور یہی بات نماز کے لئے ہے کہ ایک خاموش نماز ہے اور ایک مجسمۂ علوم خداوندی نماز ہے۔ اور وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ یہ تذکرہ ابھی ابھی ہونے والا ہے۔ پہلے یہ دیکھ لیں کہ زیرِ بحث الصلوٰۃ کس قرآنی آیت سے پورا دین ہے؟

(5) قیامِ نماز اَلْمِلَّة ہے۔ اور اَلْمِلَّة دینِ اسلام کا دوسرا نام ہے

اللہ نے فرمایا ہے کہ: وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًاo (نساء 4/125 اور نحل 16/123)

''اس شخص کے دین سے کس کا دین بہتر ہوسکتا ہے۔ جس نے اپنی تمام توجہات کو اللہ کے لئے محفوظ کر دیا ہو اور پھر احسان پیشہ بھی ہو؟ چنانچہ اے رسولؐ آپ بھی ابرہیمؑ کی ملت کی پیروی کریں جو خالص دیندار تھے۔ اور جن کو اللہ نے اپنا دوست بنا رکھا تھا۔''

اُسی ملت کو اسلام اور اُس کو اختیار کرنے والوں کو مسلمین فرمایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِن قَبْلُ ...... الخ (سورہ حج 22/78) ''اے رسولؐ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہی وہ دین ہے۔ جس میں کسی قسم کا حرجانہ نہیں ہے۔ ابراہیمؑ ہی نے آج کے لئے اس سے پہلے ہی تمہارا نام مسلمین رکھا تھا۔''

جب اُنہوں نے دعا کی تھی کہ: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo (بقرہ 129-2/128)

''اَے رب ہم دونوں کے پالنے والے ہم دونوں کو اپنا مسلم بنالے اور ہماری ذُرّیت میں اپنے لئے ایک مسلم اُمت قائم کر دے۔ اور اَے ہمارے پروردگار اُس مُسلم اُمت میں مسلمانوں ہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرمانا جو اُن مسلمانوں میں تیری آیات کی تلاوت کرے اور اُن مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔''

(6) اَلْمِلَّۃ کا دین اسلام ہونا اور خانوادۂ رسولؐ کا پہلے سے مسلم ہونا ثابت ہوگیا

اگر مجتہد قسم کے لوگوں نے قرآن کے الفاظ کا وہ ترجمہ کیا ہوتا جو تمام ڈکشنریوں اور عربی قواعد سے لازم تھا تو ساری دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ جناب ابراہیمؑ کے زمانہ سے اُمت مُسلمہ شروع ہوئی اور اس میں برابر حکومت اور کتاب برقرار رہی۔ ہر سربراہ اسلام درجہ امامت پر فائز رہا (انعام 90-6/89، انبیاء 21/73، بقرہ 2/124)۔ یہاں تک کہ آخری سربراہِ اسلام جناب ابو طالب علیہ السلام کا زمانہ آیا اور اُن کے عہدِ حکومت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمنا اور دعا کے مطابق اس مُسلم خانوادہ میں مبعوث برسالت ہوئے۔

اللہ نے دوسرے مقام پر خانوادۂ نبوت کو مومن قرار دیا اور ان مومنین پر اپنا احسان بتایا اور کہا کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ .....۔(آل عمران 3/164)

’’ یقیناً اللہ نے مومنین پر اُس وقت ابراہیمؑ کی مَنّت اور آرزو کے مطابق احسان (مَــنَّ) کیا، جب کہ اُن 1: مومنین، 2: مومنین ہی میں سے ایک مومن رسولؐ مبعوث کیا۔ جو اُن 3: مومنین پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور اُن 4: مومنین کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے۔‘‘

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ ہم نے چار مقامات پر اُس ضمیر کی جگہ مومنین لکھ دیا جو مومنین کے لئے ھـم کی صورت میں پانچ دفعہ استعمال کی گئی ہے۔ تا کہ بات دوٹوک طریقہ پر واضح ہو جائے۔ اور کافریا کافرزادہ یہ نہ کہہ سکے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔

(7) نماز کو جزوِ دین بنانا نظامِ اجتہاد کی سازش تھی

قارئین نے دیکھ لیا کہ قرآن صامت اور قرآنِ ناطق علیہ السلام نے واضح الفاظ میں الصلوٰۃ کو مکمل دینِ اسلام قرار دیا ہے۔ اور ہم سے چاہا ہے کہ ہمارا ہر عمل اور ہر تصور نماز کے ماتحت رہے۔ یعنی قیام صلوٰۃ سے مدد طلب کرنے کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ ہمیں اور ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے انسان کو اُس کی زندگی کا پروگرام عطا کرے۔ تمام رکاوٹیں راہ سے ہٹانے اور تمام مشکلات اور عقدہ ہائے حیات کو حل کرنے کا طریقہ بتائے اور جب بھی ضرورت ہو ہمیں ہمہ قسمی مدد فراہم کرے تا کہ ہم سب نمازی حضرات کسی کے محتاج نہ رہیں۔ اس کے برعکس وہ تصورات ہیں جن کو برسر کار لانے سے نماز ایک اختلافی اور فروعی مسئلہ بن کر رہ گئی۔ برابر پانچ دفعہ ہر روز نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کو یہ یقین نہ آسکا کہ رسولؐ اللہ نماز میں ہاتھ کہاں رکھتے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہونا اور ماننا ناممکن ہے۔ بات وہی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں کو ایسی ضروریات پیش آئیں؛ اور وہ ایسے حالات سے دوچار ہوئے کہ:

(الف) پورے دین کوفوجی مقاصداور ملکی دفاع پر تقسیم کرنا پڑا

1: نماز کو مسلمانوں کی مردم شماری یا افرادی قوت کا اندازہ لگانے کا ذریعہ بنایا گیا۔ 2: زکوٰۃ کو ٹیکس اور سرکاری واجبات وصول کرنے کا وسیلہ مقرر کیا گیا۔ چنانچہ جو نماز پڑھے مسلمان ہے اور جو مسلمان ہو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر حکومت کی مالی مدد واجب ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے رہنے کے لئے 3: جہاد فرض اور بہترین ذریعہ ٹھہرا۔ جہاد سے غنیمت آئے گی، مسلمانوں کی مالی پوزیشن ترقی کرے گی۔ اُس میں سے پانچواں حصہ یعنی 4: خمس پہلے وصول کر لینا فرض ہونا ہی چاہیئے۔ یوں سرکاری خزانہ بھرے گا۔ باقی ماندہ غنیمت مسلمان مجاہدوں میں جا کر زکوٰۃ دینے کی استطاعت بڑھائے گی جو پلٹ کر خزانہ میں آئے گی۔ مجاہدین کی مالی حالت باقی مسلمانوں کو مجاہد بنا کر میدان جنگ میں لائے گی۔ فوجی پیشرفت کے لئے افواج میں اضافہ اور نتیجتاً جہاد، غنیمت، خمس پھر زکوٰۃ وغیرہ کے چکر میں اضافہ ہوگا۔ 5: روزہ میدان جنگ کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کی مشق کے لئے لازمی ذریعہ ثابت ہوگا۔ 6: حج سفر و حضر کا فرق بتائے گا اور دُور دراز فوجی مارچ میں مُمد رہے گا۔ 7: سربراہان قوم سے محبت اور دشمنان قوم سے 8: عداوت افرادی، قومی و ملکی بقا کا سبب ٹھہریں گے۔ یہ ہو گئے آٹھ عدد فروع۔ اسی قومی و ملکی ہشتگانہ فروعی ڈھانچے کو محفوظ رکھنے کے لئے چند عقائد اور انتظامی قوانین ضروری تھے۔ جن کا تیار کرنا قومی دانشوروں کا فرض ہے اور اُن پر عمل کرنا تمام رعایا پر واجب ہے۔

بس جناب یہ ہے وہ اسلام جو باقی رکھا گیا اور آج یہی اسلام موجود ہے۔ اسی کے تحفظ اور بقا کے لئے دونوں قسم کے مجتہدین نے ہزاروں کتابیں لکھیں، ہزاروں جھوٹ بولے، ہزاروں روایات گھڑیں۔ لاکھوں مخالف مسلمانوں کو قتل کرایا، لاکھوں عصمتیں لوٹ لیں، مکہ و مدینہ کے باشندوں، صحابہ اور صحابہ کی اولادوں اور مستورات کے ساتھ وہ کچھ کیا جو ہیرا منڈی کے بدترین لوگ اور غنڈہ گروہ بھی کرتے ہوئے شرمائیں۔ خاندانِ رسوؐل کو (معاذ اللہ) مشرک اور ملعون ٹھہرایا گیا۔ اُن کا بچہ بچہ قتل کر دیا گیا۔ تمام قسم کی رکاوٹیں دُور کر کے چوڑے میدان میں دن رات اسلام و قرآن اور اسلامی شریعت کو تبدیل کیا اور تمام مسلمانوں کو یہ حق دیا کہ ہر آنے والا مجتہد قومی مصلحت اور ضرورت کے ماتحت یہ تبدیلی جاری رکھے۔ اور اپنے تبدیل کردہ احکام کو خدا و رسوؐل کا حکم کہہ کر مخالفین کو قتل کرا دے۔ آج اُن کے جانشین علما ہمیں کافر قرار دلانا چاہتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ہمارے پاس دین اپنی ابتدائی، بنیادی اور حقیقی صورت اور معصومؑ الفاظ میں موجود ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جو اذان اور نماز میں ولایت علویہؑ کا اقرار و اعلان پسند نہیں کرتے۔ اُن میں شیعہ سنی مجتہدین دونوں ہمیشہ سے شریک ہیں۔ اِن لوگوں نے اَلْمِلَّۃ کو پورے دین کی جگہ فروع میں رکھا۔ پھر اس میں سے ولایۃ کی نفی کر کے فروع سے بھی خارج کر دیا۔ حالانکہ مجتہدین کا شیعہ گروپ شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے ولایت و امامت کو اصول دین میں لکھتا چلا آیا ہے اور نبوت کے ساتھ ولایت و امامت کو لازم کہتا

ہے۔لیکن نماز میں نبوت کے ساتھ ولایت وامامت کی شہادت کا منکر ہے۔یعنی درحقیقت یہ شیعہ مجتہدین ولایۃ و امــامۃ کے نقاب پوش دشمن ہیں۔

(8) ولایۃ،صلوٰۃ اوردین کی پوزیشن قرآن واحادیث کی روشنی میں

(الف) آئمہ اہل بیت علیہم السلام شہداء اللہ علی الناس ہیں

آپ نے عنوان (5) میں قرآن سے آیت (حج 22/78) ملاحظہ فرمائی تھی۔اُس کی تفسیر کے ساتھ ساتھ چند دوسری آیات کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جناب برید العجلی رضی اللہ عنہ نے دریافت کی تھی۔یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:۔

عن بريد العجلی قال: سَأَلْتُ ابا عبدالله عليه السلام عن قول الله عزّوجل "وكذلك جعلنا كم اُمّة وَسْطًا لتكونوا شهداء على الناس" قال: نحن الامّة الوسطٰى ونحن شهداء الله علىٰ خلقه و حُججه فى ارضه؛ قُلتُ:قول الله عزَّوَجلَّ: "ملة ابيكم ابراهيم" قال: اِيَّا نا عَنِّى خاصّة "وَهُوَ سمّا كم المسلمين من قبل" فى الكتب الّتى مضت "و فى هذا" القرآن "ليكون الرسوؐل عليكم شهيدا" فرسولؐ الله الشهيد علينا بِمَا بلّغنا عن الله عزّوجلّ و نحن الشهداء عَلَى الناس۔ فمن صَدَّقَ صَدَّقْنَاه يوم القيامة ومن كَذَّب كَذَّبْنَاهُ يوم القيامة۔

(كافى كتاب الحجة باب فى انّ الآئمة شهداء الله علىٰ خلقه)

برید العجلی نے اللہ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ "اُسی طرح ہم نے تمہیں اُمت وسط بنایا تاکہ تم انسانوں پر چشم دید گواہ بنو۔" فرمایا کہ ہم اُمت وسطٰی ہیں اور ہم ہی اللہ کی طرف سے تمام مخلوقات پر اس زمین میں وہ گواہ اور حجت ہیں۔پھر اللہ کے قول: "تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت" کی بابت دریافت کیا تو بتایا کہ اس میں ہمارا ہی خصوصی ذکر ہے۔اور یہ جو کہا کہ "اُسی نے تمہارا نام اس سے پہلے والی کتاب میں مسلم رکھا اور اب اس قرآن میں بھی مسلمین کہا ہے تاکہ رسولؐ اللہ تم پر چشم دید گواہ ہوں" جواب میں فرمایا کہ رسولؐ اللہ ہم پر چشم دید گواہ ہیں اُس پر جو انہوں نے ہمیں تبلیغ کی ہے۔اور ہم تمام انسانوں پر گواہ ہیں۔لہٰذا جو لوگ ہماری تصدیق کریں گے ہم بھی قیامت میں اُن کی تصدیق کریں گے۔اور جو لوگ ہماری تکذیب کریں گے ہم قیامت کے دن اُن کی تکذیب کریں گے۔" (کافی مکتبۃ الاسلامیہ طہران جلد اوّل صفحہ 360-359)

اس حدیث میں ملۃ ابراھیمؑ کا دین اسلام ہونا ثابت ہوا اور قیام نماز کو قیام ملۃ فرمایا تھا۔لہٰذا اُدھر ملت وصلوٰۃ کو ایک ہی چیز ماننا ہوگا۔اور ادھر یہ ماننا پڑیگا کہ اس زمین پر زندگی بسر کرنے والے ہر انسان کے تمام اعمال آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی نظر سے اوجھل نہیں ہوسکتے ورنہ ہر انسان کی عملی وخیالی تصدیق وتکذیب پر اطلاع نہیں ہوسکتی اور وہ حضرات شہداء اللہ علی الناس نہیں ہوسکتے۔ پھر اسی حدیث سے تمام مخلوقات پر نظر رکھنا بھی ثابت ہے۔اور یہی ہمارا تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ عقیدہ

ہے۔اور مجتہد اسکے منکر رہتے آئے ہیں ۔اور اسی انکار کی وجہ سے اُن کو مذہب شیعہ کے افراد سے خارج لکھا جاتا رہا ہے۔

(مندرجہ بالا حدیث دوسری آیات کے ساتھ اسی باب میں دوبارہ بھی آئی ہے)(صفحہ 360)

(ب) امامت دین اسلام کی بنیاد ہے اور امامؑ ہی سے نماز وغیرہ نتیجہ خیز ہوتے ہیں

مسلمانوں کی تمام عبادتیں بے نتیجہ اور نقصان پہنچانے والی کیوں ہو گئیں؟ اس سوال کا جواب اس حدیث میں ملاحظہ فرمالیں ۔امام رضا علیہ السلام ایک مجمع کو جواب دے رہے ہیں کہ:

''یقیناً امامت اور ولایت ہی دین کی باگ ڈور ہے، وہی دینی نظام ہے۔اُسی سے مومنین کی عزت و بزرگی برقرار رہتی ہے۔امامۃ ہی دین کی اساس و بنیاد ہے اور امامۃ ہی وہ ذریعہ ہے۔

(اِنَّ الامامۃ اَسّ الاسلام النامی و فرعہُ السامی ۔بالامام تمام الصلوٰۃ والزکاۃ والصیام والحج والجھاد ۔الخ) جس کی وساطت سے نماز وروزہ اور زکوٰۃ وحج وجہاد وغیرہ عبادتیں بارآور اور مکمل ہوتی ہیں۔'' (ایضاً باب نادر(جامع) فی فضائل امامؑ وصفاتہ صفحہ 386)

(ج) مطالب ومفاہیم قرآن وحدیث؛ ولایت کی شان واہمیت پر

اس عنوان میں مختصراً وہ نچوڑ لکھتے ہیں جو اصول کافی کے باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ کی بانوے احادیث میں مذکور ہے۔ہم خلاصہ کے ساتھ ساتھ قرآن کی آیت اور حدیث کا نمبر لکھیں گے۔تفصیل کتاب اور قرآن میں ملاحظہ ہو۔کسی کی مجال نہیں کہ ولایت کے مندرجہ ذیل مقام واہمیت کا انکار کر سکے۔سنئے اور ذرا تیز تیز چلئے:

(1) روح الامین جو کچھ لے کر قلب محمدؐ پر نازل ہوا وہ ولایت تھی۔(شعراء 195-26/193، حدیث 1)

(2) جس امانت کو سماوات اورارض اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا اور وہ اُس کے تحمل کی جرأت نہ کر سکے وہ ولایت تھی۔''

(احزاب 33/72، حدیث 2)

(3) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ اپنے ساتھ لائے ''وہ ولایت تھی۔'' (انعام 6/82، حدیث 3)

(4) عالم ذر میں جس چیز پر عہد لیا گیا وہ ولایت تھی ۔(آل عمران 3/81، حدیث 4)

(5) توریت وانجیل کے ساتھ جس چیز کو اہل کتاب پر لازم کیا تھا وہ ولایت تھی۔(مائدہ 5/66)(حدیث 6)

(6) تعلیمات اسلامیہ پر جس مودۃ فی القربیٰ کا مطالبہ تھا وہ آئمہؑ اور اُن کی ولایت کو تسلیم کرنا تھا۔

(شوریٰ 42/23، حدیث 7)

(7) اللہ ورسوؐل کی اطاعت میں ولایت علویہؑ اور ولایت آئمہؑ کا مطالبہ ہے۔(احزاب 33/71، حدیث 8)

(8) تمام انسانوں کو جس سلامتی میں داخلہ کا حکم ملا وہ ولایت تھی۔ (بقرہ 2/208، حدیث 29)

(9) صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کا نچوڑ بھی ولایت تھی۔ (اعلیٰ 87/16-19، حدیث 30)

(10) دعوت اسلام میں جو چیز مشرکین مکہ کو سب سے بڑی اور باعث گراں باری تھی وہ ولایت تھی۔
(شوریٰ 42/13، حدیث 32)

(11) قرآن کریم نے جس خبر کو سب سے بڑی (نباء العظیم) اطلاع فرمایا اور جس ولایت کو ولایتِ حق قرار دیا وہ ولایتِ مرتضویؑ تھی۔ (سورہ النبا 78/2 اور سورہ کھف 18/44، حدیث 34)

(12) رسولؐ اللہ کو جس دین حنیف پر توجہ مرکوز رکھنے کا حکم ملا وہ قیام ولایت تھا۔ (الروم 30/30، حدیث 35)

(13) جس طریقہ پر مستقلاً قائم رہنے سے نعمتوں سے مالا مال کرنے کا وعدہ تھا وہ ولایت کا قیام تھا۔
(سورہ جن 72/16، حدیث 39)

(14) اقرارِ ربوبیت اور اُس پر استقامت سے ملائکہ کا نزول ولایت پر استقامت تھا۔ (حٰم سجدہ 41/30، حدیث 40)

(15) جس ایک بات کی نصیحت سے تمام دین درست ہوجاتا وہ ولایت تھی۔ (سبا 34/46، حدیث 41)

(16) بہت سی اہم آیات (محمدؐ 47/25-26 اور زخرف 43/79-80) جن میں ولایت کے منکروں اور ولایت کی شان مذکور ہے۔ (حدیث 43)

(17) ولایت کے منکرین کا گمراہ ہونا (الملک 67/29، نساء 4/135، حٰم سجدہ 41/27 حدیث 45) عذاب ہونا۔

(18) جس کو نہ مانتے ہوئے نظام شرک کے ایک ممبر نے عذاب طلب کیا تھا۔ وہ ولایت تھی۔ اور عذاب فوراً نازل ہوا تھا۔ (المعارج 70/1-2، حدیث 47)

(19) اہل قریش جس چیز سے اختلاف کررہے تھے وہ ولایت تھی۔ (ذاریات 51/8-9، حدیث 48)

(20) نجات نوع انسان اور ان کی معاشیات میں فراوانی کا ذریعہ ولایت ہے۔ (بلد 90/11-13، حدیث 49)

(21) مسلمانوں کو صحیح اقدام پر بشارۃ ملنا قیام ولایت سے ہونا تھا۔ (یونس 10/2، حدیث 50)

(22) جس پر ایک مخالف محاذ نے جھگڑا کیا اور لوگوں کو جہنم کی راہ دکھائی وہ ولایت تھی۔ (حج 22/19، حدیث 51)

(23) جس رنگ کو اللہ کا رنگ فرمایا وہ ولایت ہے۔ (بقرہ 2/138، حدیث 53)

(24) وہ گھر اور وہ والدین جو نجات کا وعدہ دیئے گئے ولایت ہے (نوح 71/28، احزاب 33/33 حدیث 54)

(25) اللہ کا وہ فضل جس پر خوشیاں منانے کا حکم ملا ولایت تھی۔ (یونس 10/58، حدیث 55)

(26) رسولؐ اللہ جس حق کو لے کر آئے وہ ولایت تھا۔ (نساء 170-168/4، حدیث 59)

(27) جس چیز سے نظامِ شرکت نے ناشکری سے سرتابی کی اور جس میں سب کو مختار رکھا گیا تھا وہ ولایت محمدؐ یہ تھی۔

(الاسراء 17/89، کھف 18/29، حدیث 64)

(28) مساجد خالص اللہ کے لئے ہیں اور خدا کے ساتھ کسی اور کی دعوت منع ہے وہ ولایت کے مخالفین کی دعوت کی ممانعت ہے۔ (جن 72/18، حدیث 65)

(29) جس شرک سے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ولایت میں کسی کو شریک کرنا ہے۔

(زمر 39/65، حدیث 76)

(30) وہ نعمت جس کو نعمت جانتے ہوئے اس کا انکار کیا اور کافر ہو گئے وہ ولایت تھی۔ (نحل 16/83، حدیث 77)

(31) جس وعدہ کو پورا کرنے کی شرط پر اللہ نے اپنا وعدہ پورا کرنا طے کیا تھا وہ ولایت پر ایمان تھا۔

(بقرہ 2/40، حدیث 89)

(32) سورہ مریم کی آیات نمبر 73، 74، 75، 76، 87، 96، 97 پر امامت ولایت کی تفصیلات اور ولایت کو ماننے والوں اور منکروں کے لئے مفصل احکام (حدیث 90)

(33) جس کے ذکر سے روگردانی کا نتیجہ معاشی بدحالی اور آج کل کے حالات ہیں وہ ولایت کا تذکرہ دین سے نکال دینا ہے (طٰہٰ 20/124) اور جس کے انکار کی بنا پر قیامت میں اندھا اُٹھایا جائے گا وہ ولایت ہے۔ (حدیث 92)

(34) هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ (صف 61/9) قال هوالذی امر رَسُوْله بالولایة لوصیّه و الولایة هِیَ دین الحق (حدیث 91) (کافی جلد دوم؛ شرح وترجمہ الشیخ محمد باقر الکمرئی صفحہ 367 تا 426)

وہ عظیم الشان ہستی جس نے دین حق کے ساتھ رسولؐ بنا کر بھیجا وہ کون ہے۔ امامؑ نے فرمایا وہی ہستی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو اُس کے وصی کی ولایت قائم کرنے کا حکم دیا تھا۔ (اور سنو!) الولایة ہی تو مکمل دین ہے۔

قارئین کرام یہاں ذرا سا رُک جائیں اور سوچیں کہ وہ لوگ جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے بیانات کو قرآن کریم کی آیت کی طرح واجب الاطاعت سمجھتے ہوں۔ اُن پر تو لازم و واجب وفرض ہو جاتا ہے کہ وہ ولایت کو پورا دین اسلام سمجھیں اور اپنی ہر عبادت ہر اقدام اور ہر تصور کو ولایت کے ماتحت رکھیں اور یہی مقام جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے الصلوٰۃ یا نماز کا بیان فرمایا تھا۔ اُسے پورا دین (الملّة) کہا تھا۔ اور ہم سے چاہا تھا کہ ہمارے تمام اعمال وتصورات نماز کے ماتحت رہیں تو کیا تمام شیعوں کا یہ فرض نہ تھا کہ ولایت کو مکمل دین سمجھتے؟ اور نماز کو ولایت کے بغیر پڑھنا بے دینی مانتے؟ اور سوچتے کہ جن لوگوں نے ولایت کو

نماز واذان اور دیگر عبادات سے خارج رکھا وہ دشمنانِ ولایتِ محمدؐ وآل محمدؐ ہیں؟ اور جب قرآن کریم اور حدیث شریف سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ امامت اور ولایت دین اسلام اور ملۃ ابراہیمؑ کی بنیاد ہیں۔ اور اُن کے بغیر کوئی عبادت بارآور اور نتیجہ خیز نہیں ہوتی تو کیا اس صورت میں بھی اذان ونماز کو بلا ولایت مکمل اور صحیح کہنا درست تھا؟

(د) ولایت سے خالی نماز پڑھنے والے بروزِ قیامت مُصَلّین سے خارج

مندرجہ بالا باب کی حدیث نمبر 91 یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ لوگ جو بلا ولایت کے نماز پڑھا کرتے تھے جب جہنم میں داخل ہوں گے تو اُن سے جہنم کے نگران فرشتے دریافت کریں گے کہ تمہارے جہنم میں آنے کا سبب کیا ہے؟ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَo (مدثر 74/43) تو اُن کا جواب یہ ہوگا کہ ہم نمازی نہ تھے۔ امامؑ نے وضاحت کی کہ:

اِنَّالَمْ نَتَوَلّ وصیّ محمدؐ والاوصیاءِ مِن بعدہ وَلَا یَصلُّون عَلَیْھِم (کافی صفحہ 424-423)

معصومؑ نے تفسیر میں یہ فرمایا کہ اُن کا مطلب یہ تھا کہ "ہم اُن نمازیوں میں سے نہ تھے جو محمدؐ کے بعد والے اوصیاءؑ کی ولایت کے قائل اور نماز میں یا صلوٰۃ میں اُن کو شامل رکھتے تھے۔" یعنی بلا ولایت، نماز نمازی نہیں بنا سکتی ہے۔

(9) حضرت علیؑ خود بھی اذان ونماز وصراط مستقیم ہیں

سوچنا یہ ہے کہ جو ہستی خود مجسمۂ دین ہو، جس کی اولاد بِنائے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہو؟ اُس کا نام نماز واذان میں لینا کم از کم شیعوں کو ناپسند نہ ہوگا۔ اور وہ شیعہ جو تشہد میں علیؑ ولی اللہ پڑھنے سے نماز کو باطل کہہ دے وہ یقیناً ایک ملعون ومردود، دشمنِ خدا و رسولؐ، شیطان ہی ہوسکتا ہے۔ بہرحال آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن کریم کے ایک اہم ترین واقعہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ واقعہ یہ تھا کہ اللہ نے چاہا کہ مکہ کے نظام شرکت کو آخری تنبیہہ کرکے اعلان ولایت کردیا جائے۔ چنانچہ سُورہ بُراَت نہایت غیظ وغضب اور شوکت ودبدبہ کے ساتھ نازل ہوئی۔ اور حقیقی جانشین وحاکم کا تعین وتشخص کرنے کے لئے حضرت ابوبکر کو دی گئی اور دورانِ سفر اُنہیں معزول کرکے حقیقی سربراہِ اسلام اور مجسمۂ دین وملت کو تعینات فرمایا تاکہ وہ مکہ میں دورانِ حج اللہ کا آخری فیصلہ سنادیں۔ چونکہ یہ فیصلہ کفارِ عرب اور سرداران مکہ کو ایک چیلنج تھا۔ اس لئے یہ اعلان کسی ایسے ہی شخص کے شایان شان ہوسکتا تھا جس کے سامنے سے کفار کے بہادر بھاگتے رہے ہوں، جس کا سَر ایک لمحہ کے لئے خدا کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکا ہو، جس کی تلوار کی ہرضرب تمام مخلوقات کی مجموعی عبادت سے افضل ہو، جو ایمانِ مجسم اور ایمانِ کُل ہونے کی نبویؐ سند رکھتا ہو، جس کو شیخین ابوبکر وعمر اور تمام زعمائے عرب اپنا مولا کہہ کر مبارکباد کا مستحق سمجھتے ہوں، جن کے بچوں کا غلام بن جانا خلیفہ ثانی کے لئے قابل فخر وذریعہ نجات ہو، جن کی راہنمائی کے بغیر ہلاکت یقینی ہو۔ وہی مکرم ومعظم ہستی خداوند عالم کی طرف سے تجویز کی

گئی۔ اور جب اُنہوں نے یہ اعلان فرمایا تو تمام سردارانِ قریش اور سربرآوردگانِ قبائل نے سر جھکا کر سورۂ برأت کا اعلان سُنا اور ہر لفظ اور ہر آیت پر لب ولہجۂ مرتضویؑ نے دلوں میں ہیبت اور جسموں میں لرزہ پیدا کیا۔

(الف) حضرت علیؑ ہی اللہ کی اذان اور کفر وشرک سے بریت کا پیغام

اُسی اعلان میں ایک آیت کی تفسیر آپ کو سُنانا ہے۔ اور بتانا ہے کہ شیعہ لیبل کے اُن مجتہدین کی اسکیم کو سمجھیں جنہوں نے بارہ سو سال صرف اس بات پر محنت کی کہ جس طرح ہو سکے مذہب شیعہ سے ولایت وامامت اور مقام محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو چپکے سے نکال کر شیعوں کو مطمئن کر دیا جائے۔ ہم آپ کے اطمینان میں مُخل ہو کر آپ کو مذہبِ حقہ اثناعشریہ سے روشناس کر رہے ہیں۔ تاکہ دین کی ہر بات اور ہر عقیدہ اپنے صحیح مقام پر رکھا جائے۔

قال: سَأَلْتُ ابا عبداللّٰہ (ع) عن قول اللّٰہ تعالٰی: ''وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُولُہٗ؟ (توبہ 9/3) فقال: قال امیر المؤمنین کُنْتُ اَنَا الاذان فی الناس... الخ۔

حفص بن غیاث نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر معلوم کی کہ ''اللہ ورسولؐ کی طرف سے آج حج اکبر کے دن تمام انسانوں کو اذان دی جاتی ہے کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ مشرکین کے لئے کسی حیثیت سے ذمہ دار نہیں بلکہ بری الذمہ ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ کی وہ اذان ہوں جو کفر و شرک سے بریت کا پیغام ہے۔'' (علل الشرائع باب نمبر 188 صفحہ 442)

ہمارے ہم مذہب مومنین ڈھکو اینڈ کمپنی کو زبانی اور بذریعہ خطوط بتائیں کہ تم علیؑ کو جُزِ واذان بھی نہیں مانتے۔ اس لئے ہم تمہیں خالص کافر و منافق کہنے میں حق بجانب ہیں۔ اگر علیؑ کو نماز و اذان سے الگ کر دیا جائے تو نہ تم نمازی ہو نہ مسلمان ہو۔ تمہیں جہنم مبارک ہو۔

(ب) حضرت علیؑ مجسم صراطِ مستقیم ہیں

مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ نماز جس میں سورۂ الحمد نہ پڑھی جائے، باطل ومردود ہے۔ خواہ پورا قرآن پڑھ لیا جائے تب بھی بلا سورۃ فاتحہ نماز نماز نہیں ہے۔ اور پڑھنے والا نمازی نہیں ہے بلکہ جہنمی اور اسلامی شریعت میں تبدیلی کا مجرم ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں سارا قرآن پڑھنا بھی نماز کو نماز نہیں بناتا؟ مفصل جواب تو ہماری تصنیفات میں ملے گا۔ یہاں اس قدر بتانا کافی ہے کہ فرمایا یہ گیا ہے کہ:

''جو کچھ پورے قرآن میں ہے وہ سورۃ فاتحہ (الحمد) میں ہے۔ اور جو کچھ سورۃ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم میں ہے۔ اور جو کچھ بسم اللّٰہ میں ہے وہ بسم اللّٰہ کی ''ب'' میں ہے۔ اور جو کچھ ''ب'' میں ہے۔ وہ

''ب'' کے نقطہ میں ہے۔اور میں وہ نقطہ ہوں جو''ب'' کے نیچے ہے۔(انا نقطة تحت الباءِ)۔''(علیؑ)

یہ پہلا سبب ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز مردود ہے۔دوسرا سبب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں تمام مسلمان صراط مستقیم کی طرف اللہ سے ہدایت کے لئے مدد چاہتے ہیں۔اور صراط مستقیم پر رہنے ہی کے لئے اللہ کی عبادت اور اُس کے دین اسلام کے احکامات کی اطاعت اور پیروی کرتے ہیں۔تاکہ وہ کبھی اور کسی طرح بھی غلط راہ یعنی گمراہی کی طرف نہ مُڑ جائیں۔یعنی پورے دین اسلام کی غرض وغایت صراط مستقیم پر قائم رہنا ہے۔اور یہ کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قَالَ هَذَا صِرَاط عَلیّ مُسْتَقِيمٌ oاِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ....الخ(حجر15/41-42)

''یہ ہے علیؑ کا قائم رہنے والا راستہ۔یقیناً جو میرے بندے ہیں اُن پر تجھے ہرگز قابو یا تسلط نہیں ملے گا۔''

لہٰذا ہر وہ شخص جو سورۂ فاتحہ پڑھے گا وہ صراط مستقیم کی تلاش میں رہے گا۔اور ظاہر ہے کہ جو تلاش حق کرے گا ایک روز اللہ اُسے حضرت علی علیہ السلام کے بیانات تک پہنچادے گا۔اور یہ قرآن کی معنوی اور زیروزبر کی تحریف اُسے مستقل فریب نہ دے سکے گی۔ایک دن وہ معصوم تفسیر(عیاشی واصول وفروع کافی)تک پہنچ کررہے گا۔اور تمام باطل راہوں کو چھوڑ دے گا۔اور پھر ایک دن نماز میں باقاعدہ ولایت علویہؑ کی شہادت دینے لگے گا۔یہاں یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مندرجہ بالا آیات (حجر 15/40-42)میں پہلے شیطان نے یہ اعلان کیا کہ تیرے مخلص بندوں پر مجھے تسلط نہیں ہوگا(حجر15/40)۔اللہ نے بھی اُس کے قول کی تصدیق کی(حجر15/41)اور پھر اُس طرزِ حیات کو علیؑ کا صراط مستقیم فرمایا۔یعنی علیؑ کے راستے پر چلنے والا شیطان سے محفوظ ومامون رہے گا۔اور قرآن میں حضرت ھُود علیہ السلام کی زبان سے یہ اعلان کرایا کہ:

''یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔''(اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o ھود11/56) اور پھر آنحضرتؐ کو اللہ نے صراط مستقیم پر ہونے کی سند عطا فرمائی۔یہ بات جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے سنئے ارشاد ہے:

''عن ابی جعفر علیه السلام قال:اوحی اللّٰه اِلٰی نبیّهٖ ''فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo''(زخرف 43/43) قَالَ: اِنَّكَ عَلٰی ولاية عَلِیٍّ وعَلِیٌّ هُوَالصراط المستقيم۔

(کافی کتاب الحجة باب فيه نكت و نتف، حدیث نمبر24 صفحہ379)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کی طرف وحی بھیجی کہ:''تم پر جو کچھ وحی کیا گیا ہے اُس سے وابستہ رہو۔یقیناً تم صراط مستقیم پر ہو۔''امامؑ نے فرمایا کہ اللہ کا منشا یہ تھا کہ تم ولایت علویہؑ پر قائم ہو اور علیؑ ہی وہ صراط مستقیم ہے۔'' یعنی جس کو تم قائم کرنے میں مصروف ہو۔لہٰذا سورۂ فاتحہ اور تشہدِ ولایت ہی نماز کو مکمل دین بناتے ہیں۔اس لئے نماز نہ بلا سورۂ فاتحہ ہوسکتی ہے نہ ولایت کو نماز سے خارج کیا جاسکتا ہے۔

(ج) حضرت علیؑ صراط مستقیم ہیں وہی دین قیّم اور ملّۃ ابراہیمؑ ہیں

اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان کرایا کہ:۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ o (انعام 163-6/161)

"کہہ دو کہ یقیناً اللہ نے مجھے صراط مستقیم (قیام ولایت علویہؑ) کی ہدایت فرمائی ہے۔ جو قائم رہتے چلے آنے والا دین ہے ملۃ ابراہیمؑ ہے جو خالص دیندار تھے اور مشرکوں سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ یہ بھی کہہ دو کہ میری نماز ہو یا دیگر دینی اقدام ہوں میری زندگی ہو یا میری موت ہو وہ بالکلیہ **لا شریك لہٗ رب العالمین** کیلئے ہیں۔ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔ اور میں ہی سب اسلام لانے والوں سے پہلا مسلم ہوں۔"

مطلب واضح ہو گیا کہ محمدؐ و علیؑ اپنی نورانی تخلیق کے وقت سے مسلم تھے۔ اُنکے اسلام اور عبادت سے کائنات کی باقی مخلوق، ملائکہ و ارواح اور جن وانس نے اسلام اختیار کیا (آل عمران 3/83) انبیاؑ نے تمہیدِ نبوت محمدؐیہ پوری کی (آل عمران 3/81) پھر حضورؐ نے جو کچھ کیا وہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اور مذہب شیعہ میں ان ہی عقائد پر عمل درآمد رہتا چلا آیا ہے۔ رہ گئے شیعہ نقاب میں چند علمائے سُوء اُن کا کوئی دین نہیں ہوتا۔ جدھر سامانِ دنیا نظر آیا اُدھر جھک گئے اور متعلقین کے مذہب کا لیبل لگا لیا۔

(د) علی علیہ السلام ہی وہ دین ہیں جس کو اللہ نے مکمل کیا اور جس سے راضی ہوا

چونکہ دین کا تذکرہ چل رہا ہے اسلیئے ہم ایک طویل حدیث میں سے پہلے دو جملے لکھتے ہیں۔ پھر اُس حدیث کو مکمل عنوان کے طور پر آپکے رُوبرو لائیں گے۔ لہٰذا جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس حدیث کا نچوڑ اور لُبِ لُباب سُن لیں ارشاد ہے کہ:۔

کَانَ واللّٰہ علی علیہ السلام اَمین اللّٰہِ عَلٰی خلقہ وغَیْبِہٖ و دینہ الَّذی ارتضاہ لنفسہٖ۔

(کافی کتاب الحجّۃ باب مانص اللّٰہ ورسولہ علی الآئمۃؑ واحدًا فواحدًا حدیث 6 صفحہ 85-84 جلد 2)

"قسم بخدا کہ علی علیہ السلام اللہ کی طرف سے اُس کی تمام مخلوقات پر اور اُس کے علم غیب پر اور اُس کے اُس دین پر جسے اُس نے اپنی ذات پاک کے لئے پسند فرمایا تھا امین تھے۔"

یہاں رُک کر ڈھکو کو بتائیں کہ اگر محمدؐ و آل محمدؐ خدا کے علم غیب سے ناواقف ہوتے تو اُنہیں علم غیب کا امین کہنا کیا معنی رکھتا؟ امین تو اُسے کہا جاتا ہے جس کے پاس امانت موجود ہو۔ لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے اپنے علمِ غیب میں سے اُتنا علمِ غیب عطا کر دیا تھا جس کی محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو ہدایتِ مخلوق کے لئے قیامت تک ضرورت پڑنا تھی۔ اور وہ حضرات سلام اللہ علیہم اُس علم غیب پر امین تھے۔ **اللّٰھم صلی عَلٰی محمدٍ و آل محمدؐ۔**

(10) ولایت کونماز سے کیوں نکالا؟ نماز وولایت کا عام فہم تعلق

(الف) نظام اجتہاد کے خودساختہ اصول، اصطلاحات اوراُن کے نتائج

اس عنوان میں ہم یہ عرض کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی نظام اجتہاد نے یہود و نصاریٰ کے اور رومۃالکبریٰ کے منشور و دستور و قانون سازی کے اصول کو سامنے رکھ کر قومی وملکی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پُورا کرنے کیلئے اسلامی احکام وشریعت سے استفادہ شروع کیا۔اور وہ تمام اصطلاحات جاری کیں جن سے قرآن وحدیث کے مستقل اور غیر متبدل احکام وقوانین میں لچک پیدا ہو جائے۔مثلاً اُن الفاظ کی بحث چھیڑی گئی جو حکم یعنی صیغہ امر ونہی کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔پھر حکم اور ممانعت کی بہت سی قسمیں تیار کی گئیں تا کہ جس حکم کو جب چاہیں کسی دوسری قسم کا کہہ کر معطل کر دیں۔اور اُسکے خلاف قانون بنالیں۔مثلاً رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ: اَلْعِلْمُ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ و مُسْلِمَةٍ۔

''ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔'' مگر نظام اجتہاد نے جو کرتب دکھائے اس کا نتیجہ سامنے ہے۔ ماشاءاللہ سوائے تین ہزار چھوٹے بڑے کل نام نہاد علما کے باقی تمام ستر کروڑ عوام دینی علوم سے قطعاً بے بہرہ ہیں اور دنیاوی علوم میں تین چار فیصد مسلمانوں سے زیادہ بمشکل ہی ملیں گے۔یعنی مجتہدین نے کہا کہ علم کا حاصل کرنا فرض کفائی ہے۔اگر ایک آدمی علم حاصل کرلے تو باقی تمام مسلمانوں کا فرض بھی پورا ہو جاتا ہے۔جیسے ایک مجمع میں سے ایک آدمی سلام کا جواب دے دے تو سب کا فرض پورا ہو گیا۔اُن حضرات نے فرض اور فریضہ کی ایک اور قسم بنائی۔اسکی ایک تعریف (Definition) مقرر کی اور وہ ہے واجب۔پھر واجب کی روز افزوں قسمیں بنائیں مثلا واجب، واجب عینی، واجب تعینی، واجب مضیق، واجب تخیری وغیرہ۔مختصر یہ ہے کہ پورے دین کو بالکل سیّال بنا دیا گیا تا کہ پانی کی طرح جس شکل کی بوتل یا برتن یا ٹینک اور تالاب ہو اُس میں بھرلیں۔اور وہی خودساختہ اور اجتہاد باختہ دین تھا جسکا ذکر شریعت سازی کی ذیل میں مختصراً ہو چکا ہے۔اور یہ مختلف فرقے وہی بوتلیں، ٹینک اور جوہڑ ہیں جن میں وہی خودکشیدہ دین مختلف لیبلوں کے ساتھ پیک (Pack) کیا ہوا آپکے سامنے ہے۔اور اُن سب کی نمازیں چار مختلف صورتوں میں پانچ وقت برسرِ نمائش رہتی ہیں۔مگر اُن چاروں دن رات لڑنے والے اور ایک دوسرے کو کافر تک کہنے والے علما نے اپنے لئے اذان کو چار شکلیں نہیں دیں۔ بلکہ وہ ایک ہی اذان پر متفق ہیں۔اور شیعہ لیبل کے ڈھکوی مجتہدین اُسی اذان اور اُسی چوکور نماز کو ہمارے یہاں امپورٹ کرنا چاہتے ہیں۔تا کہ مذہب حقہ اثنا عشریہ سے بھی ولایت مرتضویؑ کو خارج کرا دیا جائے۔یہ کوشش چودہ سو سال سے جاری ہے۔مگر ہم نے عربوں کی قومی وملکی حکومت اور سرکاری مذہب سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔اور آج ہم اُس خودساختہ مذہب کی رام کہانی اپنے قارئین اور محافظین قوانین کو سُنا رہے ہیں۔

(ب) دانشورانِ قوم نے خاندانِ نبوّت کی ولایت کو ختم کر دیا

ہم نے شریعت وحکومت سازی کی ذیل میں حضرت عمر کا وہ بیان لکھا ہے جس میں اُنہوں نے عبداللہ ابن عباس کو بتایا تھا کہ قریش نے چاہا کہ نبوۃ اور حکومت دونوں خانوادہ نبوۃ میں نہ رہیں (الفاروق حصہ اوّل صفحہ 103)۔ پھر ہم نے وہ تمام اقدامات اور کوششیں ترتیب وار دکھادی ہیں جو قریشی دانشوروں اور حکومتوں نے کی ہیں۔ اور جن کے نتیجے میں خاندان رسالت مآب اور اُن کے لاکھوں طرفداروں کا قتل عام ہوتا چلا آیا ہے۔ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ اللہ ورسولؐ اور خود حضرت علی علیہ السلام نے جبر وقوت سے حکمیہ ولایت وحکومتِ مرتضویہؑ کو کیوں نافذ نہ کیا؟ اور کیوں حکومتِ الٰہیہ کو اختیار کرنے میں اُمت کو مختار چھوڑ دیا؟

ان سوالات کا پہلا جواب تو یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں کسی پر جبر وقوت کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جس طرح اللہ نے ابلیس کو جبر وقوت سے حضرت آدم علیہ السلام کا اور خود اپنا مطیع اور فرمانبردار نہیں بنایا اور جس طرح اسلام اختیار کرنے اور نہ کرنے میں تمام ہی انسانوں کو آزاد ومختار رکھا، جس طرح نیک اور بد واضح کر دینے کے بعد اور ہدایت وگمراہی کی دونوں راہیں بتا دینے کے بعد انسانوں کو یہ چھوٹ دے دی کہ جس کا دل پسند کرے اسلام اختیار کرے اور جس کا دل نہ چاہے وہ کفر اختیار کرلے۔ بالکل اُسی طرح اُمت کو حکومتِ الٰہیہ اور ولایت علویہؑ کا مفاد اور نتیجہ واضح کر کے قطعاً آزاد ومختار چھوڑ دیا۔ تاکہ ہر شخص کو اُس کے ارادہ اور نیت کی بنا پر اُس کے اعمال کی جزا وسزا دی جائے اور عدلِ خداوندی پر حرف نہ آئے۔

دوسرا جواب ذرا پیچیدہ ہے اور وہ اُس پالیسی کے جواب میں ہے جو دانشورانِ عرب کی انتہائی دور اندیشی کی دلیل ہے۔ یعنی اعلان نبوت کے بعد دانشوران قوم نے قومی تحفظ کے لئے دو عدد نہایت دانشمندانہ اقدامات کئے تھے۔ وہ ماضی کی تاریخ پر مطلع تھے۔ وہ مسلسل اُس نور کو پہچانتے چلے آتے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین سربراہانِؑ اسلام کی پیشانیوں میں چمکتا اور موجودہ وآئندہ سربراہِؑ اسلام کا پتہ دیتا چلا آتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کے زمانہ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور عرب کے بچوں اور عورتوں تک کو معلوم تھا۔ اور اُس نور کو حاصل کرنے کی کوشش کئی ایک مستورات نے کی تھی۔ اور بحیرۂ راہب اور دیگر ازدی علما نے حضرت ابوبکر تک کو بتا دیا تھا کہ ایک ایسا اور ایسا پیغمبرؐ مبعوث ہونے والا ہے۔ بہرحال دانشوران عرب سینہ بسینہ جانتے اور سنتے چلے آئے تھے کہ نبوت وحکومت ایک ہی خاندان میں رہا کرتی ہے۔ اور یہی حقیقت قرآن کریم نے یہ کہہ کر بیان فرمائی ہے کہ:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا o فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْہُ وَکَفٰی بِجَھَنَّمَ سَعِیْرًا o اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْھِمْ نَارًا......الخ

(نساء 4/54-56)

''کیا دانشورانِ قوم اُن حضرات سے اس لئے حسد کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنے فضل سے وہی کچھ عطا کر دیا ہے؟ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت اور عظیم الشان حکومت عطا کر رکھی ہے۔ چنانچہ حسد کرنے والوں میں سے کچھ لوگ اُس کتاب وحکمت وحکومت پر ایمان لے آئے ہیں۔اور کچھ لوگ اُس حکومت کی راہ روکے ہوئے ہیں۔اور اُن کو جہنم ایسا بُرا ٹھکانا کافی ہوگا۔ یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات (محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اور آئمہ معصومینؑ۔کافی) کی حکومت سے کفر روا رکھا ہے۔ہم انہیں جلد ہی جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔''

عرب اس مشہور ومشہود سُنۃ اللہ سے واقف تھے۔لہٰذا اعلان نبوت کے بعد نہایت موزوں انداز میں یہ اعلان کیا گیا کہ:۔

(1) ''نہ کوئی وحی اُتری نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا۔بنی ہاشم نے ملک وقوم پر اقتدار جمانے کے لئے دعویٰ نبوت کیا ہے۔'' (تمام تواریخ متفق ہیں)

(2) دوسرا قدم یہ اُٹھایا کہ تمام سردارانِ قوم ونمائندگانِ قبائل اور دانشورانِ قریش نے آنحضرتؐ کے رُوبرو قومی وملکی حکومت؛ اپنی ازواج اور بیٹیاں؛ اور قومی وملکی دولت پیش کر دی اور مطالبہ کیا کہ اگر آپ کو حکومت واقتدار مطلوب ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنا تمام سرمایہ وعزت وناموس سونپتے ہیں۔مگر شرط یہ ہے کہ عہدہ نبوت ورسالت سے دست برداری کا اعلان واقرار کرلو۔''

یہ پیش کش نہ صرف بڑی خطرناک تھی بلکہ آئندہ خاندان نبوّت سے حکومت کو نکالنے کے لئے بہترین سیاسی پیش قدمی بھی تھی۔ اس کا ہر نتیجہ قوم کے حق میں مفید اور خانوادۂ نبوّت کے لئے ہر صورت میں بڑا دردناک تھا۔یعنی اگر رسولؐ اللہ (معاذ اللہ) عہدۂ نبوت سے دستکش ہو جائیں تو بھی قریش مختار تھے، اپنا وعدہ پورا کرتے یا نہ کرتے۔اور پورے عرب کو محمدؐ وآل محمدؐ کے خلاف جھوٹا دعویٰ کرنے کا مجرم اور قوم وملک کو فریب دینے کا ملزم قرار دے کر صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے تھے۔اور وعدہ پورا کرنے کی صورت میں آنحضرتؐ کے بعد مختار ہوتے کہ حکومت جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔اور جیسا کہ رسولؐ اللہ نے انکار کر دیا تو یہ انکار اس بات کا ثبوت بن گیا کہ اقتدارِ بنی ہاشم مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ آپ سچ مچ خدا کے پیغمبرؐ ہیں۔اب اگر آنحضرتؐ یا حضرت علیؑ خاندانی حکومت کا حکمیہ اعلان کر دیں تو سردارانِ قریش عوام الناس کو یہ کہہ کر مخالفت کرائیں گے کہ یہ اقتدار کا جھگڑا ہے۔اور ہم شخصی حکومت کے استبداد کے ماتحت آنا نہیں چاہتے۔ یہ تھا وہ سیاسی حربہ اور پالیسی کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولایت علویہؑ کو حکمیہ نافذ کرنے میں اسلام پر یہ دھبہ پسند نہ کرتے تھے کہ:

''نہ کوئی وحی آئی نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا محمدؐ نے اپنے بھائی کی حکومت ٹھونسنے کیلئے نبوت ورسالت کا ڈھونگ رچایا تھا۔''

یہ تھا وہ دوسرا اور دردناک سبب جسکی وجہ سے آنحضرتؐ نے اُمت کو سب کچھ بتایا، علیؑ کے فضائل گنوائے، عملاً علیؑ کی

فداکاریاں دکھائیں۔ اُنکی رسم ولی عہدی آخر میں اور اعلان خلافت ووزارت واخوات ابتدا میں باقاعدہ ادا کیا، گمراہ نہ ہونے دینے کا ٹھیکہ لیا، قرآن کیساتھ مستقل ردیف ٹھہرایا، ساری امت سے بڑا قاضی کہا، ایک نور سے اور اپنا نفس ہونا بتایا (وغیرہ)۔ لیکن ایسا جبری حکم نہ دیا کہ جس کا انکار کرنے والے محمدؐ وعلیؑ کی وجہ سے کافر ہوجاتے۔ اسکے برعکس اُنہیں مومن بننے کا موقعہ دیا، اپنے مخالفانہ تصورات کو آزما دیکھنے کا سامان فراہم کیا۔ جیسے اللہ نے ابلیس کو مہلت دی تھی کہ وہ ذریتِ آدم علیہ السلام پر اپنا کُھلا تجربہ کرلے۔ اُسی طرح اللہ ورسولؐ نے حکومتِ علویہ کے مخالفین کو موقعہ دیا کہ وہ اپنی قومی حکومت قائم کرکے اپنے باطل منصوبوں کو آزما دیکھیں اور اسکے بعد حق کی طرف رجوع کا موقعہ پالیں۔ چنانچہ ولایت علویہؑ کو مکمل دین، پوری ملت ہوتے ہوئے بھی نو مسلموں پر نہیں ٹھونسا اور اُسی سُنت پر علی اور اولادِ علی علیہم السلام نے بھی لاکھوں قربانیاں دے کر استقلال سے عمل فرمایا۔

(ج) دانشورانِ مکہ کے شر سے محفوظ تبلیغ اور کامیاب پیشرفت

ساری دنیا عموماً اور مسلمان خصوصاً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے تمام احکامات ایک دم بیان نہیں کردیئے تھے۔ شراب ہر نبیؑ کی کتاب میں حرام تھی، نماز ہر امت پر واجب تھی۔ مگر آپؐ نے عرصہ دراز کے بعد مدینہ میں شراب کی حرمت کا اعلان کیا۔ نماز مدتوں تک تنہا اور خاندانی طور پر بجالاتے رہے۔ حکم عام کا اعلان مدت کے بعد دیا۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو قرآن ورسولؐ اللہ کے ہر حکم میں وہ مصلحت نظر آئے گی جو عرب کی سیاست کو ناکام کرنے اور اسلام کو سارے عرب میں پھیلا دینے کے لئے ضروری تھی۔ اور ہر جگہ آپ اُس عربی اقدام کا خیال رکھتے تھے جو اوپر مذکور ہوا کہ عرب ذاتی اقتدار کا الزام لگا کر عوام کو ورغلا نہ دیں اس لئے آپ نے کافی مدت تک کلمہ میں **محمدؐ رسول اللّٰہ** کو شامل نہ کیا۔ صرف یہ فرماتے رہے کہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کا اقرار کرو اور فلاحِ دین ودُنیا حاصل کرلو۔ حالانکہ **محمدؐ رسول اللّٰہ** کا اقرار روزِ ازل سے واجب ولازم وفرض تھا۔ اور آج یا کل محمدؐ رسول اللہ کا منکر اور **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کا قائل کافر ہے اور تھا۔ مگر صرف اس لئے کہ عرب کا مکار گروہ گرفت کا موقعہ نہ پائے۔ اُس کلمہ کو کافی قرار دیا گیا اور اتفاق یہ ہے کہ اُس پر حضرت عمر ہی نے اعتراض کیا تو رفتہ رفتہ قوت حاصل ہوجانے پر محمدؐ رسول اللہ بھی کلمہ میں شامل کردیا گیا۔ اس کتاب کے حصہ ''اسلامی کلمہ ونماز'' میں آپ دیکھیں گے کہ سنی وشیعہ ریکارڈ میں جس کلمہ سے اس کائنات کی تخلیق کی ابتدا ہوئی، جو کلمہ عرشِ خداوندی پر؛ ابوابِ جنت پر؛ سدرۃ المنتہیٰ پر لکھا ہوا ہے۔ اور جس کلمہ کا اقرار تمام مخلوقات سے عموماً اور نوعِ انسان سے خصوصاً لیا گیا۔ وہ کلمہ ہے:

1: لا الہ الّا اللّٰہ 2: محمدؐ رسُول اللّٰہ 3: علیؑ ولی اللّٰہ

جس طرح محمدؐ رسول اللہ کو کچھ عرصہ تک ملتوی رکھنے سے اُس کا فرض ہونا ساقط نہیں ہوا تو کیا علیؑ ولی اللہ کا مصلحتاً ساقط رکھنا اُس کے وجوب ولزوم کو ختم کردینے کی دلیل بن سکتا ہے؟ یہ وہی عربی پروپیگنڈے کا دباؤ اور اسلام کو پھیلانے اور قریشی کافرانہ ذہنیت کو

دبا دینے کا سبب تھا کہ تدریج ملحوظ رکھنا فرض ہوگیا۔ ورنہ جس طرح مومنین کیلئے محمدؐ رسول اللہ کا انکار کفر ہے۔ اُسی طرح علیؑ ولی اللہ کے منکر کا حال ہے۔ اور یہ وہ عملی، عقلی، قرآنی اور اسلامی دلیل ہے جو ہزاروں آیات اور لاکھوں احادیث سے ثابت ہے۔ اور ایسی محکم دلیل کا منکر بھی اَز رُوئے قرآن کافر ہے۔

(11) مجتہدین کے معیار پر ولایۃ ونماز کا تعلق

آنحضرت اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے نظام اجتہاد کے معیار کو مدنظر رکھ کر مجتہدین کا منہ بند کر دیا تھا۔ اور اُنہیں اُن تمام مواقع سے محروم کر دیا تھا جن سے وہ ولایت کو شرعی دلیل کے ساتھ نماز یا مسلۃ ودین سے مستقل طور پر الگ اور باطل قرار دے سکیں۔ اس سلسلے میں چند احادیث کا سامنے سے گزرنا ضروری ہے تاکہ ہمارا ہر قاری ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں دقت محسوس نہ کرے۔ چنانچہ مجتہدانہ طرزِ ادا اور مولویانہ زبان میں بات سنیں:

(الف) اللہ نے پانچ چیزیں فرض کی تھیں جن میں سے ولایت کو بندوں نے ترک کر دیا گیا

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: فرض اللّٰہ عَلَی العباد خمسًا اَخذ وا اربعًا و تَرکوا واحِدًا۔

(کافی کتاب الحجۃ باب مانص اللّٰہ و رسوؐله علی الآئمۃؑ واحدًا فواحدًا حدیث 6 جلد 2 صفحہ 83)

''اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ فرض عائد کئے تھے۔ اُنہوں نے چار کو تو اختیار کر لیا مگر ایک کو ترک کر دیا۔''

(1) یہاں قارئین کے نوٹ کرنے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ آیا وہ کتاب کافی کو قبول کرنے کے موڈ میں ہیں یا نہیں؟ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ امامؑ نے لفظ تَرَکُوْا (چھوڑ دیا) فرمایا ہے۔ اور اِس کے معنی صرف یہ ہیں کہ پہلے پانچوں فرائض کو اختیار کیا پھر کسی وقت ترک کر دیا۔ عمل کے بغیر لفظ ترک غلط ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ترک کرنے والا گروہ اُس پر عمل پیرا تھا، بعد میں کسی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا، ترک کر دیا۔

(2) یہ حدیث یہ بتاتی ہوئی آگے بڑھتی ہے کہ بتدریج نماز و زکاۃ و روزہ وحج اور ولایت کے احکام نازل ہوتے رہے۔ اور اُنکی ادائیگی، اوقات، ترتیب، مقام ولباس ومواقع ومتعلقہ اعمال ودعائیں اور مقدار و اہمیت ومقاصد وفوائد وخلاف ورزی کے نتائج و احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوی تعلیم پر چھوڑ دیئے گئے۔ اور آپؐ نے اللہ کی داخلی تعلیم کے مطابق نماز وزکوٰۃ وروزہ و حج وغیرہ کی ذرہ ذرہ تفصیل عملاً کر کے دکھائی اور نوٹ کرائی اور سب مانتے گئے۔ لیکن ولایت کی تشریحات اور تشخص کا وقت آتا تو آپ اشاروں کنایوں اور بالواسطہ بیانات پر اکتفا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے یہ آیت نازل کر دی:

اَنْزَلَ اللّٰہ: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (مائدہ آیت 3) وکان کمال الدین بولایۃ علی بن ابیطالب علیہما السلام فقال عند ذلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمَّتِی حدیثوا عھد بالجاھلیۃ ومتٰی

اخبرتُهُمْ بهذا فی ابن عمّی یقول قائلٌ ویقول قائلٌ ۔فقلتُ فی نفسی من غیراَن ینطق به لسانی فاتتنی عزیمة من اللّٰه عزّوجلّ بتلة اوعدنی اِن لم ابلغ اَن یعذ بنی فنزلت: یآ یُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ (مائدہ آیت 67) فَاَخَذَرسولُ اللّٰه بید علیؑ فقال ...الخ۔ثُمَّ قال یا معشرالمسلمین ھٰذا ولیکم من بعدی فلیبلّغ الشاهد منکم الغائب ..الخ (ایضاً کافی وباب،حدیث نمبر 6 جلد دوم صفحہ 84-83)

اللہ عزّ وجلّ نے نازل کیا کہ’’ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔‘‘اور مجھے دین کی تکمیل کی وضاحت اعلان وقیام ولایت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے کرنا لازم تھا۔اُس موقعہ پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اَے اللہ میری اُمت تازہ تازہ عہد کفر وجہالت سے نکلی ہوئی ہے۔اگر میں اپنے چچازاد بھائی کی حکومت کے قیام کا اعلان کردوں گا تو وہ شخص جو ہمیشہ بولتا رہتا ہے کبھی یوں پروپیگنڈا کرے گا کبھی دوسری طرف نومسلم لوگوں کو بھڑکائے گا۔اور میں اسی سوچ میں تھا کہ اللہ نے عزم صمیم کا حکم بھیج دیا اور مجھے تنبیہہ کی گئی کہ اگر تم اعلان حکومت علویہؑ نہ کرو گے تو عذاب دیئے جاؤ گے۔چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: اے رسولؐ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل ہو چکا ہے اُس کی تبلیغ کردے۔اور اگر تم نے عملاً اُس کی تعمیل کر کے نہ دکھادی تو آپ نے پوری رسالت خداوندی کی تبلیغ کو صفر سے ضرب دے کر سارے دین کا ستیاناس کر دیا۔اور رہ گیا حاسدین کی طرف سے خطرہ؟ تو اللہ تمہیں اُن لوگوں سے محفوظ و مامون رکھے گا۔یقیناً اللہ حق پوش قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔اس کے بعد رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور تمام حاضرین حج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھ سے پہلے ایسا کوئی پیغمبرؑ نہیں گزرا جسے اللہ نے کافی عمر نہ دی ہو۔اُس کے بعد اللہ نے ہر نبیؑ کو اپنی تعلیمات سے نوازا اور ہر نبیؑ نے اُن تعلیمات کی تبلیغ کی۔اور آخر دنیا سے رخصت ہوتے رہے۔مجھے بھی اللہ بلانے والا ہے اور میں جانے والا ہوں۔میں بھی اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں اور تم بھی اپنا حساب وجواب دوگے۔میری تبلیغی کوششوں کے بارے میں تمہارا کیا تاثر ہے؟ سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم گواہ ہیں کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے اور اپنے فرائض سے کماحقہ فارغ ہو گئے۔اللہ آپ کو تمام رسولوںؑ کے ساتھ جزائے پیغام رسانی عطا کرے۔یہ سُن کر رسولؐ اللہ نے تین بار فرمایا کہ اے اللہ گواہ رہ کہ ان لوگوں نے اقرار کرلیا ہے۔اس کے بعد فرمایا اے گروہِ مسلمانان یہ علیؑ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔لہٰذا یہاں جولوگ حاضر ہیں وہ سب ذمہ دار ہیں کہ یہ پیغام اُن لوگوں کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔‘‘

(3) یہ واقعہ تاریخ وحدیث کی تمام کتابوں میں بڑی تفصیل سے مذکور اور مسلمانوں کا مُسلمہ واقعہ ہے۔لیکن نظام اجتہاد نے جس علم کی فرضیت سے انکار کر دیا تھا اُسی ضرورت کے ماتحت ولایۃ علویہؑ کا بھی انکار کر دیا۔اور کہا کہ ولی اور مولیٰ کے ایک معنی

دوست ،ایک معنی غلام اور زیر سرپرستی بھی ہوتے ہیں ۔لہٰذا ولی اور مولا بنانے کے معنی اُمت پر حاکم یا سلطان یا خلیفہ ہونا ضروری ولازمی نہیں ہیں ۔مطلب یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کو اپنا جملہ کچھ یوں بولنا چاہئے تھا کہ:

''میں علیؑ کو اپنے بعد تم پر اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں ۔''

قارئین سوچیں کہ علم کو لازمی قرار دینے کے لئے آنحضرتؐ نے لفظ فریضۃ بولا تھا ۔تو فرض کو اجتہادی جھُولا جھلا کر صفر اور غیر ضروری بنادینے والے لفظ خلیفہ بولنے کے باوجود بھی حضرت علیؑ کو اپنا حاکم نہ بناتے ۔

اوّل اس لئے کہ پہلی تبلیغِ رسالت کے موقعہ پر لفظ خلیفہ فرمایا تھا، لفظ وزیر بھی بولا تھا۔اور اس عہدے سے کبھی حضرت علیؑ کو معزول بھی نہ کیا تھا۔اور مدینہ میں بھی آنحضرتؐ نے مؤسیٰ وہارونؑ کی مثال دے کر واضح الفاظ میں خلیفہ بنایا تھا۔

دوم اس لئے کہ جن لوگوں سے محمدؐ وآل محمدؐ کا واسطہ وسابقہ پڑا تھا وہ مجتہد تھے ۔ وہاں الفاظ کھلونے کا کام دیتے تھے ۔وہ یہود ونصاریٰ سے تعلیم پانے والے حضرات تھے۔اُنکے ساتھ کثرت تھی ۔خَلِیْفَہ کو خُلَیْفَہ بنا سکتے تھے۔حَلِیْفَہ کہہ سکتے تھے۔

اس ردوبدل اور عبارتوں کو زیروزبر کرتے رہنے کی سینکڑوں مثالیں قرآن کریم اور اُن کی اپنی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہیں۔ اللہ نے وضو میں سر اور پیروں کا مسح کرنے کا حکم دیا۔قرآن میں لفظ مسح (وَامسحوا) موجود ہوتے ہوئے ایک لفظ پر غلط زبر دے کر (مائدہ 5/6) مسلمانوں کی کثرت کے وضو کو حکم خدا کے خلاف کردیا۔اور اُسی آیت میں محض مسح کو تیمّم میں اختیار کرلیا۔اور کسی نے پرواہ نہ کی کہ وضو میں جن اعضا کو دھونے کا حکم تھا اُن پر تیمّم میں مسح واجب ہے تو کیوں اللہ نے تیمّم میں پیروں کے مسح کا حکم نہ دیا؟ مگر یہ سب کچھ اہل دیانت وامانت واہل عقل کی باتیں ہیں ۔لیکن وہاں اِن چیزوں کو مار کر بھگا دیا گیا ہے۔ یہ وہی مجتہدین تھے جن کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔ جنہوں نے حیات رسولؐ میں قرآن میں معنوی تحریف کی اور عوام میں اُسے پاژند بنا کر پیش کیا اور کثرت الناس بلکہ اپنی پوری قوم کو قرآن کے خلاف لا کھڑا کیا (فرقان 32-25/27)۔قرآن کے بقول یہ جرائم پیشہ لوگ جو کچھ نہ کر گزرتے کم تھا۔اُنہیں آج بھی کوئی روکنے والا نہیں ہے۔قرآن کے صحیح ترجمہ کا نعرہ مارنے والا خاموشی سے قرآن کی تحریف کو دیکھ رہا ہے۔وہ جانتا ہے کہ شاہ عبدالقادر مرحوم نے وضو کی آیت میں پیروں کا دھونا ترجمہ نہیں کیا تھا بلکہ مسح کرنے کے لئے چھُوؤ اپنے سر کو اور پیروں کو لکھا تھا۔ جو اوّلین اشاعت میں آج بھی ہمارے پاس اور لائبریروں میں موجود ہے۔مگر تاج کمپنی دن دھاڑے چوڑے میدان میں شاہ عبدالقادر کا ترجمہ کہہ کر بازار میں بیچتی ہے اور وضو کی آیت میں نہایت ڈھٹائی اور اپنی مذہبی دیانت سے ترجمہ بدلتی ہے اور پیروں کا دھونا لکھتی ہے۔لیکن نام نہاد قاضی القضاۃ کی رگِ حمیتِ مذہب میں حرکت نہیں ہوتی۔ اِن حضرات سے نمٹنے کے لئے دو چیزیں درکار ہیں۔ایک ڈنڈا اور قوت ہے۔جس کی اسلام میں ممانعت ہے اور اسی امن پسندی کی وجہ سے یہ گروہ ہمیشہ ظلم وستم کرتا رہا ہے۔دوسری چیز حق وانصاف وعدالت ہے۔

کاش اس گروہ کے تمام چھوٹے بڑے علما تیار ہو جائیں اور جس طرح ختم نبوت کے جھگڑے میں، عدالت عالیہ کو ثالث بنایا گیا تھا اُسی طرح یہ گروہ ہمارے ساتھ عدالت میں اپنا مذہب وموقف پیش کرے تو ہم اُنہیں دکھائیں کہ دنیا کی ہر عدالت انہیں اسلام کا منکر ومخالف ومنافق قرار دے گی۔ اور ہم اُن کے اپنے مسلمہ ریکارڈ وقرآن سے حقیقی مسلم ومومن وفدا کارانِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم ثابت ہوں گے۔ ہے کوئی جو اس پُر امن اور قانونی واسلامی چیلنج کو قبول کرے۔ مگر وہ مجھے جانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میں نظامِ اجتہاد اور شیعہ سنی دونوں نام نہاد مجتہدین کو باطل سمجھتا ہوں۔ اور اُن کا رد وابطال قرآن وحدیث سے کرتا ہوں۔ اور کثرت کے فیصلوں اور اجماعی مسلمات کو طاغوتی سامان ثابت کرتا ہوں اور کلام اللہ اور کلام معصومؑ سے حجت قائم کرتا ہوں۔ اس لئے وہ جبر وتشدد وقوت ودھاندلی اور دھونس تو استعمال کر سکتے ہیں چونکہ ان چیزوں کی اُن کے پاس افراط ہے۔ مگر کلام اللہ سے وہ محروم ہیں۔ اور حسبنا کتاب اللّٰہ کے کھوکھلے نعروں کے سوا انکے پاس کچھ نہیں ہے۔ رسولؐ کو اپنے ایسا مجتہد اور خاطی کہنے والے لوگ اُس کے سامنے نہیں آسکتے جو اللہ ومعصومینؑ کا دامن تھامے ہوئے ہو۔ یہ ہمیں کافر کہنے والا دین فروش گروہ تو خود اپنے قلم سے اپنی اور اپنے بزرگوں کی تحریروں سے کافر ثابت ہے۔ معاملہ عدالت میں پیش ہونے دو۔ وہاں اُنہیں لینے کے دینے پڑیں گے۔

(ب) اسلام کی بنیادوں میں سب سے زیادہ زور ولایت پر دیا گیا ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے ماحول کے مجتہدین کے سمجھنے کے زبان میں فرماتے ہیں کہ:

قال: بنی الاسلام علی خمس: عَلَی الصّلاۃ والزکوٰۃ والصوم والحجّ والولایۃ، وَلَمْ یَنَادِ بِشَیءٍ کما نُوْدِیَ بالولایۃ؛ فَاَخَذَ النّاس بأربع وتَرکوا ھذہ یعنی الولایۃ۔ (کافی کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام حدیث 3)

''اسلام پانچ بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت پر۔ اور جس طرح قیامِ ولایت کے لئے پکار پڑتی رہی، کسی اور چیز کے لئے اُس طرح اعلانات نہیں کئے گئے۔ مگر اس کے باوجود اُن لوگوں نے ولایت کو ترک کر دیا۔ اور باقی چاروں کو اختیار کئے رکھا۔''

(ج) اسلام کے تین پائے ہیں۔ ایک کے بغیر باقی دونوں غلط ہیں

یہاں امام جعفرؑ صادق کا فرمان ویسے تو عام فہم ہے مگر اہلِ صنعت ٹیکنیکل حضرات زیادہ لطف اندوز ہوں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی چیز کا ڈگمگانا روکنا ہوتا ہے تو اُس میں میز کرسی کی طرح چار ٹانگیں نہیں لگائی جاتیں۔ اس لئے کہ اگر زمین یا فرش سو فیصد ہموار نہ ہو تو ڈگمگاہٹ لازم ہے۔ اس لئے سرفیس پلیٹ (Surface Plates) اور مارکنگ آف ٹیبل (Marking off Tables) میں تین سپورٹ لگائے جاتے ہیں جو ہر حال میں تینوں زمین یا فرش وغیرہ پر ٹکتے اور ڈگمگانے کو روکتے ہیں۔

حدیث سنئیے ارشاد ہے۔

اَثَافی الاسلام ثلاثة: الصلاة و الزکٰوة و الولایة۔ لا تَصَحُّ وَاحِدَةٌ اِلَّا بِصَاحبتیها۔

(ایضاً باب جلد 3 کتاب الایمان و الکفر حدیث 4 صفحہ 33)(پچھلی حدیث اسی صفحہ پر ہے)

''اسلام تین پایوں پر قائم ہے 1: نماز 2: زکٰوۃ 3: ولایة۔ اِن میں سے کوئی ایک باقی دو کے بغیر صحیح نہیں ہے۔''

یہ حدیث پڑھ لینے والوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا اُن کی نمازیں ولایت کے بغیر صحیح ہوسکتی ہیں؟ علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے اپنی شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

مقصود از اینکہ بر اینھا ساز مان شدہ اند اینست کہ اینھا اجزاء وارکان آنند بنابر ایں ممکن است مقصود از ولایت معنی اعم شامل شھادتین باشد۔ (ایضاً جلد 3 صفحہ 33)

مقصد یہ ہے کہ ان بنیادوں پر اسلامی اساس اس لئے قائم ہے کہ یہ اسلام کے اجزاء اور ارکان ہیں۔ لہٰذا اسی وجہ سے یہ بھی ممکن ہے کہ ولایت کے معنی عام لئے جائیں اور ولایت کو شہادتین کے ساتھ شامل کیا جائے۔'' یعنی نماز میں پڑھا جائے۔ ابوعبداللہ

قارئین نوٹ فرمائیں کہ: علامہ محمد باقر مجلسیؒ گیارہویں صدی کے عالم ہیں۔ اور اپنے زمانہ میں پورے ملک ایران کے شاہی قاضی القضات یا شیخ الاسلام تھے۔ سینکڑوں چھوٹے بڑے، شیعہ سنی قاضی و مفتی اور تمام ملکی عدالتیں آپ کے ماتحت تھیں۔ وہ ہماری وزارت امور مذہبی کی طرح نہ تھے۔ اُنہیں ایک ہمہ گیر اسلامی نظام عدالت چلانا تھا۔ اس لئے وہ شیعہ ہوتے ہوئے بھی نظام اجتہاد پر مجدانہ عمل کرتے اور دونوں فرقوں کے علما سے عمل کراتے تھے۔ وہ پیدائش سے لے کر وفات تک نظام اجتہاد کے ماحول میں رہے۔ اس لئے اُن کے قلم سے ایسی تحریریں اور فیصلے وفتاویٰ نکلنا لازم تھے جو ملک کے اہل سنت باشندوں کو بھی مطمئن کریں اور شیعوں کو بھی خوش رکھیں۔ لہٰذا اُن کی تمام کتابیں مجتہدانہ زبان وانداز واصول پر لکھی گئیں ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن کی ہر بات ہر وقت بلاسوچے سمجھے اختیار کرنے کی نہیں ہوسکتی۔ سوچنا ہوگا کہ مخاطب کون تھا؟ صورت حال کیا تھی؟ اور یہ کہ زیر غور مسئلہ پر اُنہوں نے اور کیا کیا لکھا ہے؟ تب یہ فیصلہ ممکن ہوگا کہ وہ بات مذہب شیعہ میں قابل سند ہے یا نہیں ہے۔ جہاں جہاں وہ اجتہادی مسائل میں اُلجھے ہوئے پائے جائیں گے اُن کی بات رد کردی جائے گی۔ مثلاً ہم اُن کے مان لینے اور لکھ دینے سے یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ رسولؐ اللہ کی چار بیٹیاں تھیں یا حضرت علی علیہ السلام کی بیٹی سے کسی غیر خاندان فرد کا نکاح ہوا تھا۔ یا یہ کہ حضرت علیؑ نے کسی خلیفہ کی بیعت کی تھی یا یہ کہ امام حسن علیہ السلام معاویہ سے روپیہ لیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ اہلبیتؑ کے پاس بڑا بینک بیلنس اور جائیدادیں تھیں۔ یہ تمام باتیں مذہب شیعہ کی بنیادی اور واضح تعلیم کے خلاف ہیں۔ مجتہدین نے خود آئمہ علیہم السلام کے ذمہ ایسے اقوال لگائے ہیں۔ اسی لئے مجتہدانہ ذہنیت جہاں بھی پائی جائے گی ہم اسے طاغوتی تصور کہہ کر رد

کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب محمد باقر مجلسی نے اپنی مندرجہ بالا شرح میں ولایت کے سلسلہ میں صحیح بات لکھی مگر اُس کو مجتہدانہ ترکیب سے ایسا بنا دیا کہ بعد والے مجتہدین نے محمد باقر کے لکھنے کے باوجود نماز میں ولایت کو شامل نہ کیا اور چوکس شیعہ بھی رہے۔ حالانکہ حدیث میں بلا ولایت نماز باطل ہے۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ مجتہدین نے قرآن کریم وحدیث کے الفاظ کو سیال بنا کر اپنے باطل تصورات کو سہارا دیا ہے۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ ہر لفظ کی کئی کئی قسمیں بنا دی گئی ہیں۔ ایک صورت یا قِسم عام ہے، ایک قِسم خاص ہے۔ ایک مقید ہے، ایک مطلق ہے۔ ایک وغیرہ وغیرہ بکواس ہے۔ چنانچہ حدیثِ زیر بحث میں آیا ہوا لفظ ولایت مجتہد کے رحم وکرم پر ہے۔ وہ ولایت کو مذکورہ بکواس میں جس شیطانی قِسم میں چاہیں رکھ دیں۔ اگر وہ اُسے عام فرما دیں تو بقول محمد باقر مجلسی ولایت کو نماز میں اور ہر جگہ **اشهد انّ لا اله الا اللّٰه وحده لاشريك له واشهد انّ مُحمدًا عبده ورسوله** کے ساتھ پڑھنا لازم ہو جائے گا۔ اور اگر مجتہد نہ چاہے تو پھر ولایت کو قسم خاص میں رکھ دے۔ لہٰذا وہ تمام مجتہدین کے عمل درآمد کی سند بن جائے گا اور نماز سے خارج ہو جائے گا۔ اور اُن کی نماز بلا ولایت بھی چاروں خانے چت اور صحیح ٹھہرے گی۔ یہ بات تھی جو رسولؐ اللہ نے فرمائی تھی کہ ''قرآنی تعلیمات میں سے کوئی تعلیم باقی نہ چھوڑیں گے۔ صرف قرآن کے الفاظ باقی رہ جائیں گے'' اور الفاظ شیطانی چکروں میں دن رات گھمائے جائیں گے۔ تاکہ نت نئے مکاتیب فکر اور کھانے کمانے کے نئے طریقے اور مذہب نکلتے چلے آئیں۔ اِسی ابلیسی طرزِ عمل کی آنحضرتؐ نے اللہ سے شکایت کی تھی۔ اور اُسی مجتہد قوم نے قرآن کو مہجور کر کے طاغوت کو اپنا ہدایت کار بنا لیا تھا۔ (فرقان 33-25/27)

(د) ولایت علویہؑ نماز وغیرہ کی کنجی ہے۔ اور علی علیہ السلام دلیل اسلام ہیں

قارئین نوٹ فرمائیں کہ نماز، جو پورا دین وصلہ ہے کے فوائد ونتائج حاصل کرنے کیلئے ولایت وہ کنجی ہے کہ اسکے بغیر تمام عبادتیں باطل وبے نتیجہ رہتی ہیں۔ اور آج ایک طویل تجربہ آپ کو مُنہ چڑا رہا ہے۔ پھر مجتہدوں کی زبان میں بات سنئے اور اُنہیں بتائیے کہ تم فوائد نماز سے کیوں محروم ہوئے؟ امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال ہو رہا ہے کہ:

بَنی الاسلام علی خمسة اشیاء۔ عَلَی الصّلاة والزکاة والحجّ والصوم والولایة۔ قال زرارة: فقلت: وایُّ شیءٍ من ذلك افضل؟ فقال: الولایه افضل، لانّهَا مِفْتَاحهُنّ والوالی هو الدلیل عَلَیْهِنَّ...الخ

(کافی کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام حدیث 5 صفحہ 36)

''ان پانچوں میں سے کون افضل ہے۔ فرمایا کہ ولایت، نماز وزکوٰۃ وحج اور روزہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ولایت اُن سب کی کنجی ہے اور والی یعنی امام زمانہ علیہ السلام اُن سب کے لئے نتائج فراہم کرنے کی ذمہ داری ہستی ہے۔''

یہی حدیث ہے جس میں رسولؐ اللہ نے بھی اپنے زمانہ کے مجتہدین کی زبان استعمال کی ہے اور نماز کو دین کا ستون فرمایا

ہے۔لیکن محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے اپنے یہاں صلوٰۃ یا نماز مکمل دین وملت ہے۔ یہ نوٹ کریں کہ مخاطب سے اُس کی اپنی زبان میں اوراُس کی علمی وعقلی سطح کے مطابق بات کرنے کا حکم آنحضرتؐ ہی نے دیا تھا۔لہٰذا مجتہدین سے کہہ دو کہ آپ محمدؐ وآل محمدؐ کے بیانات سے دلیل وسندنہیں پا سکتے۔ جب تک اصل موضوع پر اُن حضرات کے تمام اقوال وفرمان نہ دکھا دو کوئی ایک لفظ یا جُملہ دکھا کرشیعوں کوفریب نہیں دیا جا سکے گا۔تم نے بڑے بڑے علمائے حقہ شیعہ اثنا عشریہ کو اپنی رَو میں بہایا۔انہیں اپنی زبان بولنے اوراپنے اصول پر بات کرنے پر مجبور کیا۔لیکن ابوعبداللہ (مصنف) خود تمہیں اُس طاغوتی زبان چھوڑنے اورانسانی زبان بولنے پر مجبور کرے گا۔تا کہ تمہاری بات جنوں کے بجائے سیدھے سادے انسان اور مومنین سمجھیں اورتم اَحوَط ہے،اِشکال ہے، مُقدّر ہے،اظھر ہے وغیرہ کی بکواس سے فریب نہ دے سکو۔ جاگو کہ پبلک کوحقیقی اسلام کی ضرورت ہے۔اُن سے کہہ دو کہ تم اُن تیسرے درجہ کے صوفیا سے زیادہ خطرناک ہو۔ بھنگ اور چرس کا نشہ عارضی ہوتا ہےاورانسان کواچانک راہِ حق نظرآجاتی ہے۔لیکن تم جواجتہادی الفاظ کی گولیاں کھلاتے ہو،تم جوآعوذ کی بھنگ اور چرس پلاتے ہووہ انسان کو ہمیشہ کیلئے غافل اور نشے میں مبتلا رکھتا ہے۔تم یار بد سے بھی بدتر ہو۔اسلئے کہ تم دین وایمان کے ڈاکو ہو: ؎

یارِبد بدتر بود از مارِ بد: بُرا دوست بُرے سانپ سے بُرا ہوتا ہے

مارِبدتنہا ہمیں برجان زند: بُرا سانپ صرف جان لیتا ہے

یارِبد بردین وبرایمان زند: بُرا دوست دین وایمان تباہ کرتا ہے

(۵) ولایت کے اعلان واقرار کوکسی حالت میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا

ولایت اُن تمام فرائض میں مخصوص مقام رکھتی ہے جواللہ نے انسانوں پر فرض قرار دیئے ہیں۔اوراس حقیقت کی وضاحت میں بہت سی احادیث میں ایک یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''اِنَّ اللّٰہَ عزَّ وجلَّ فَرَضَ عَلٰی خَلْقِہٖ خَمْسًا فَرَخَّصَ فی اَرْبَعٍ وَّ لَمْ یَرَخَّصَ فی واحدۃ۔

(کافی کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام حدیث 12 صفحہ 41)

یقیناً اللہ عزّ وجلّ نے تمام مخلوقات پر پانچ فرائض عائد کئے تھے۔جن میں سے چار میں کچھ رعایت اور اختیار دیا گیا تھا۔لیکن ایک مستقل فرض ہےاس میں کوئی رعایت واختیارنہیں دیا گیا ہے۔''

قارئین خود جانتے ہیں کہ نماز بعض اوقات میں ساقط ہے بعض حالات میں قطعاً معاف ہے۔زکوٰۃ اہل دولت پر فرض ہے۔باقی سے تعلق نہیں۔روزہ بھی ساقط اورمعاف ہوجاتا ہے۔حج صاحب استطاعت پراورزندگی بھرمیں ایک دفعہ فرض ہے۔مگرولایت ہرحال میں فرض ہے۔اُس سے چھٹکارہ وہی لوگ حاصل کرسکتے جواپنی ولایت وحکومت ونیابت قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

اس حدیث میں پانچوں فرائض کا نام نہیں لیا گیا اسلئے دوسری حدیث ملاحظہ فرمالیں۔ پھرامام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ افترض عَلٰی امة محمدٌ خمس فرائض ۔الصلاةَ والزکاةَ والصیامَ والحجَّ ووِلَایَتِنَا۔ فرخّص لهم فی اشیاء من الفرائض الاربعة ولم یرخّص لاحدٍ من المسلمین فی ترك ولایتنا ۔ لَا واللّٰه ما فیها رخصة۔(الرّوضة من الکافی حدیث 399 صفحہ 271)

’’یقیناً اللہ نے اُمت محمدؐ پر پانچ فرائض عائد کئے تھے۔نماز، زکاۃ، روزے اور حج اور ہماری ولایت۔چنانچہ اُمت کے لئے چار فرائض میں سے بعض صورتوں میں رخصت ورعایت دی تھی۔لیکن پوری اُمت کے مسلمانوں میں سے کسی ایک کو بھی ولایت کو کسی حال میں ترک کرنے کی رعایت نہیں دی۔خدا کی قسم ولایت میں بالکل رخصت نہیں ہے۔‘‘

اِن تمام تاکیدوں کے بعد بھی مذہب شیعہ کے داخلی اور نقاب پوش دشمنوں نے ولایت کو تمام عبادات واعمال سے خارج کر کے شیعہ پبلک کو مطمئن کر دیا کہ وہ پکے شیعہ ہیں۔

14۔ شیعوں کو نظامِ اجتہاد نے کس طرح فریب دیا؟

علمائے سُوء نے کہا کہ ولایتِ علویہ وآئمہ علیہم السلام پر ایمان لانے سے وہ تمام تقاضے اور تاکیدیں اور شرائط پُورے ہو جاتے ہیں جو مذکورہ بالا اور اُسی قسم کی سینکڑوں احادیث میں محمدؐ وآل محمدؐ نے قائم کئے ہیں۔یعنی جو شخص ایک دفعہ یہ مان لے کہ:۔

1: ’’اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۔اور

2: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔اور

3: اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَوَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتهٗ بِلَا فَصْل۔

1: میں شاہد ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے جو قطعاً یگانہ ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اور

2: میں شاہد ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں۔اور

3: میں شاہد ہوں کہ علیؑ اللہ کی طرف سے ولی وحاکم ہیں۔اور رسولؐ اللہ کے وصی ہیں اور براہ راست بلا کسی فاصلہ کے رسولؐ کے پہلے خلیفہ ہیں۔

ایسا ماننے والا شخص مذکورہ احادیث کی رُو سے پکا شیعہ ہے۔چنانچہ مجتہدین کے فرمانبردار شیعہ اسی پر عمل کرتے رہے۔اور آج ملت شیعہ کی کثرت مع مجتہدین کے اسی پر عمل کر رہی ہے۔اور اذان ونماز میں تیسری شہادت لازم نہیں سمجھتی ہے۔ہم اُس کثرت پر اس لئے اعتراض نہیں کرتے کہ اُس نے مذکورہ علما کو محمدؐ وآئمہ اہل بیت علیہم السلام کا جانشین سمجھ کر اُن پر اعتماد کیا اور اُن کے

بتائے ہوئے احکام کولاعلمی کی بناپر اللہ ومعصومینؑ کے احکام سمجھ کراُن پر سوفیصد یقین کرلیا۔اور علما کی جن فریب کاریوں کی بناپر اُنہیں قابلِ اعتماد وغیرہ سمجھا،اُن کی جعل سازیوں کی طویل فہرست میں سے صرف ایک بتادینا کافی ہے۔اُنہوں نے رسولؐ کی وہ حدیث اپنے اوپر چپکالی کہ ''میری اُمت کے علماؑ بنی اسرائیل کے انبیاؑ کی مانند ہیں۔''(علماء اُمتی کانبیاءٔ بنی اسرائیل) حالانکہ اِن علمائے سُوء میں ایک بھی علمی بات ایسی موجود نہ تھی جو انبیاؑ میں لازم اور سب کو معلوم ہیں۔یہ اعلیٰ درجہ کے خاطی وخطاکار تھےاور اپنی خطاؤں اور غلطیوں کا تحریری اقرار کرتے چلے آئے۔مگر عوام کو اُن کی خاص خاص کتابوں تک رسائی نہ تھی۔اُنہوں نے اِن کے احکام کو معصومینؑ کے احکام کی طرح مانا اور عمل کیا۔مذکورہ بالا حدیث پر اس کتاب میں کافی روشنی آپ کے رُوبروآچکی ہے۔بہرحال ہمیں امت کے عوام سے بلاتفریق مذہب وملت کوئی تعارض نہیں ہے۔ہر زمانہ کی کثرت کو ان نام نہاد علمانے گمراہ رکھا اور اُن کو اُمت کے گناہوں میں الگ سے ماخوذ کیا جائے گا۔فرمایا گیا تھا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت اسی صورت میں گمراہ ہوگی جب کہ پہلے علما اور امیر لوگ گمراہ ہوجائیں گے۔چنانچہ چودہ پندرہ سوسال سے امت کی گمراہی کے ذمہ داریہی دونوں گروہ ہیں۔تاریخ میں فرقہ واریت گواہ ہے۔

(1) شیعہ علمائے مجتہدین سے ولایت اور نماز پر چند باتیں ہوجائیں

پہلی بات ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ اگراقرار ولایت اذان ونماز کے دوران فرض وواجب ومستحب اور سنت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ صرف دل سے مان لینا کافی ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ تمہیں اور پوری اُمت کو نماز کے فوائد وانعامات کیوں حاصل نہیں ہوئے؟ جب کہ ولایت تمام عبادات کی کنجی ہے۔اور یہ کنجی آپ کے پیدائشی شیعہ ہونے کی وجہ سے یا آپ کے اقرار وایمانِ ولایت کے سبب سے آپ کو بقول آپ کے مل چکی ہے تو اُس کنجی سے آپ نے کون سی عبادت کا قفل کھولا ہے؟اور قفل کھولنے کے بعد آپ کو وہ کون سی چیز یا نعمت ملی ہے؟ جس کو تالے میں مومنین کے لئے محفوظ رکھا تھا؟اور جو ولایت علویہ کے مخالف نمازیوں کو نہیں ملی ہے؟ جب کہ خدا نے اپنی تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے وقف کر دی ہیں؟ اور جن کی تفصیل ہم نے قرآن و حدیث سے چونتیس(34) جُملے چند صفحات قبل(13/8 کاج) لکھے ہیں؟ قارئین نوٹ کریں تمام شیعہ وسُنی مجتہدین مل کر قیامت تک ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے۔

دوسری بات یہ عرض کرنا ہے کہ ولایت کا اقرار زندگی بھر میں ایک دفعہ کرکے اگر دین کی ایک بنیاد مکمل ہوجاتی ہے تو باقی چاروں بنیادوں کا صرف اقرار اور وہ بھی زندگی میں ایک دفعہ اقرار کرکے پورا ہوجانا مان لینا چاہیے؟ یعنی عملاً نہ نماز پڑھی جائے،نہ روزے رکھے جائیں،نہ زکوٰۃ دی جائے نہ حج کیا جائے؟ صرف دل سے ایمان لے آیا جائے؟اگر آپ یہ فرمائیں کہ جناب نماز وغیرہ کو عملاً بجالانے کا حکم الگ سے موجود ہے تو ہم عرض کرینگے کہ کیا آپکا وہ ریکارڈ جس میں اللہ ورسولؐ اور آئمہ معصومینؑ کے تمام

احکام موجود ہوں، آپکے پاس موجود ہے؟ آپکو پختہ یقین فراہم ہو چکا ہے کہ احادیث تمام وکمال آپکے ریکارڈ میں موجود ہے؟ ہم نے تو آپ ہی کی تحریروں میں پڑھا ہے کہ لاکھوں احادیث اور سینکڑوں دینی احکام کی کتابیں ضائع کر دی گئی تھیں۔اور لاکھوں احادیث خلفائے جَور نے گھڑوا کر شائع کرادی تھیں۔آپ کو کن ذرائع سے یہ یقین فراہم ہوا ہے کہ ہر کام میں اور ہر نماز میں ولایت محمدؐیہ کی شہادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ کیا آپ کے ریکارڈ میں کوئی ایک حدیث ایسی ہے جس میں یہ ممانعت موجود ہو اور نماز میں ولایت کی شہادت منع ہو؟ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں دیکھیں جن میں سے ایک ہم نے بھی لکھی ہے کہ:

(1) نماز بلا زکوٰۃ اور ولایت کے صحیح نہیں ہے۔اور

(2) زکوٰۃ بلا نماز اور ولایت کے صحیح نہیں ہوتی۔اور

(3) ولایت بلا نماز اور زکوٰۃ غلط ہوتی ہے؟ یعنی یہ تینوں دین کے ایسے سہارے یا پائے ہیں کہ اگر ایک پایا ہٹا دیا تو پورا دین دھڑام سے گر جائے گا۔یعنی تم دین کو مسمار کرنے والے ہو جاؤ گے۔

اگر آپ نے یہ حدیث دیکھ لی ہے؟ تو کیا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ نماز کو بلا اعلان شہادت مرتضویٰ پڑھنا غلط ہے؟ اور کیا اس پر عمل کر کے نہیں دکھایا گیا کہ نماز قائم کرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ کی تیاری کر لی جائے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَo (مائدہ 5/55)

کیا حضرت علیؑ نے تینوں چیزوں کو اکٹھا جمع نہ کر دیا تھا۔تم تو روپیہ کمانے کے لئے اس آیت کو سینہ ٹھونک کر پڑھتے ہو۔مگر کبھی بھی مجالس کی فیس کو حلال کر کے نہیں کھاتے۔کبھی نہیں بتاتے کہ ولایت وزکوٰۃ ونماز تینوں ایک جگہ دیکھنا ہوں تو اللہ ورسوؐل کے ولی وحاکم علیؑ کو دیکھ لو۔اور تم زکوٰۃ اوّل تو دیتے نہیں بلکہ لیتے ہو۔اور اگر دو گے تو اُس وقت حالت رکوع میں نہ ہو گے۔بلکہ اپنے قصرِ ڈھکوی میں جُھول پہنے ذوالجناح بنے بیٹھے ہو گے۔اور کسی سیدانی بیوہ کی بیس درخواستوں کے بعد احسان جتا کر حجت اللہ اور آیت اللہ منوا کر زکوٰۃ دو گے۔وہ زکوٰۃ چونکہ نماز اور ولایت سے الگ کر کے دی اس لئے تمہارے منہ پر ماردی جائے گی۔ اور چونکہ تم مذکورہ بالا حدیث کے منکر و کافر ہو اس لئے تمہیں دھکے مار کر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔لہٰذا حقیقی مومنین اور شیعانِ ولایت علویّہ ہر نماز میں ولایت کا اعلان کرتے ہیں۔اور ہر سانس علیؑ علیؑ کہتی ہوئی آتی جاتی ہے۔اسلئے وہ اُس حدیث پر مکمل عمل کرتے ہیں اور دین ودنیا میں کامیاب رہتے ہیں۔

<u>تیسری بات</u> یہ ہے کہ چاروں بنیادوں میں رخصت دی گئی ہے۔ولایت میں رخصت نہیں ہے۔لہٰذا بتاؤ کہ جن غریب مومنین پر زکوٰۃ وروزہ وحج ونماز باری باری یا ایک دم ساقط ہوں (مثلاً ایک غریب حائضہ خاتون پر) وہ سقوط کی مدت میں دین کے (4/5) چار بٹا پانچ حصوں سے محروم یا آزاد ماننا پڑیں گے۔اور اُنہیں تینوں پایوں میں سے دو کو ساتھ رکھنے کا موقعہ ہی نہ ملے گا۔

گویا اللہ ورسولؐ نے اُنہیں دین کو مسمار کرنے میں آزاد چھوڑ دیا ہے؟ یہ تمہارے تصورات کا حال ہے۔لیکن ولایت کُل دین ہے، ولایت پوری ملت ہے، ولایت ہی صراط مستقیم ہے۔لہٰذا اس سقوط کے وقت بھی وہ مومنین ومومنات علیؑ علیؑ کہتے رہنے پر مامور ہیں۔اُس میں رخصت یا چھٹی نہیں ہے۔لہٰذا وہ سب مکمل دین پر عامل وفائز ہیں۔مگر تمہارے مقلد تمہاری طرح پورے دین سے محروم ہیں۔

چوتھی گزارش یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ تخلیق کائنات کے وقت سے ہر ہر اعلان ومعاہدہ میں ولایت مرتضویؑ کی شہادت لازم رہتی چلی آئی (دیکھیں کتاب کا حصہ اسلامی کلمہ ونماز) تو نماز میں دوشہادتیں کیوں باقی رہیں اور علیؑ کی ولایت کو کیوں غائب کر دیا گیا؟ اور ولایت کی نفی کر کے نماز کو یا نمازیوں کو کونسا فائدہ پہنچایا گیا؟ اور وہ کون سا نقصان تھا جو ولایت کو نماز میں رکھنے سے نماز یا نمازیوں کو پہنچتا؟ جس سے بچانا ضروری تھا؟ پھر یہ بتایئے کہ جب ہم نے پیدائشی طور پر اسلام اختیار کرتے وقت اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے اور محمدؐ کے رسولؐ اللہ اور اللہ کا بندہ ہونے کا اقرار کرلیا۔اور ساری عمر اس پر ایمان رکھا تو ہر نماز میں اِن دونوں کی شہادت کو کیوں دُھرایا جائے؟ نہ دُھرانے سے کیا نقصان ہوگا؟ پھر یہ بتائیں کہ اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ اللہ کی رسالت پر ایمان لانے کو یعنی وحدانیت اور رسالت کو پورا دین کیوں نہ کہا؟ اس ایمان کو اَلْمِلّة کیوں قرار نہ دیا؟ اور بجائے توحید ورسالت کو صراط مستقیم کہنے کے یہ کیوں فرمایا کہ:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم (ھود 11/56) ''یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔''

مولوی صاحب آپ کے حساب سے یہ شرک جلی ہوگیا کہ علیؑ کو راستہ کہہ کر وحدانیت کو صحیح راستہ کا راہرو قرار دے دیا؟ اور اِسی پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ اللہ نے رسالت کے لئے فرمایا اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo (زخرف 43/43) اور سند عطا کی کہ اے محمدؐ تم اور تمہاری نبوت ورسالت اور بندگی صراط مستقیم پر ہو۔بتایئے اور سوچ کر ہمیں بتایئے کہ وحدانیت ورسالت دونوں صراط مستقیم کے راہ رَو ہیں۔اور اللہ نے تو بڑی بے تکلفی سے مشرکوں کا منہ بند کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ:

اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ..الخ (شوریٰ 53-42/52)

''اَے محمدؐ تو اور تیری مُرسلانہ کوششیں صراط مستقیم یعنی علیؑ کی طرف یقین کے ساتھ راہنمائی کر رہی ہیں۔اور یہ کہ وہ صراط اللہ کا ہے یعنی حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی مخصوص مخلوق ہیں۔اور اُن کی ذات پاک کی طرف راہنمائی کرنا اللہ کا مقصود ہے اور تمام انبیاؑ ورُسل علیہم السلام ولایۃ علویہؑ کی طرف راہنمائی کرتے رہے ہیں (دیکھیں کتاب کا حصہ اسلامی کلمہ ونماز)۔اور نظام خداوندی کا ہر سربراہ محمدؐ ہی کے نور سے ظہور پذیر ہوا ہے۔اس لئے وہ سب محمدؐ ہی ہیں، وہ سب علیؑ بھی ہیں۔اس لئے یہ بتایا گیا کہ نوع انسانی کی ارتقائی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ قیامِ امامت وولایتِ محمدؐیہ کے ہاتھوں سرانجام پانا مقدر ہے۔اور اس ولایت و

امامت کی بنیاد جناب علیؑ مرتضٰی کو قرار دیا گیا ہے۔اس لئے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ نوع انسانی کو بتدریج نظامِ ولایت کی طرف بڑھاتے چلے آئے اور ابلیس اسی امامت و ولایت کے قیام میں روزِ اوّل سے رکاوٹیں پیدا کرتا چلا آیا۔ یہ ہے منشا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا اور یہ ہے علمائے سُوء کا مقصد کہ وہ سب کچھ کریں مگر ولایت کو نہ مانیں اور امت مسلمہ کو اس سے الگ رکھیں تاکہ ابلیس کے مقصد کو پورا کریں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر ہم کلمہ شہادت اور نماز میں صرف تیسری شہادت پڑھیں یعنی اُس بنیادی تشہد کا اعلان کریں جس میں وحدانیتِ خداوندی اور رسالت محمدؐ کی خود بخود داخل ہیں تو کیا حرج واقع ہوتا ہے؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ: اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْل ۔''میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً علیؑ اللہ کے مقرر کردہ ولی ہیں۔اور رسولؐ اللہ کے وصی ہیں۔ اور براہ راست بلا کسی فاصلہ کے رسولؐ کے پہلے خلیفہ ہیں۔'' ہمیں بتایئے کہ جس طرح شہادتِ ولایت میں اللہ پر ایمان اور رسالتؐ پر ایمان و عمل کا اقرار شامل ہے کیا اُسی طرح پہلی دونوں شہادتوں میں ولایت شامل ہے؟ اگر نہیں؟ تو بتایئے کہ سابقہ احادیث کے حکم کی رُو سے ولایت کو ایمان سے الگ کرنے سے ایمان باطل ہوجانا طے ہوچکا تو آپ کا ایمان کدھر گیا؟ توحید اور نبوت کے اقرار سے نبوّت کے بعد جاری رہنے والے نظام کا اعلان نہیں ہوتا۔حالانکہ یہ نظامِ ہدایت وتقلید قیامت تک بلا نبوت کی تجدید کے چلنا ہے۔جس قدر جھوٹے نبی اُٹھے اور باطل اُمتیں وجود میں آئیں وہ سب تمہارے فراہم کردہ دلائل اور سند دکھا دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔اگر تم نے ولایت کو مقصودِ خداوندی سمجھا اور اختیار کیا ہوتا تو کسی کو دعوائے نبوت کی جرأت نہ ہوتی۔تم نے نبوت اور نبیؐ کو (معاذ اللہ) اپنے ایسا جذباتی اور خاطی اور کائنات سے جاہل انسان لکھا ثابت کیا۔لہٰذا تم ہی جیسے جذباتی اور خاطی اور جاہل انسان نبوت کا نعرہ مار کر آتے رہے۔تم ہی نے تجدیدِ دین کی ضرورت بیان کی، بدعتوں کو مفید کہہ کر جاری کیا لہٰذا بہت سے مجدد اور بدعتی تمہارے رہنما بنتے رہے۔اگر تم نے محمدؐ و آل محمدؐ کے قرآنی مقام کو تسلیم کیا ہوتا، تم نے یہ مانا ہوتا کہ قرآن ہمہ گیر اور پوری کائنات کے علوم پر حاوی کتاب ہے اور اُس کتاب کیساتھ قیامت تک محمدؐ کے قائم کردہ آئمہؑ اہل الذکر لازم ہیں، وہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے، ہر سوال کا جواب، ہر مشکل کا حل قیامت تک اُن سے ملے گا تو بتایئے یہ ہر تیسرے چوتھے دن تھرڈ کلاس اور جاہل لوگ کیسے نبوت و مسیحیت و بابیت و شیخیت و مجددیت کا دعویٰ کرتے؟ لہٰذا اعلانِ ولایت سے اعلانِ توحید و رسالت خود بخود ہوجاتا ہے۔تم آج سے نماز میں اُس شہادت کو اختیار کرو جو پورے دین، ساری ملت اور صراط مستقیم کی تنہا ذمہ دار ہے۔رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ اذان و نماز میں الگ سے کہیں یہ حکم نہیں ملا کہ شہادت ولایت کو ضرور ادا کیا کرو۔ یہ قول تمہارے دوسرے اقوال کی طرح باطل ہے۔تم اور تمہارے بزرگ صرف اُسی ریکارڈ کو دنیا سے مٹانے اور ختم کرتے اور چھپاتے چلے آئے ہو جو قیامِ ولایت پر زور دیتا تھا۔لیکن ہم موجودہ ریکارڈ سے بھی وہ سب کچھ دکھا سکتے ہیں جو اس سلسلہ میں مومنین کو

درکار ہے۔البتہ کافرومنافق لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے نہ ماننے تو میری بات کیوں مانیں؟

(2) تاریخ اسلام کے وہ حقائق وحادثات جن کونظر انداز کیا جاتا رہا

یہاں سے ہم مختصراً وہ اسباب بیان کرنا شروع کرتے ہیں جن کی بناپر اسلام کی مجموعی تنفیذ میں تدریج کا مدنظر رکھنا واجب ولازم وفرض ومفید تھا۔اوراس اصول کوکلام اللہ وکلام معصومین علیہم السلام میں تقیّہ فرمایا گیاہے۔اورحکم دیا گیاہے کہ دین کی اشاعت وتبلیغ میں تقیّہ کوکسی لمحہ نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔چنانچہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے تقیہ کوبھی مکمل اوراپنا آبائی دین قرار دیاہے۔کہیں تقیہ کی اہمیت پرزوردینے کیلئے نظام اجتہاد کی زبان میں دین کے دس حصوں میں سے تقیہ میں دین کے نو (9)حصے موجود ہونا فرمایاہے۔مگرمجتہدین کے یہاں اسلام کے کلیدی مسائل کو ہمیشہ تبدیل کرتے رہنے کا دستور رہاہے۔چنانچہ تقیہ کے معنی اُنہوں نے مصلحت آمیز جھوٹ بیان کئے اورکہا کہ جب جان کا خطرہ ہوتو تقیہ کی اجازت ہے۔ورنہ تقیہ کرنا حرام ہے۔اور چونکہ اِن لوگوں کو ہر غلط بات دین کے پردوں میں لپیٹ کرکہنا لازم تھی تاکہ مسلمان اُن کی بات کواسلام کی بات سمجھیں۔اسلئے ہرغلط بات کوقرآن کی آیات یا حدیث کی غلط تشریح کے ذریعہ مسلمانوں میں پھیلانا ضروری تھا۔چنانچہ اُنہوں نے مسئلہ تقیہ کے لئے بھی آیات واحادیث کومروڑکرفٹ کیاہے۔لیکن لفظ تقیہ اورتقویٰ ایک ہی مصدر کے الفاظ ہیں۔لہٰذا تقیہ کرنے والاشخص متقی ہوتاہے۔اورکسی مسلمان کوکسی بھی حالت میں تقویٰ ترک کرکے فاسق (قانون شکن) ہوجانے کی اجازت نہیں ہے۔اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ پرجس قدرزوردیا گیاکسی دوسری عبادت یاعمل پراُتنازورنہیں دیا گیاہے۔حدیہ ہے کہ ایک غیرمتقی شخص کانہ ایمان قبول ہے نہ عبادت واسلام کی کوئی قدر و قیمت ہے۔مطلب یہ ہے کہ جوکوئی تقیہ یاتقویٰ کوایک لمحہ کیلئے نظرانداز کردے وہ فاسق ہے۔اورفاسق کی کوئی بات حتّیٰ کہ گواہی بھی قابل قبول نہیں ہے(حجرات 49/6)یعنی تقویٰ بھی امامت وولایت کی طرح کسی حال میں ساقط ومعاف نہیں۔اورظاہرہے کہ امامت وتقویٰ کوئی ایسی چیزیں ہونا چاہئیں جن پر ہر شخص آسانی سے ہروقت عمل کرسکے۔چنانچہ خطرات اوردقتوں کے عالم میں بھی امامت و ولایت مرتضویؑ پرایمان رکھا جاسکتا ہے۔کیوں کہ ایمان ایک قلبی وذہنی عمل ہے۔یہی حال عمل کے میدان میں تقیہ کاہے۔یعنی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دین کی فلاں بات اگربلاتمہید وتالیف قلب کہہ دی گئی تو نتیجہ خاطرخواہ نہ نکلے گا تو ہم پرواجب ہے کہ وہ تمام سامان فراہم کریں جسکے بعد ہماری تبلیغ قلوب کی گہرائی تک اُتر جائے گی اورکسی جانب سے انکارنہ ہوگا۔یہی تقویٰ اورتقیہ ہے۔یعنی ایسے اقدامات کرنا جنکے بعد مخالفت اوربہانہ سازی کی تمام گنجائشیں ختم ہوجائیں اورتبلیغ کا نتیجہ اسلامی مقاصد کے حق میں نکلے۔یہ وہ فطری طریقہ اورانسانی و دینی ضرورت ہے جس سے مفرنہیں ہے۔لہٰذا ہماری تمام ناکامیاں اس وجہ سے سامنے آتی ہیں کہ ہم نے اپنے اقدامات میں،

بالکل یا کسی مقدار میں، تقیہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ یعنی سو فیصد متقی وہ ہے جو کبھی تقیہ نہ چھوڑے اور کبھی نا کام نہ ہو۔ تقویٰ اور تقیہ کے معنی بھی بُرے نتائج سے ڈر کر عمل کرنا ہیں۔ یعنی ایسا محتاط عمل جس کا نتیجہ اچھا ہو۔

قارئین بتائیں کہ ہمارے اس بیان میں کہاں غلطی یا جُھول ہے؟ اور یہ کہ تقیہ میں کونسی بات ایسی ہے جو مذموم ہو؟ لیکن لفظ مجتہد قرآن کے نزدیک مردود و مذموم ہے۔ اسلئے نظام اجتہاد نے جگہ جگہ شیعوں پر اور ہمارے آئمہؑ پر تقیہ کی ذیل میں تنقید کی ہے اور اپنے باطل تصورات کا خود مذاق اُڑایا ہے۔ یعنی خود ہی تقیہ کے غلط معنی متعین کئے اور پھر اُن غلط معنی کا ہم پر اطلاق کر کے اپنی مذمت کی۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اُنکے اپنے ریکارڈ میں اُنکے اپنے بزرگ متعصب ترین مجتہدین کو ماننا پڑا کہ تمام انبیاءعلیہم السلام نے تقیہ پر عمل کیا ہے۔ لہٰذا ہماری مذمت کی آڑ میں وہ انبیاءؑ کی مذمت کرتے ہیں۔ آیئے ہم آپکو ایک مجتہد سے دوبارہ ملائیں۔ یہ وہی صاحب ہیں جو حضرت عمر کے سب سے بڑے حامی اور شریعت فاروقی پر عامل تھے۔

(الف) علامہ شبلی نعمانی آنحضرتؐ کے تقیّہ کی مدح وثنا کرتے ہیں

ہم علامہ کے چند جملے لکھیں گے تا کہ یہ پتہ چلے کہ تقیّہ کیا چیز ہے اور ایک مجتہد تقیّہ پر کس طرح نظر ڈالتا ہے؟ آپ محسوس فرمائیں گے کہ علامہ صاحب جس انداز میں بات کرتے ہیں اُس سے وہی معنی ٹپکتے ہیں جو مجتہدین کے یہاں تقیہ کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ یعنی: ''بے بسی و بے کسی و کمزوری کے عالم میں حقائق کو مصلحتاً پوشیدہ رکھنا۔''

اوراس سے بھی لوگ دبی زبان میں زیر پردہ رسولؐ اللہ کی مذمت ہی کرتے ہیں۔ سنئے ارشاد ہے:

اوّل: ''یہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کیوں کر پھیلا؟ مخالفین نے اس کا ذریعہ تلوار بتایا ہے۔ اس مسئلہ پر مفصل بحث دوسرے حصوں میں آئے گی۔ لیکن ایک خاص پہلو پر یہیں نگاہ ڈال لینا چاہئے۔ یعنی یہ کہ اوائل اسلام میں جب کہ اسلام لانا جان و مال سے ہاتھ دھونا تھا۔ کون کون لوگ اور کس قسم کے لوگ ایمان لائے؟''

(سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ 207) ذرا آگے چل کر لکھا ہے کہ:

دوم: ''تین برس تک آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہایت راز داری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا۔ لیکن اب آفتاب رسالت بلند ہو چکا تھا صاف حکم آیا ''اور تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے واشگاف کہہ دے۔'' (ایضاً صفحہ 210) پھر لکھا کہ:۔

سوم: ''اُس وقت تک (یعنی تین سال گزرنے کے بعد تک) اگر چہ چالیس پچاس آدمی اسلام لا چکے تھے۔ عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ سید الشھداؑء نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ تاہم مسلمان (مع رسولؐ اللہ) اپنے فرائض مذہبی اعلانیہ نہیں ادا کر سکتے تھے۔ اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔'' (صفحہ 226 سیرۃ) اب ذرا بالکل ابتدائی صورتِ حال پر نظر ڈالئے:۔

چہارم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو سخت مشکلیں پیش نظر تھیں۔ اگر آپ کا فرض اسی قدر رہوتا

کہ مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر اکتفا کریں یا حضرت کلیمؑ کی طرح اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل جائیں تو مشکل نہ تھی (یعنی شبلی کے نزدیک ابوسفیان وابولہب وابوبکر وعثمان وابوجہل سب ہمراہ چلنے کو باآسانی تیار ہو جاتے۔کیا احمقانہ ادبیت ہے؟) لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کام خود سلامت رہ کر۔عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کر دینا تھا۔اسلئے تدبیر وتدریج سے کام لینا پڑا۔سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پُر خطر راز پہلے کس کے سامنے پیش کیا جائے؟ اس غرض کیلئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جا سکتے تھے۔1: جو فیضیاب صحبت رہ چکے تھے۔2: جن کو آپکے اخلاق وعادات کی ایک ایک حرکات وسکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔جو پچھلے تجربوں کی بنا پر آپکے صدق دعویٰ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے۔یہ لوگ حضرت خدیجہؓ آپکی حرم محترم تھیں۔حضرت علیؑ تھے۔جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے۔'' (ایضاً صفحہ 205) اور سُنئے:

پنجم: ''یہ چرچا چپکے چپکے اور لوگوں میں پھیلا۔اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا......لیکن جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا نہایت احتیاط کی جاتی تھی۔محرمان خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔نماز کا جب وقت آتا تو آنحضرتؐ کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے۔اور وہاں نماز ادا کرتے۔چاشت کی نماز آپ حرم ہی میں ادا کرتے تھے۔کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں جائز تھی۔ایک دفعہ آپ حضرت علیؑ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔اتفاق سے آپ کے چچا ابوطالبؑ آنکلے۔اُن کو اس جدید طریقہ عبادت پر تعجب ہوا۔کھڑے ہوئے اور بغور دیکھتے رہے۔نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے دادا ابراہیمؑ کا یہی دین تھا۔'' (سیرۃ النبیؐ صفحہ 206 تا 207)

(ب) علامہ شبلی کے بیانات پر ایک سادہ نظر

ہمارے قارئین یہ سُن لیں کہ ہم اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر علامہ شبلی پر تنقید کے بجائے صرف وہ اصول سامنے رکھتے ہیں جس کا نہ تو اُنہوں نے نام لیا اور نہ اُن کے مذہبی دامن میں اُس کی گنجائش تھی۔اور نہ اُن کے ان بیانات کا مقصد تقویٰ تھا۔نہ اُن کے دین میں تقویٰ کی ضرورت ہے۔یہ لوگ کمزوری اور بے بسی کے عالم میں موقعہ شناسی اور ابن الوقتی کے قائل ہیں اور اُسی پر عمل کرتے ہیں۔یعنی طاقت وکثرت ساتھ ہو تو ہر ظلم وزیادتی جائز اور مفلوک الحال اور مفلوج ہوں تو غلامانہ خوشامد سے کام نکالنے میں بے تکلف۔اور وہ لوگ اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ وہ بھی موقعہ دیکھ کر احکام نازل کرتا ہے۔اور جب انبیاؑ ذرا مضبوط ہو جاتے ہیں تو ڈنڈا لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔بہر حال شبلی ہی نہیں بلکہ تمام مجتہدین مانتے ہیں کہ:

(i) ''چونکہ آنحضرتؐ کو ساری دنیا کو فروغ اسلام سے منور کرنا تھا۔اسلئے اُنہوں نے نہایت رازدارانہ انداز میں چپکے چپکے تین سال تک اس طرح تبلیغ کی کہ کافروں اور مخالفوں سے اُنکی جان سلامت رہے۔'' (دیکھیں حوالہ چہارم وغیرہ)

(ii) ''آنحضرتؐ خوفِ جان کی بنا پر نہ خود فرائض مذہبی کو اعلانیہ بجالاتے تھے نہ باقی چالیس پچاس مسلمان اعلانیہ نماز پڑھنے کی جرأت رکھتے تھے۔ چھپ چھپ کر غاروں اور پہاڑ کے دَرّوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔'' (حوالہ سوم وغیرہ)

(iii) ''تین سال اسلام کو ایک خطرناک اور جان لیوا راز سمجھا۔ اور چند مخصوصین کے علاوہ کسی پر کھل کر ظاہر نہ کیا۔ اپنے گھر والوں اور عادات سے واقف لوگوں کو یہ راز بتاتے تھے تاکہ وہ مخالفت نہ کریں۔'' (حوالہ چہارم وغیرہ)

(iv) ''مخالفت کا خطرہ ہو تو فرائض نبوت کو پورا کرنے کے لئے تدریج اور خفیہ تبلیغ جائز ہے۔'' (حوالہ چہارم)

(v) ''حضرت علی علیہ السلام اس رازدارانہ، خفیہ تدریجی تبلیغ سے کماحقہ واقف تھے اور اُسے اُسوہ رسولؐ سمجھتے تھے۔''

(حوالہ چہارم)

(vi) ''رسولؐ اللہ کو بلا کسی عملی مخالفت کے تبلیغ میں بہت مشکلات درپیش تھیں۔'' (حوالہ چہارم)

(vii) ''آفتاب رسالت کو چپکے چپکے، رازدارانہ تبلیغ کرتے کرتے، گھر گھر کے لوگوں کو اور ہمدردوں کو ہموار کر کے بلند کیا تو اب موقعہ آگیا کہ ڈنڈا سنبھالیں۔'' (حوالہ دوم)

قارئین یہ نہ سوچیں کہ ہم مجتہدین پر الزام لگا رہے ہیں ایسا نہیں ہے، ہم تو اُنکا حقیقی مذہب بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ شبلی تو شبلی ہیں جناب خلیفہ دوم نے مؤلفۃ القلوب کو اللہ کے قائم کردہ قرآنی حصہ (توبہ 9/60) سے محروم فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''آنحضرتؐ نے اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کے زمانہ میں مؤلفۃ القلوب (9/60) کا حصہ مقرر کیا تھا۔ اب ہم طاقتور ہیں ہم کوئی حصہ اُنکو نہ دیں گے زیادہ گڑ بڑ کریں گے تو ہمارے پاس اُن کیلئے تلوار ہے۔'' (تمام تواریخ و حدیث و فقہ کی کتابیں) (زندہ باد فاروق اعظم) یہی وجہ ہے کہ حق چار یار اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر ہر قتل و غارت اور لوٹ مار جائز ہے۔

(ج) عقل و شبلی کو سامنے رکھئے اور ہمارے قلم سے تنفیذ دین سنئے

ہم نہایت اختصار کے ساتھ عہد رسولؐ کا تذکرہ کرنے والے ہیں۔ مگر آپ عہد رسولؐ اور عہد آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرق کو سامنے رکھیں۔ جس طرح آئمہؑ کے زمانہ میں ہر امامؑ کے اور ہر شیعہ کے سر پر تلوار لٹکتی رہتی تھی اور جس طرح اُن کے عہد میں یزید و معاویہ اور حجاج کی قسم کے حکمران تھے۔ اس کا ایک لاکھواں حصہ بھی عہد رسولؐ میں موجود نہ تھا۔ بہرحال ہم عرض کرتے ہیں کہ مسئلہ امامت کو اس لئے فوراً نافذ نہ کیا کہ قریش کے سیاست مآب لیڈروں نے پہلے ہی پیش بندی کر دی تھی کہ یہ نبوت نہیں بلکہ اقتدار و حکومتِ خاندانِ ہاشمؑ کا ڈھونگ ہے۔ لہٰذا دین کے احکام کو شک و شبہ سے بلند تر رکھنے اور مشرکینِ عرب کی سیاست کو بے نتیجہ و بے اثر بنانے کے لئے آنحضرتؐ نے مسائل کی ترتیب میں اصولِ تدریج و تمہیل (مہلت) اختیار کی تاکہ مقاصدِ دینی واضح تر، مفید تر اور محکم تر ہو کر برآمد ہوں۔ اور اسی کو ہم نے تقیہ و تقویٰ کی ذیل میں بیان کیا تھا۔ آپؐ نے پہلے نمبر پر اپنی نبوت

کے اقرار واعلان کو ملتوی فرما دیا۔اور پہلا اسلامی مطالبہ وحدانیتِ خداوندی کی صورت میں پیش فرمایا۔باقی سینکڑوں فرائض و واجبات کوتقیہ کی تدریجی منازل میں تقسیم کر دیا۔تا کہ عوام وخواص بلا کسی مزاحمت اور دباؤ کے سمجھ کراور خوشی خوشی اختیار کرتے چلے جائیں اور قریشی لیڈر مخالفت کا عام فہم بہانہ نہ پاسکیں ۔اور جو حضرات آنحضرتؐ کی تعلیم کے ماتحت اللہ کو یگانہ مان لیں گے وہ بالواسطہ آپؐ کی نبوت کے ماننے والے بھی ہو جائیں گے ۔چنانچہ عرصہ دراز تک وحدانیت کی وضاحت کی ذیل میں انسانی وحدت و یگانگت اور حقوق اللہ وحقوق العباد اور اخلاق حسنہ کی تعلیم جاری رکھی ۔تمام طبقات اور مذاہب کے لوگ حضورؐ کی قوتِ قدسیہ سے مستفید ہوتے رہے،اپنی مرادیں پاتے رہے ۔بلا تفریق قوم وملت آپ سب کے لئے مشکل کشاء اور پناہ بن کر رہ گئے ۔مخالف محاذ میدان جنگ سے ہٹا تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ کر اپنے متعین کردہ داخلی اور منافق محاذ کے ساتھ شامل ہو گیا۔اور طے کرلیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے ۔اور وحدانیت سے آگے بڑھنے والے ہر لفظ اور ہر تعلیم کو پبلک میں شرک قرار دیا جائے ۔اور یہ بتایا جائے کہ دیکھو فلاں بات غیر ضروری ہے۔اور خاندان ہاشمؑ کی حکومت اور اقتدار قائم کرنے کا پیش خیمہ اور تمہید ہے ۔اِس کے بعد یہ کہا جائے گا اور پھر وہ کہا جائے گا۔اور یوں ہی رفتہ رفتہ علی بن ابی طالب علیہما السلام کی جانشینی اور حکومت کا اعلان کر دیا جائے گا۔

یہ اور اسی قسم کی مشرکانہ ومشترکہ پالیسیاں تھیں جن کو ناکام کرنے کے لئے نہ صرف اقرار ولایت کو التوا اور مُناسب حالات کے سپرد کیا گیا۔ بلکہ نماز وروزہ وزکاۃ اور اقرار نبوت ورسالت کو بھی ملتوی کر دیا گیا۔آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ شراب جو تمام اُمتوں میں حرام چلی آرہی تھی ،توریت وانجیل نے جسے حرام لکھا تھا اُس کے لئے آخر تک قرآن میں لفظ حرام نازل نہ ہوا۔ اُسے مدینہ کے اوّلین مسلمان حلال سمجھ کر پیتے اور نمازیں بھی نشے میں پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ دو شرابی صحابہ میں دوران نماز لڑائی ہوگئی تو شراب کو لفظ رجس کہہ کر شیطانی حربہ بتا کر اعلان نبوت سے اُنیس بیس (19 یا 20) سال کے بعد جو کچھ اللہ نے فرمایا اُس میں نہ کوئی دھمکی ہے۔نہ سزا مقرر کی ہے۔نہ سخت الفاظ ہیں بس یہ فرمایا گیا کہ:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ......الخ

(مائدہ 5/90-91) ''اے مومنین یہ شراب وغیرہ......وغیرہ شیطانی کاموں میں سے گندی چیزیں ہیں ۔لہٰذا اُن سے اجتناب کرو۔اور یہ سب چیزیں اس لئے ہیں کہ شیطان تم میں پھوٹ ڈالے،نماز سے روکے،ذکر خداوندی سے باز رکھے،اور عداوت کو مستحکم کرے۔کیا تم باز آجاؤ گے؟''

یہی نرم الفاظ ہیں کہ بعض دشمنانِ دین نے شراب کو حرام ماننے سے انکار کیا اور آج پکے اسلامی ممالک میں تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے داڑھی والے لوگ کلبوں اور ہوٹلوں میں شراب پیتے نظر آتے ہیں۔

یہ نماز جس پر آج جھگڑا ہے پہلے خاندانِ رسولؐ میں شروع ہوئی اور دوسرے مسلمان بھی چوری چوری، چھپکے کبھی کبھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ مدت دراز تک صرف دو رکعتیں رہیں۔ مدینہ میں آ کر کافی مدت کے بعد سترہ رکعتیں پوری ہوئیں۔ اور خانوادۂ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے باہر کے لوگوں میں آج تک نماز کی صورت اور ترتیب وترکیب میں سینکڑوں قسم کے اختلاف ہیں۔ آپ اُن کی احادیث کی کتابیں دیکھ جایئے جس چیز پر آپ کو ہر فرقہ مطمئن نظر آئے گا وہ چیز نہ قرآن کی آیت ہوگی نہ اُن کی اپنی سچی یا جھوٹی روایت ہوگی۔ بلکہ یہ لکھا ہو ملے گا کہ فلاں اور فلاں اور ہمارے بزرگوں نے اس طریقہ پر اتفاق (اجماع) کر لیا ہے۔ اس لئے ہم نماز کو یوں ہی پڑھیں گے۔ ورنہ اگر اُن کے پاس اللہ یا رسولؐ یا دونوں کا حکم ہوتا تو چار طریقوں میں سے ایک ہی طریقِ حق ہوتا، تین مختلف طریقے باطل ہوتے۔ مگر اس پر بھی ایک بادشاہ کے فرمان کے ماتحت اجماع ہوگیا کہ یہ چاروں طریقے جائز ہیں۔ اور اُن چاروں میں حق موجود ہے۔ اور کوئی یہ دعویٰ نہ کرے کہ؛ مثلاً حنفی ہی حق پر ہیں۔ ایسا کہنے سے مالکی و شافعی اور حنبلی باطل پرست ہو جائیں گے۔ لہٰذا اجماع نے سمجھوتہ کرا دیا۔ اور وہ سب ایک دفعہ برحق ہو گئے۔ مگر بعد میں ہر ایک نے باقی کو کافر وملحد ومشرک وغیرہ کہنا جاری رکھا۔

ذرا سوچئے کہ نبوّت کے تیرہ سال مکہ میں گزرے۔ مدینہ میں آ کر چھ سات سال کے بعد جنگ خیبر ہوئی۔ اُس کے بعد کہیں حضرت ابو ہریرہ ایمان لائے۔ اور نہ معلوم اُن کے ایمان لانے کے کتنے دن بعد رسولؐ اللہ نے اُن کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ: ''قولوا لَا اِلٰـهَ الا اللّٰه و تفلحوا۔'' جو بھی اقرار وحدانیت کر لے وہ جنتی ہے۔ یعنی نماز میں اُس وقت تک بھی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه واجب نہ کیا گیا تھا اور عوام بلا تشہدِ نبوت نماز پڑھتے تھے۔ صاحبانِ استطاعت شراب بھی پیتے تھے۔ جوئے سے دل بہلاتے تھے۔ البتہ خاندان رسولؐ کے اندر شراب روزِ ازل سے حرام تھی۔ نماز پہلے دن سے مکمل اور تشہدِ ولایت و نبوت کی حامل تھی۔ البتہ یہ نماز، بقول شبلی مخصوص صحابہ وصحابیات کے محدود حلقے میں اس طرح پڑھی جاتی تھی کہ ناپختہ کاروں کو بہانہ ہاتھ نہ آجائے۔ اور وہ شرک بدوش مسلمان شرک کا نعرہ نہ مار سکیں۔ لہٰذا عوام کی نماز میں آج بھی بخاری وکافی میں بلا تشہد کی نماز جائز ہے۔ اور تشہد کو سُنت کہا گیا ہے۔ یعنی چھوڑ دینے کا اختیار دیا ہے۔ اور آخری سجدہ میں اگر ہوا (پاد) نکل جائے تو پنکچر لگوانا ساقط کر دیا ہے۔ ذرا دیر بعد یہ گفتگو آنے والی ہے۔

بہرحال سینکڑوں ایسے فرائض ملتوی کر دیئے گئے جو قریشی دانشوروں کے لئے بغاوت اور ارتداد کا بہانہ بن سکتے تھے۔ مثلاً مُسلّمات میں سے ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ''اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تیری قوم مرتد ہو جائے گی تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر دوبارہ اُن بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔'' چنانچہ اس حدیث کو بھی برسرِ عام بیان نہ فرمایا بلکہ اپنی زوجہ سے بر سبیل تذکرہ فرما دیا کہ کل کو سند رہے۔ اور تدریج دین کے ثبوت میں کام آئے۔ اس کے

باوجود وہ صحابہ جو غیر جانبداری کے ساتھ غور و فکر و تحمل کرتے تھے، جو علوم القرآن کی ہمہ گیری اور محمدؐ و آل محمدؐ کی لامحدود علمی پوزیشن پر مطلع ہوکر ایمان لائے تھے اُن سے کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ حضرت خدیجہؑ، حضرت ابو طالب علیہ السلام اور دیگر اہلِ خاندان اور صحابہ کرامؓ روز اوّل سے ہی حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ اللہ کا جانشین و خلیفہ خدا و حجت اللہ اور وزیر اور رسولؐ کا بھائی سمجھتے تھے۔ اُنہیں وقت کے ساتھ ساتھ آنے والے واقعات اور اسلامی پالیسی اور تدریجی تبلیغ پر مفصلاً اور عوام کو مجملاً مطلع رکھا جاتا تھا۔ ہر آیت اور ہر بات (حدیث) اس انداز سے پیش کی جاتی تھی کہ جب بھی قوم (فرقان 25/30) کے جبر و تشدد سے محفوظ موقعہ ملے تو وہی آیات اور وہی احادیث، جو سیاسی بصیرت کو اندھا رکھتی تھیں کھُلی کھلی حقیقت کی ترجمان بن جائیں۔

اگر تنزیل و تحدیث میں یہ خدائی حسن و تدریج نہ ہوتی تو اس قرآن کو مہجور کرے والی رسولؐ کی قوم (فرقان 25/30) نے قرآن کے متن کو بھی خاندانِ رسولؐ کی طرح قتل و تباہ کردیا ہوتا۔ اسلامی ریکارڈ کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں اگر یہ متقیانہ انتظام نہ ہوتا تو آج ہم قومی حکومت کی بھول بھلیاں سے باہر نکلنے اور حقیقت کے وسیع میدان میں آنے کے قابل نہ ہوتے۔ چنانچہ اسلامی حقائق و معارف کھینچی ہوئی تلواروں اور برستے ہوئے تیروں کی چھاؤں میں ہم تک آ پہنچے۔ اور آج ہم جس انداز سے حقیقی اسلام پیش کر رہے ہیں اُس میں نہ آیات کی کمی محسوس ہوتی ہے نہ احادیث کی قلت راہ روکتی ہے۔ نہ شیعہ سُنی ریکارڈ کی تفریق کی آڑ لینا پڑتی ہے۔ جدھر نظر ڈالتے ہیں حقائق کے لامحدود انبار دکھائی دیتے ہیں۔ صحاح ستہ ہوں یا کتب اربعہ ہوں سب ہماری تصدیق کرتی ہیں۔ آپ نے بخاری سے جناب ابو ہریرہ کا وہ بیان پڑھا ہے کہ مجھے رسولؐ اللہ نے دو طرح کی تعلیم دی تھی۔ ایک تو یہی ہے جو میں عموماً بیان کرتا رہتا ہوں۔ اور دوسری وہ ہے کہ اگر میں اُس میں سے کچھ موجودہ حالات میں بیان کردوں تو ملکی قانون میری گردن کٹوا دے گا۔ سوچیے کہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا تعلیم تھی؟ جس کو اُن کے زمانہ کی حکومت برداشت نہ کرسکتی تھی؟ جس کا ذکر کرنا واجب القتل قرار دیتا تھا۔

دوسری طرف حدیث کے شیعہ ریکارڈ میں، علمائے شیعہ کی مُسلّمہ حدیث بتاتی ہے کہ امام معصومؑ نے فرمایا کہ اگر جناب ابوؓذر غفاری کو وہ سب کچھ معلوم ہو جائے جو حضرت سلمانؓ فارسی کو علم ہے۔ تو ابوؓذر غفاری کے نزدیک جناب سلمان واجب القتل ٹھہر جائیں۔ یہ تھے وہ حالات جو رسولؐ کی خدا اور رسولؐ و قرآن سے باغی قوم نے نزول قرآن کے دوران ہی پیدا کردئے تھے اور مختصراً آپ نے اس سے پہلے فاروقی شریعت کے عظیم عنوانات میں دیکھے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ کی اور قبل و بعد کی ضروریات کا تقاضہ یہ تھا کہ خاندانِ رسولؐ اور اُس خاندان سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو صفحہ ہستی سے مٹادیا جائے۔ اور ایک ایسا دین تیار کرلیا جائے جو قوم کی تمام پالیسیوں کا محافظ ہو۔ اور ڈھونڈنے والے محقق و مفتش کو بھی یہ پتہ نہ چلے کہ آنحضرتؐ نے اسلام و قرآن کی کیا تعبیر و تشریح و تفسیر کی تھی؟ مگر اُن قومی حکمرانوں کو غالباً یہ یقین نہ تھا کہ رسولؐ اللہ اور اُن کے جانشین علیہم السلام

ماضی و مستقبل کی ہر ہر تفصیل پر مطلع ہیں۔اور دین کے تحفظ کے لئے ایسا معصوم اور خدائی انتظام کر رہے ہیں جو تمام قومی رازوں اور پالیسیوں کو بروقت منظر عام پر رکھتا چلا جائے گا۔ چنانچہ قبل اس کے کہ مخالف اقدامات شروع ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا اور یہ ایک معجزہ بالائے معجزہ ہے کہ خود مخالف محاذ نے بھی اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر لیا کہ عنقریب تم پر یعنی مخاطبین پر وہ زمانہ آنے والا ہے (سَیَاتی علیکم زَمَانٌ) جب تعلیمات قرآن میں سے اُس کے الفاظ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔اور اسلامی تعلیمات میں سے صرف اسلام کا نام ہی رہ جائے گا تا کہ لوگوں کو مسلمانی نام رکھنے کا موقعہ رہے۔

ذرا سوچئے کہ وہ زمانہ، رسولؐ اللہ کی زبان سے یہ حدیث سُننے والوں پر آنا تھا اور کہیں آسمان سے نازل نہ ہونا تھا۔ بلکہ خود اُن سامعین ہی کی اپنی پیدا کردہ ضرورتوں اور کوششوں سے آنا تھا۔یعنی شریفانہ انداز میں یہی تو کہا ہے کہ تم لوگ بہت جلد قرآن اور اسلام کی تعلیمات کو تباہ کر کے اپنا قومی و اجتہادی مذہب جاری کر لو گے۔ پھر یہ بات بھی چوڑے میدان میں فرما گئے اور خوشی خوشی ریکارڈ میں جانے کے قابل بنا گئے کہ:

''حوض کوثر پر کچھ لوگوں کو میرے پاس سے دھکے مار کر ہٹایا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔جواب ملے گا کہ تمہیں درایتاً یہ معلوم نہیں کہ اُن لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا ایجادیں کیں اور کس طرح دین کو بدل دیا۔''

بتائیے اب یہ باتیں (حدیثیں) کتنی واضح ہیں؟ یہ کمال تھا آنحضرتؐ کے معصومؑ نظام کا۔اسی انداز سے برابر دین کی تشریحات جاری رہیں۔جن سے عوام ہی نہیں بلکہ دشمنانِ اسلام بھی مطمئن رہے اور خواص بھی حقیقت واقعی تک پہنچتے رہے۔ آج مخالف محاذ کے شیعہ سُنی علما عوامی تعلیمات کو پیش کر کے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مقامِ بزرگ کو گھٹانے کی اُمید رکھتے ہیں۔لیکن ہم اُنہیں حقیقی تعلیمات دکھا کر خاموش کر دیتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم پیش کرتے ہو وہ تم ہی ایسے مفسدہ پردازوں کا منہ بند رکھنے کے لئے فرمایا تھا۔اگر تمہیں حقیقی تعلیماتِ معصومینؑ دیکھنا ہوں تو ہم دکھائے دیتے ہیں۔

(د) آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے ادوار میں ظلم وستم اور تبدیلی مذہب میں شدت

بعض ایسی روایات موجود ہیں اور مخالف محاذ کے علما اُن ہی کو پیش کر دیا کرتے ہیں کہ جن سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اقرار و اعلان ولایت اسلام لانے کی شرط نہیں بلکہ ایمان لانے کی شرط ہے۔تا کہ مخالف محاذ کے سامنے یہ حقیقت رکھ دی جائے کہ ناواقف اور آئمہؑ کی معرفت سے خالی لوگوں کا مسلمان ہونا محمدؐ و آلِ محمدؐ کو منظور رہے۔وہ حضراتؑ ایسے نادان و ناواقف لوگوں کا اسلام قبول فرماتے تھے۔اور ظلم و جبر و مغالطات کے ماحول میں انہیں اُن کی لاعلمی کا اسلامی حق دے کر انہیں کافر قرار دینے سے منع فرماتے تھے۔اور یہ حدیث چونکہ مجتہدانہ زبان سمجھنے والوں کے لئے فرمائی ہے۔اس لئے کہ اجتہاد کی زبان میں اسلام اور ایمان میں فرق بتایا جاتا تھا۔لہٰذا مخالف اور اجتہادی ماحول مطمئن رہا۔اور لوگ کفر سے محفوظ رہے۔اُدھر وہ لوگ جو حقیقی معنی

میں شیعہ مذہب رکھتے تھے اور معصوم نظامِ ہدایت وتقلید کی زبان سمجھتے تھے اُن کے یہاں اسلام اور ایمان میں لفظی فرق کے سوا معنوی فرق نہ تھا۔ اُنہوں نے اُسی حدیث سے یہ سمجھا کہ اُن میں سے جو کوئی اقرار ولایت نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ یعنی وہ شرط ایمان سے بے بہرہ ہے۔ اور جب ایمان ہی کی نفی ہوگئی تو اُن کا اسلام کہاں ٹھہرا وہ بھی رخصت ہو گیا؟ ایسا شیعہ نہ مسلم ہے نہ مومن ہے۔ اس لئے کہ اُن کے یہاں ولایت، ایمان کی اوّلین شرط ہے۔ چنانچہ یہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی خداداد بصیرت و علم تھا کہ وہ حضرات اپنے ہر قول (حدیث) میں اُدھر حقیقت واقعی کا اظہار کر جاتے ہیں۔ اِدھر مخالف محاذ اُن پر قانونی گرفت نہ کر سکتا تھا۔ ہم نے ساری عمر مجتہدین سے درخواست کرتے گزاری ہے کہ ایک مسلّمہ حدیث ایسی دکھاؤ جس میں آئمہ معصومین علیہم السلام نے تمہارے نظام اجتہاد کی تائید وتوثیق کی ہو؟ سنو اور خود اپنے اُوپر منطبق کر کے جواب دو۔ آپ زیادہ عالم ہیں یا آپ کا قلب وذہن زیادہ عالم ہے؟ سوال کے بے ڈھنگے پن پر غور کیئے بغیر تُرت (فوری) جواب دیں؟ آپ کا جو بھی جواب ہو وہ آپ ہی کی ذات کے حق میں ہوگا۔ قلب بھی آپ کا دماغ بھی آپ کا۔ اور اُن دونوں مادی آلات کی بنا پر آپ عالم ہیں۔ یہ نہ ہوں تو آپ بھی نہ ہوں گے۔ علم وجہل کا سوال ہی نہ ہوگا۔ لہٰذا بے فکری سے کہہ دیں کہ میرے قلب و ذہن مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ سوال ہوا کہ حضوؐر آپ کا علم زیادہ ہے یا ملائکہ کا؟ جواب میں فرمایا کہ ملائکہ زیادہ عالم ہیں۔ اس جواب سے ڈھکوی مجتہدانہ ذہنیت اور اُن کا تیارہ کردہ ماحول مطمئن ہو گئے۔ اور کوئی افترا وتہمت نہ لگا سکے۔ لیکن اہل علم وعقل شیعہ ماحول میں حضرت آدم علیہ السلام تمام ملائکہ کے مسجود اور علمی بزرگ تھے۔ اُدھر تمام ملائکہ وانبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ کی مخلوق تھے۔ اور وہ ادارۂ نبوت ورسالت محمدؐیہ کے مادی ومحسوس آلات ہیں۔ لہٰذا وہ بمنزلۂ قلب وذہن بھی نہیں۔ چنانچہ آئمہؑ کے روحانی اجزاء اگر زیادہ عالم ہوں تو ہر پھر کے فضیلت ومنزلت اُن ہی حضراتؑ کی ہے۔ اُن حضراتؑ نے بعض احادیث میں انبیاءؑ کی افضلیت فرمائی ہے۔ مطلب واضح ہے۔ لیکن اگر آپ علوم اہلبیتؑ سے محروم ہوں یا مجتہد ہوں تو یہ اور اس قسم کی احادیث آپ کی سمجھ اور ذہنیت پر گمراہی کا قفل ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔

(۵) آئمہ اہل بیت علیہم السلام مجتہدین کو علوم وحقائق سے محروم رکھتے تھے

ہماری احادیث کی کتابوں میں جگہ جگہ ایسی احادیث ملیں گی جن میں شیعہ محدثین اور مبلغین کو منع کیا گیا ہے کہ نظام اجتہاد کے تیار کردہ اذہان وقلوب کو حقائق سے دور رکھیں اور اُن لوگوں سے بھی اپنی پالیسی بیان نہ کریں جو محتاط شیعہ نہ ہوں۔ چنانچہ جناب جابر رضی اللہ عنہ سے شیعہ وسُنی دونوں کے یہاں انکا یہ بیان محفوظ ہے کہ جابر نے بیان کیا کہ:

قال حد ثنی ابو جعفر علیه السلام تسعین الف حدیثٍ لم احدث بها احدًا قطّ و لا احدث بها احدًا ابدًا۔ قال جابر قلت لابی جعفرؑ جعلت فداك انك قد حملتنی وقرًاعظیمًا بما حدثنی به من سِرّکُمُ الذی لا احدث به

اَحَدًا۔ فَرُبَّمَا جاش فی صدری حتّٰی یاخذنی منه شبه الجنون۔ قال: یاجابر فاذا کان کذلك فاخرج اِلَی الجبّالِ و احفر حفیرۃ ودَلّ راسك فیھا ثُمّ قل حدثنی محمدؑ بن علیؑ بکذاو کذا۔

''جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے نوے ہزار (90,000) حدیثیں بیان فرمائی تھیں۔ جو نہ تو میں نے کسی سے بیان کیں اور نہ آئندہ کسی سے بیان کروں گا۔ پھر جابر نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ میں فدا ہو جاؤں آپ نے مجھ پر ایک عظیم الشان ذمہ داری لاد دی ہے۔ آپ کے بیان کردہ راز و رموز کو میں ہر کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اکثر میرا سینہ اس قدر مضطرب ہونے لگتا ہے کہ مجھے اپنے اوپر پاگل پن کے دورہ کا شبہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اے جابر جب یہ حالت ہوا کرے تو اُس خاص کنویں کی طرف چلے جایا کرو اور ایک موزوں گڑھا تیار کر کے اس میں اپنا سر لٹکاؤ اور پھر احادیث بیان کرو اور کہو کہ مجھ سے محمد بن علی (زین العابدینؑ بن حسینؑ) علیہم السلام نے ایسا اور ایسا بیان کیا ہے۔''

جس طرح وہ نوے ہزار احادیث ہماری کتابوں میں نہیں ہیں۔ اُسی طرح حضرت جابر کو بتائی ہوئی یہ ترکیب بھی صیغہ راز میں ہے۔ وہ کون سا کنواں تھا؟ کنواں ہوتے ہوئے سوراخ کرنے کو کیوں فرمایا؟ کیوں نہ کنویں میں سر لٹکا کر روایت کرنے کا حکم دیا؟ کیا آواز گونجنے کا خطرہ تھا؟ بہر حال یہ زمانہ بڑا خطرناک تھا۔ شیعوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ احادیث اس شیعہ تحریک کے لئے تھیں جس نے دشمنوں کے خلاف زیرزمین (under ground) محاذ بنا کر مخالف حکومتوں کا تختہ الٹنا تھا۔ اور منظر عام پر لانا منع تھا۔

حضرت جابر کے سائز کے سینکڑوں صحابہ تھے۔ اور سب اقوال معصومینؑ (احادیث) کے حامل تھے۔ ان سب کے پاس اسرار و خفیہ ہدایاتِ معصوّمین کا ذخیرہ تھا جو منظر عام پر لانے کا نہ تھا۔ ذرا سوچئے کہ معصومؑ احکام و احادیث کا کتنا عظیم الشان ذخیرہ ہے جس سے مجتہدین محروم رہے۔ یہ گنتی کی چند احادیث پڑھ کر یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ شیعوں کی فلاں رسم کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ فلاں روایت کسی مجتہدانہ کتاب میں نہیں ہے۔ لٰہذا وہ رسم اور وہ روایت دونوں غلط ہیں۔ حالانکہ اُنہیں معلوم ہے کہ شیعوں میں وہ رسوم و روایات سینہ بسینہ اور عملاً چلے آ رہے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کربلا کے قتل عام اور شیعوں کے کوفہ و بصرہ میں مسلسل قتل عام کے دَور سے قریب تر امامؑ ہیں۔ واقعات کربلا کی یادگار منانے اور دشمن سے محفوظ رہنے پر آپ سے ہزاروں احادیث اور رسوم کو وابستہ ہونا چاہئے۔ پھر تمام آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے لاکھوں احادیث و احکام ملتِ شیعہ میں آ کر اعمال و عبادات و رسومات کی صورت میں تبدیل ہوتے چلے گئے۔ اُسی کو سنة کہا جاتا ہے۔ اور احادیث میں شیعہ محدثین و مبلغین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُس سنة قومی کو محفوظ و ملحوظ رکھ کر تبلیغ کریں اور کوئی ایسی بات (حدیث) پیش نہ کریں جو اُس سنت کو الٹ پلٹ کر کے شیعہ عوام میں خلجان پیدا کر دے۔ جیسا کہ بارہ چودہ سال سے ڈھکوی مجتہدین نے شیعوں کے قدیم ترین

عقائد ورسومات کے خلاف مجتہدانہ ہلڑ مچا رکھا ہے۔اور جو اپنے عروج کے ہر زمانہ میں تخریب کاری کرتے رہے ہیں۔اور ہر اُس حدیث کو جسے اُن کی خود ساختہ پالیسی نے ناپسند کیا رد کرتے اور شاذ و نادر اور ضعیف وغیرہ کی بکواس میں لپیٹتے چلے آئے ہیں۔اور اپنے بیانات کو اس قدر شہرت دی ہے کہ بڑے بڑے علما نے اُن کی تحریروں کو صحیح باور کرلیا ہے۔

(و) شیخ طوسی رضی اللہ عنہ ماحول سے متاثر ہو کر ولایت کو اذان میں لاتے ہوئے ڈرے

آپ نے کتاب مبسوط میں لکھا اور وہاں سے کتاب مستدرک میں نقل کیا گیا کہ:

فامّا قول اشهد انّ عليًّا امير المؤمنين و آل محمدٌ خير البريه على ماورد فى شواذ الاخبار فليس بمعمولٍ عليه ولو فعله الانسان لَمْ يَاثم به غير اَنّهٗ لَيْسَ من فضيلة الاذان ولا كمال فصوله۔''

''رہ گیا اذان میں یہ کہنا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ علیؑ مومنین کے امیر تھے۔اور آل محمدؑ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ جیسا کہ بعض شاذ و نادر قسم کی احادیث میں وارد ہوا ہے۔لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہے۔اگر کوئی انسان اذان میں یہ کلمات کہہ ڈالے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔بشرطیکہ وہ اس کو اذان کے رتبہ یا فضیلت میں اضافہ قرار نہ دے اور نہ یہ سمجھ کر کہے کہ ایسا کہنے سے اذان کے جملے مکمل یا پورے ہو جائیں گے۔'' (اِنّا لِلّٰه وانا اليه راجعون)

علامہ کے اس قول کا مذکورہ احادیث کے مقابلہ میں کیا مقام ہے؟ یہ بات مومنین کے طے کرنے کی ہے۔ہمیں تو موجودہ حالات میں اس قدر عرض کرنا ہے کہ علامہ ہمارے مخالف محاذ کی تائید فرما رہے ہیں۔اور جن احادیث کو علامہ نے شاذ یا شواذ فرما دیا ہے اُن میں شہادت ولایت لازم تھی۔محض علامہ کے فرما دینے سے اگر احادیث معصوؑمین کو رد کیا جا سکتا ہے؟ تو ماننا پڑے گا کہ کم از کم علامہ کا مرتبہ محمدؐ و آل محمدؐ سے کہیں زیادہ ہے۔(لاحول ولا قوة الّا باللّٰه)

لیکن ہم نے علامہ کیلئے رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ علامہ نظام اجتہاد کو ختم کرنے میں مصروف تھے اور ہم عصر مجتہد ٹولہ سے قبضہ حاصل کرنے کیلئے از راہِ تقیہ اُن ہی کی زبان بول رہے تھے اور آخر اُنہوں نے برسوں کے لئے نظام اجتہاد کا زور توڑ دیا تھا۔لیکن حکمران و سلاطین خواہ شیعہ رہے ہوں یا سُنی لیبل لگاتے ہوں اُن کو ہمیشہ مجتہدین کی ضرورت رہی ہے۔تا کہ قرآن و حدیث کے جھنجھٹ سے جان چھوٹے اور مقاصدِ حکومت کو فٹا فٹ خود ساختہ فتاویٰ اور احکام کا اسلامی تحفظ حاصل ہوتا چلا جائے۔درحقیقت حکمرانوں اور مجتہدین نے مل کر جو دین گھڑا تھا وہی برابر مسلمان عوام پر مسلط رہتا چلا آیا ہے۔اور حالانکہ اَب زمانہ کافی بیدار ہے مگر ذہنیت ابھی اجتہاد کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ آج مجتہد گروہ حکومت کو چاروں طرف سے گھیرنے میں کوشاں ہے۔اور اونچی سے اونچی کرسی پر بیٹھ جانا چاہتا ہے۔

15۔ اَذان ونماز کے متعلق چند مخالفانہ تحریکات کا سُراغ

(1) اُمت مغالطہ وفریب میں مبتلا رکھی گئی

اس عنوان میں ہم یہ عرض کریں گے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے آج اپنی اپنی پسند کی اذان اور نماز بڑے اطمینان سے بجالاتے ہیں۔اور عوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو نماز وہ پڑھتے ہیں وہ وہی نماز ہے جس کا اللہ نے حکم دیا تھا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پڑھی اور اُمت کو پڑھنا سکھائی تھی۔مگر افسوس کہ وہ سب مغالطہ اور فریب میں مبتلا رکھے گئے ہیں۔اُنہیں یہ کون بتائے کہ اُن کے مذہب کے ساتھ ساتھ اُن کی یہ نماز بھی اللہ و رسولؐ والی نہیں ہے۔اس پر بھی مجتہد کا دستِ شفقت پھیرا گیا تھا۔ہم بنظر اختصار چند تصرفات وتحریکات کا نمونہ بیان کرتے ہیں تاکہ شیعہ سنی عوام کو یہ سمجھانا آسان ہو جائے کہ اذان ونماز میں اسلام کا پورا نظام موجود ہونا لازم ہے۔یعنی 1: اللہ کی وحدانیت۔اس لئے کہ اُس نے ہمیں پیدا کیا اور ہدایت کیلئے یہ دین اور تمام سامانِ تربیت وترقی عطا کیا۔2: پھر محمدؐ کی نبوت ورسالت کا اعلان۔اس لئے کہ انہوں نے پوری کائنات کو اللہ سے روشناس کرایا اور تمام مخلوقات، ملائکہ جن وانس وحیوانات کی ہدایت کا عملی نظام قائم کیا۔3: اور رسولؐ کے بعد قیامت تک تمام مخلوقات کی ہدایت جاری رکھنے والے جانشینانِؑ نبوت ورسالت کا اقرار واعلان۔تاکہ مخلوقِ خدا کو کوئی دوسرا مدعی گمراہ نہ کر سکے اور ہر شخص قیامت تک اپنی ہر ضرورت اور ہر مشکل پر اُن سے صحیح تدارک اور جواب پا سکے (نحل 16/43) اور یہ کہ اگر رسولؐ اللہ کے احکام کو مان کر اُن کی حیات میں یا وفات کے بعد اُن کو تسلیم کر لیا ہوتا تو مسلمانوں میں افتراق وانتشار و زوال نے ڈیرہ نہ جمایا ہوتا۔اور اگر وہ موجودہ تمام مصائب وآلام وتباہی وتنزل سے نکلنا چاہتے ہیں تو اپنی نماز کو جو کُلِ دین ہے، پوری اور مکمل ملت ہے، درست کر لیں تاکہ انعاماتِ خداوندی نازل ہوں اور وہ اقوام عالم میں عزت واکرام حاصل کر سکیں۔اور ایک دن اس قابل ہو جائیں کہ تمام دُنیا اُن کی راہنمائی کی احتیاج محسوس کر کے اپنی باگ ڈور اُن کو خوشی خوشی سونپ دے۔اور یہ کائنات اور اس کا ہر ذرہ وپہاڑ اور مخلوقات دستِ تعاون بڑھائیں۔

(الف) اَذان میں اضافہ وکمی

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آج کی اذان میں جُملہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ'' عہد رسولؐ کے بعد بڑھایا گیا تھا۔اور اکثر صحابہ اِس اضافہ کو نہایت مذموم بدعت سمجھتے تھے۔اور اُن مساجد میں نماز نہ پڑھتے تھے جن میں یہ بدعتی اذان ہوتی تھی۔''رَوَیَ عَنۡ مجاهد قال: دَخَلۡتُ مَعَ عبدالله ابن عمر مسجدًا و قد اذن فيه و نحن نريد اَن نصلّی فيه۔فَثَوَّبَ الموذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اُخرج بِنَا مِنۡ هذا المبتدع ولم

یصل فیه۔ وَاِنّما کَرِہَ عبداللّٰہ بن عمر التثویب الذی احدث الناس۔ (ترمذی جلداوّل صفحہ 28)

چنانچہ مجاہد نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر (خلیفہ ثانی) کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا۔ اور ہمارا ارادہ وہاں نماز پڑھنے کا تھا۔ اذان ہو رہی تھی کہ اتنے میں موذن نے الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھ دیا۔ عبداللہ ابن عمر فوراً مسجد سے نکل گئے اور مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ تم بھی اِس بدعتی کے پاس سے نکل آؤ۔ اور اُنہوں نے وہاں نماز نہ پڑھی۔ بات یہ تھی کہ عبداللہ ابن عمر اُس جملہ (تثویب) سے نفرت کرتے تھے۔ اس لئے کہ لوگوں نے خود ہی اس کو گھڑ کر اذان میں داخل کر دیا تھا۔''

(ب) ہم تک صحیح اذان پہنچانے کا حکم

یہاں ضروری ہے کہ ہم قارئین کرام کو ایک حدیث دکھائیں جس میں قتل و غارت سے محفوظ رہنے کے لئے وہ اذان سکھائی گئی ہے جو مجمع عام میں کسی شیعہ کو دینا پڑ جائے۔ ''روی ابوبکر الحضرمی و کلیب الاسدی عن ابی عبدؐاللّٰہ اِنّہ حکی لھما الاذان فقا ل اللّٰہ اکبر ،اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر ۔اشھدان لا الہ الا اللّٰہ ،اشھدان لا الہ الا اللّٰہ۔اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ،اشھدان محمدًا رسول اللّٰہ ۔حیّ علی الصلٰوۃ، حیّ علی الصلٰوۃ۔ حی علی الفلاح، حی علی الفلاح ۔حی علٰی خیر العمل، حی علٰی خیر العمل۔ اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر۔ لاالہ الا اللّٰہ ،لا الہ الا اللّٰہ۔ والاقامۃ کذلک وَ لا باس ان یقال فی صلٰوۃ لغداۃ علٰی اثر حی علٰی خیرالعمل الصلوٰۃ خیر من النوم مَرَّتین لِلتقیۃ۔'' (من لا یَحْضُرُہُ الفقیہ کتاب الصلٰوۃ باب الاذان والاقامۃ.... صفحہ 78 حدیث نمبر 37)

''چنانچہ ابوبکر حضرمی اور کلیب الاسدی سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بطور حکایت بیان فرمایا کہ اذان میں تقیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ چار دفعہ اللہ اکبر، دومرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ، دوبار اشھد ان محمداً رسول اللہ، دومرتبہ حی علی الصلوٰۃ، دودفعہ حی علی الفلاح، دوبار حی علی خیر العمل، دومرتبہ اللہ اکبر پھر دوبار لا الہ الا اللہ کہہ دیا کرو اور اُسی غرض سے صبح کی اذان ہو تو حیّ علی خیر العمل کے بعد دودفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ ڈالنے میں بھی کوئی گڑبڑ نہ ہوگی۔''

مومنین کے غور فرمانے کی ضرورت ہے کہ اگر اُن حالات کو سامنے رکھا جائے جو آئمہ معصومین علیھم السلام اور اُن کے ہم مذہب لوگوں پر سے گزرتے رہے تو یہ حدیث بہت ہی صحیح تدارک ہے اگر کسی شیعہ کو شیعہ سمجھ کر یا مخلوط مجمع میں شیعہ کو سُنّی سمجھ کر اذان دینے کے لئے کہا جائے اور وہ مذکورہ بالا اذان میں اشھد انّ علیاً امیر المؤمنین وغیرہ پکار دے تو اُسے بلا کسی دوسرے جرم کے اِسی اعلان پر قتل کر دیا جانا ملکی قانون میں جائز تھا۔ یہ نوٹ کر لیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام 80 ہجری میں پیدا ہوئے اور بنی امیہ کا دَورِ حکومت 132 ہجری تک رہا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں عراق و عرب و مصر و شام و دیلم و ایران و سندھ الغرض پوری مملکت اسلامیہ میں ہر منبر و ہر مسجد سے حضرت علی اور خاندان علی علیھم السلام پر (معاذ اللہ) تبرا بھیجنا مسلمانوں کے مذہب میں

جائز تھا۔اور دوستداران وطرفداران خاندانِ علیؑ کو دو گواہیوں پر قتل کر دیا جاتا تھا۔اور یہی نہیں بلکہ اُس کا گھر مسمار کر دیا جاتا تھا۔خاندان کولُوٹ لیا جاتا تھا۔لہٰذا اذان میں شہادت ولایت وحکومتِ مرتضوی کا پیہم اعلان تمام طرفداران محمدؐ وآل محمدؐ کو دنیا سے ختم کر دیتا۔اور یہ پیغام ہم تک نہ پہنچتا۔اس لئے دشمنان اسلام سے دفاع کی یہی صورت تھی جومعصومؑ نے بیان فرمادی۔

(ج) اُس وقت اذان میں حی علیٰ خیر العمل موجود تھا

چونکہ اس حدیث نے شیعوں کو اجازت دی ہے کہ تقیہ کی غرض سے یعنی خود محفوظ رہ کر دین کا تحفظ اور کامیاب اشاعت کرنے کے لئے وہی اذان دے سکتے ہیں۔ جو مخالفینِ محمدؐ وآل محمدؐ کے مجتہدین نے پسند کر رکھی تھی۔لہٰذا ثابت ہوا کہ اُس وقت تک اذان میں حَیّ علیٰ خیر العمل جاری تھا۔چنانچہ علامہ نور الدین نے انسان العیون میں اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں تسلیم کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر اذان میں حَیّ علیٰ خیر العمل پڑھتے تھے۔

(د) تقیّہ کی حدیث نے اہلِ خلاف کی اذان میں دو مزید غلطیاں ثابت کر دیں

چونکہ تقیّہ میں مخالف مجتہدین کی اذان واقامت سکھائی گئی ہے۔لہٰذا حَیّ علیٰ خیر العمل کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس زمانہ کی سُنّی اذان کے آخر میں دو مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ کہا جاتا تھا۔جو بعد میں آج تک بند رکھا گیا ہے۔پھر یہ حدیث کہتی ہے کہ (وَالْاَقَامَةُ كَذٰلك) اہل خلاف کی اقامت بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اذان ہے یعنی اقامت میں بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جاتا تھا۔اور باقی تمام جملے دو دو مرتبہ کہتے تھے۔یعنی اُس وقت مخالف مجتہدین نے اپنی سابقہ اذان کی اصلاح کر لی تھی یا بعد میں کچھ دنوں تک اقامت میں تمام جملے صرف ایک ایک مرتبہ کہے جاتے تھے۔چنانچہ موطائے امام مالک میں اذان کے تمام جملوں کو دو دو مرتبہ اور اقامت میں ایک ایک دفعہ کہنے پر زور دیا گیا ہے۔

(صفحہ 73 ماجاء فی النداء مترجمہ علامہ وحید الزمان ناشر نور محمد)

اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں کہیں جا کر اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہنا شروع کیا ہے۔اور اقامت کو دو دو دفعہ اختیار کیا گیا ہے۔اگر آج باقاعدگی کے ساتھ مخالف محاذ کے ریکارڈ پر ریسرچ کی جائے تو ثابت ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد پانچ سو سال تک اُس مذہب میں شریعت سازی ہوتی رہی جسے نام نہاد علما نے مذہب اہل سنت کہا ہے۔اور جو سب کچھ ہے مگر اس میں سُنّتِ رسوؐل کا کہیں نشان نہیں ملتا۔وہ سُنت ہے مگر چند حکمرانوں کی، چند مفتیوں اور مجتہدین کی۔وہ یقیناً سُنت ہے حضرت امیر معاویہ کی اور علیؑ واولادِ علیؑ پر (معاذ اللہ) تبرا بھیجنے والوں کی۔وہ سنت ہے حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) کافر کہنے والے لوگوں کی۔اور وہ سُنّت ہے خاندانِ رسوؐل کو کربلا میں تہہ تیغ کرنے والوں کی۔اور وہ سنت ہے اُن حضرات کی

جنہوں نے کعبہ کو نذر آتش کیا، مسجد نبویؐ میں گھوڑے باندھے، اہل مدینہ کے تمام باشندوں کے گھروں کو لوٹا اور پورے مدینہ کی مستورات کی عصمت دری کی۔ اور سنت ہے اُن لوگوں کی جو اُن ڈاکوؤں، لٹیروں اور زانیوں کو اور قتل و غارت کو جائز کرنے والے حاکم کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اُسے جنتی بتاتے ہیں۔

(۵) اُس تقیہ والی حدیث نے ایک سربستہ راز کھول دیا

قارئین کرام اب ہم آپ کو وہ ریمارکس (Remarks) یا تبصرہ دکھاتے ہیں جو حضرت شیخ صدوق رضی اللہ عنہ کے قلم سے مندرجہ بالا تقیہ والی اذان کے فوراً بعد لکھا گیا ہے۔ اور جہاں سے شیعوں میں کھل کر ولایت مرتضویہؑ کی مخالفت کی بنیاد اٹھائی گئی ہے۔ اور اذان و نماز میں عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ کو خارج کرنے کی سند لی گئی۔ پھر ہم مختصراً اس گروہ کا ذکر کریں گے۔ جس نے یہ اور اسی قسم کی کئی ایک فریب سازیاں کی ہیں۔ چنانچہ وہ نام نہاد تبصرہ سنیے۔ گویا حضرت صدوقؒ لکھتے ہیں کہ:

قال مصنف هذا الكتاب رحمه الله: هٰذا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْح لا يَزَادُ فيه ولا ينقص منه ؛ والمفوضة لَعَنَهُمُ الله قد وضعوا اخبارًا وزادوا في الاذان محمدٌ وآل محمدٌ خير البريّه مَرَّتَيْن ...وفي بعض روايا تهم بعد اشهد اَنَّ محمدًا رسولُ الله اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللهِ مَرَّتَيْن؛ ومنهم من رَوَى بدل ذٰلك اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ المؤمنين حَقًّا مَرَّتَيْن؛ ولا شك في اَنَّ عليًّا ولي الله واَنَّهُ امير المؤمنين حَقًّا وان محمدٌ وّآله خير البريّه ولكن ذلك لَيْسَ في الاذانِ واِنَّما ذكرتُ ذٰلك ليعرف بِهٰذِه الزيادة المتهمون بالتّفويض المدلسون انفسهم في جُملَتِنَا ۔(ایضاًمن لا يحضره الفقيه كتاب الصلوٰة باب الاذان والاقامة و ثواب المؤذنين صفحہ 78)

''اللہ اُن پر رحم کرے اس کتاب کے مصنف نے کہا ہے کہ یہ مذکورہ بالا اذان بالکل صحیح ہے۔ نہ اُس میں کوئی اضافہ کیا جا سکتا ہے نہ کمی کی جا سکتی ہے؛ اور خدا لعنت کرے مفوّضہ پر یقیناً اُنہوں نے احادیث گھڑی ہیں۔ اور اذان میں دو مرتبہ یہ جملہ کہنے کا اضافہ کیا ''محمدؐ وآل محمدؐ خیر البریہ'' (مطلب یہ کہ محمدؐ اور ان کی آلؑ تمام مخلوقات سے زیادہ صاحبان اختیار ہیں۔ ابوعبداللہ) اور اُن کی بعض احادیث میں اَشْھَدُ اَنَّ محمداً رسولؐ اللہ کے بعد دو مرتبہ یہ جملہ کہنے کا اضافہ کیا ''اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلی اللہ'' اور اِن ہی میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے اِس جُملے کے بدلہ میں اِس جملہ والی حدیث بیان کی ہے کہ ''اَشْھَدُ اَنَّ امیر المؤمنین حقًّا'' (یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ علیؑ حقیقی امیر المؤمنین ہیں۔ یا حقیقی مومنین کے حاکم ہیں۔ ابوعبداللہ) دو مرتبہ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت علیؑ درحقیقت ولی اللہ ہیں اور یہ کہ وہ مومنوں کے حقیقی حاکم ہیں۔ اور یہ کہ محمدؐ وآل محمدؐ تمام مخلوق سے زیادہ صاحبان اختیار ہیں۔ لیکن وہ تمام جملے اذان میں داخل نہیں ہیں۔ اور میں نے یہ تذکرہ اِس لئے کیا ہے کہ اُن لوگوں سے تعارف ہو جائے جو خود کو ہم میں پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر تفویض کی تہمت لگی ہوئی ہے۔ اذان میں یہ اضافہ اُن ہی لوگوں نے کیا ہے۔''

(و) اس نام نہاد تبصرہ پر ایک ناقدانہ ومومنانہ نظر ڈالیں

پہلی بات یہ ہے کہ یہ تبصرہ کرنے والا خود مصنف اعلی اللہ مقامہٗ نہیں بلکہ کوئی دشمنِ علیؑ وآلِ علیؑ ہے۔اور یہ بات اس تبصرہ کے پہلے ہی جملہ میں ثابت ہے۔یعنی کوئی شخص اپنے متعلق یہ جملہ نہیں لکھے گا کہ ''اللہ اُن پر رحم کرے اس کتاب کے مصنف نے کہا'' (قال المصنف ہذا الکتاب رحمہ اللہ) لہٰذا بات بالکل صاف ہے کہ پورا مضمون مجتہد گروپ نے علامہ صدوق رضی اللہ عنہ کی اس کتاب میں داخل کیا۔یہی وہ گروہ تھا جس نے علامہ کی طرف سے محمدؐ وآئمہ اہل بیت علیہم السلام کے لئے سہو ونسیان کا عقیدہ تحریر کیا۔اور یہی گروہ ہے جو ہر اُس مومن کو غالی اور مفوضہ کہتا چلا آیا ہے جو محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے بھُول چوک،لغزش وخطا اور غلط تصورات کی سو فیصد نفی کرتے ہیں اور ترک اَولیٰ ایسے مجتہدانہ عُذر کو بھی اُن حضرات کی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں۔یہ مجتہد چونکہ محمد وآئمہ علیہم السلام کو اپنے ایسے انسان بنانا چاہتے رہے ہیں۔اس لئے جو شخص اُن حضراتؑ کو علم مَا كَانَ وَ مَا يكُونُ وَ مَا هُوَ كائن کا عالم مانتا ہو یا قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ضروریات اور اُن کو حل کرنے کا عالم مانتا ہو اُسے یہ مجتہد گروہ غالی اور مفوضہ کہہ ڈالتا ہے۔اس گروہ نے بادشاہانِ اسلام کی مدد سے بہت سے ایسے علما وعوام کو قتل کرایا ہے۔ آج مسٹر محمد حسین ڈھکو اینڈ کمپنی اُن ہی لوگوں کا پارٹ ادا کر رہی ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ کر سُنیں کہ جناب صدوقؒ کے زمانہ میں عباسی خلیفہ کا اقتدار مفلوج ہو چکا تھا۔بغداد (دارلخلافہ) میں تمام رسوماتِ عزاداری برپا تھیں۔جلوس تعزیہ اور ماتمی دستے شہر کی سڑکوں اور بازاروں میں گشت کرتے تھے،دکانیں بند رکھی جاتی تھیں۔شیعہ مساجد میں اذان کے اندر ''شہادت ولایت'' سارے شہر میں گونجتی تھی۔ایسے عالم میں مندرجہ بالا قسم کا ریمارکس ناممکن تھا۔البتہ بعد میں جب شیخ صاحب کی کتابیں حکومت کی مدد سے اور مجتہدین کی نگرانی میں شائع کی گئیں تو مجتہد پالیسی کو سہارا دینے کے لئے مذکورہ مردود تبصرہ اور اسی قسم کا چھوٹا موٹا اضافہ اور ردوبدل تمام کتابوں میں ممکن تھا۔لیکن یہ کتابیں خود اس قسم کی تحریف کو دوسرے بیانات سے ردّ و باطل کر دیتی ہیں۔اور ہم مجتہدانہ اضافہ سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس تبصرہ میں اضافہ کنندہ مجتہد مانتا ہے کہ ایسی احادیث کتابوں میں موجود اور پبلک میں روایت ہو رہی تھیں۔جن میں اذان ونماز میں ''عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰه '' شامل تھا۔رہ گیا یہ کہنا کہ یہ روایات مفوضہ کی خود ساختہ تھیں ایک مجتہدانہ افترا اور خود ساختہ افسانہ ہے۔ سنئے علامہ محمد تقی مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''صدوق علیہ الرحمۃ زیادہ کردن محمدؐ وآلہ خیر البریۃ واشھد انَّ علیّاً ولی اللہ۔دو بار از موضوعات مُفوِّضہ نیداشتہ وملا محمد تقی مجلسی در روضۃ المتقین فرمودہ است کہ نِسبتِ وضعِ روایات بسوئے مُفوِّضہ ثابت نیست۔بلکہ روایات مذکورہ از دیگر طُرق نیز وارد است۔ولازم نیست کہ ہر چہ مفوضہ بآں عمل نمایند باطل باشد وظاہر آنست کہ اگر کسے عمل برآں کند گنہگار نخواھد شد۔مگر در

وقتیکہ جزم کند باینکہ دراذان بحسب شرع داخل است وبہتر آنست کہ بگویند کہ جُزو ایمان است نہ جُزو اذان۔''

''وَ اُنچہ گفتہ است خوب است وگویا طعن صدوق بر معتقدانِ جُزّ یست واخوند علیہ الرحمہ ہم از آن انکار ندارد واللہ یعلم۔''

(کتاب روضۃ الاحکام حصہ دوم صفحہ 67 مصنفہ مجتہد العصر والزمان سید العلما السید حسین صاحب۔ مطبوعہ 1265ھ بعہد بادشاہ محمد امجد علی اور وزیر امین الدولہ وعمدۃ الملک امداد حسین خان بہادر بحکم جناب مجتہد سید علی نقی التقوی۔ مطبع محمدیہ لکھنؤ)

''جناب صدوق رحمۃ اللہ نے یہ سمجھا ہے کہ اذان میں دومرتبہ محمدؐ وآلہ خیر البریہ اور دومرتبہ علیؑ ولی اللہ کہنے والی حدیثیں مفوضہ نے گھڑلی تھیں۔ یہ سمجھنا غلط تھا۔ اس لئے کہ اُن روایات کا خود ساختہ ہونا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ ویسی ہی روایات معتبر طریقوں اور راویوں سے موجود ہیں۔ اور پھر یہ بھی تو لازم نہیں کہ مفوضہ جو بھی عمل کریں اور جس حکم پر بھی عمل کریں وہ ضرور ہی باطل ہوگا؟ اور اِس وقت تک کے دینی حالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی اذان میں مذکورہ جملوں کو ادا کرے تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔ سوائے اُس صورت کہ وہ اُن جملوں کو شرعی حیثیت دے دے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ جملے ایمان کے اجزاء ہیں نہ کہ اذان کے اجزاء۔'' (کتاب روضۃ المتقین) یہ لکھ کر علامہ نے فرمایا کہ علامہ محمد تقیؒ نے جو کچھ کہا بہت خوب کہا۔ اور اُس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علامہ صدوقؒ نے جو لعنت کی تھی وہ گویا اُن لوگوں پر کی تھی جو محمدؐ وآلہ خیر البریہ اور عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہ کو اذان کا جز سمجھتے تھے۔ اور جناب اخوند نے بھی اِس رائے کا انکار نہیں کیا ہے۔'' (روضۃ الاحکام صفحہ 67)

قارئین نوٹ فرمالیں کہ محمد وآل محمد اور علی علیہم السلام کی ولایت کو اذان میں داخل کرنے والے پہلے علما لعنتی ٹھہرائے گئے اور جب یہ حقیقت اذان ونماز میں جاری ہوگئی تو رفتہ رفتہ لعنت کا طوق نکال لیا گیا اور ولایت کو جزو ایمان مان لیا گیا۔ اور ثابت ہوگیا کہ حضرت صدوق رضی اللہ عنہ نے وہ ریمارک نہیں لکھے تھے۔ بلکہ نظام اجتہاد کی تائید کرنے والے لوگوں نے خود ہی لکھا اور مجبور ہوکر اذان میں ولایت کو رہنے دیا۔ مگر دل میں آج تک منکر ہیں۔ اور اسی لئے اب اپنے بڑے بھائیوں کی مدد سے ولایت علویہؑ کو اذان سے خارج کرانے میں مدد ومعاون ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ جو کلمہ جُزو ایمان یا شرط ایمان ہو اُسے نکال کر یہ مومن کیسے رہیں گے؟ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحمدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ بھی تو شرط ایمان ہیں؟ لہٰذا اُن کو بھی اگر اذان ونماز سے نکال دیا جائے تو کیا حرج ہوگا؟ اگر جزو ایمان یا شرط ایمان کو نکال دینے کے بعد بھی یہ لوگ مومن رہتے ہیں اور اُن کی نماز صحیح رہتی ہے؟ تو بسم اللہ کل سے پورا کلمہ اذان ونماز سے نکال کر خالص مومن بن جایئے، مُبارکباد۔

(ز) شیعوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے الفاظ مفوضہ؛ غالی اور نصیری گھڑے گئے

تمام محبانِ محمدؐ وآل محمدؐ یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ ہر دور کے حکمران کُھل کر علی اور خاندان علی علیہم السلام کے دشمن تھے۔ اور یہ دینی اور سیاسی دونوں قسم کی دشمنی تھی۔ انہیں آئمہ اہلبیتؑ سے یہ خوف بھی پیہم رہا کہ کہیں پبلک انہیں اپنا حاکم نہ بنالے

اور پبلک نے ایسی تاریخ سازکوششیں جاری بھی رکھیں۔انہیں مذہب محمدؐ وآل محمدؐ سے اس لئے دشمنی تھی کہ ہمارا ریکارڈ اور ہمارے مذہب کی ہر ہر بات سے اُن کے مذہب کا خودساختہ اور باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس لئے حکومت کی پوری مشینری ہمیشہ علیؑ و اولادعلیؑ،اُن کے مذہب اوراُن کے پیرووُں اور طرفداروں کومٹاتے مٹاتے جب ناکام ہونے لگتے تھےتوکوئی سیاسی حربہ برسرکار لے آتے تھے۔مثلاً چند ماہرین کوشیعوں میں سے یا دیگر دانشوروں میں سے خرید کرایک نیانعرہ،ایک نیا تصور یا ایک نئی جماعت سامنے لاتے تھے۔حضرت امیر مختارؓ کی قوت توڑنے اور شیعوں کواُن سے برگشتہ کرنے کے لئے مذکورہ نام نہادشیعہ ماہرین نے مشہور کیا کہ مختار رضی اللہ عنہ نے امامت یانیابت کا دعویٰ کیا ہے۔اسی قسم کی تحریک حضرت زید بن امام زین العابدین علیہما السلام کے نام سے مشہور کردی تھی۔دونوں سے ایک ایک مذہب (کیسانیہ اور زیدیہ) آج تک منسوب ہے۔پھر آئمہ علیہم السلام اُن تمام تحریکوں اوراُس مجتہد گروہ سے شیعوں کومحفوظ رکھنے کے لئے احکام واحادیث نشر فرماتے تھے۔اُس قسم کی جماعتوں کوحکومت پوری مدد دیتی تھی۔وہ جماعت مشہور کرتی تھی کہ شیعہ اور آئمہ علیہم السلام علیؑ مرتضیٰ کواللہ کہتے ہیں۔اُنہیں اس کائنات کا خالق و رازق اور خدا کے درجہ پر مانتے ہیں۔الغرض یہی جماعت ہر دور میں حکومت کے لئے غالی اور مفوضہ اورنصیری بناتی رہتی تھی۔اور اپنی ابلیسی چالوں سے شیعوں کے متعلق غلط عقائد مشہور کر کے مومنین پر عموماً اور شیعہ علما پر خصوصاً غلو اور تفویض کی فرد جرم عائد کرتی رہتی تھی۔غیبت کبریٰ کے بعد اُس جماعت کے مجتہدین اور دانشوروں کا مرکز قم میں قائم ہوا اور وہیں سے ہمیشہ شیعوں کے خلاف دُوررَس اسکیمیں جاری ہوتی رہیں۔اور چونکہ منافق گروہ اپنے چاروں طرف غیاثوں،رضا کاروں اور چمچوں یعنی نوابین کا جال بچھائے رہتا تھا۔لہٰذا پبلک میں بہت مقدس مآب مشہور کر دیا جاتا تھا۔اُدھر ہر حکومت کی سرپرستی کی بنا پر سرمایہ اور دولت کا انبار رہتا تھا،تمام غربا وضرورت مند واہل قلم روپیہ کے لئے دستِ نگر رہتے تھے۔جس کو چاہتے تھے وہی قاضی،مفتی،عدالت کا جج اور محکمہ مال کا افسر بنتا تھا۔جس کو یہ ناپسند کرتے تھے اُس پر دنیا تنگ ہو جاتی تھی،پھانسی اور قتل تک کی سزائیں اُن کے اختیار میں رہتی چلی آتی تھیں۔جسے نظام اجتہاد کا مخالف دیکھتے اُسے قتل،قید اور جلاء وطنی کے ذریعہ راہ سے ہٹا دیتے تھے۔اوراگر اُس تک اُن کی رسائی نہ ہوتی تو اُسے کافر ومرتد ومشرک اور غالی اور مفوضہ اورنصیری کہہ کر قوم کی نظروں میں گرا دیتے تھے۔اِس معاملہ میں وہ اپنے ہم مذہب مجتہدین کا بھی پاس نہ کرتے تھے۔جو بھی اُن کی راہ میں رکاوٹ بنتا یا پارٹی پالیٹکس سے الگ ہوتا یا اپنی الگ پارٹی بناتا اُس کے ساتھ وہی سلوک کرتے تھے۔ہم اس کی مثالوں پر ایک مستقل کتاب لکھیں گے۔فی الحال قمی ادارہ کی ایک دومثالیں آپ کے سامنے ان ہی کے ریکارڈ سے پیش کرتے ہیں۔

(ح) قُم اور قُمیّوں کا ادارۂ اجتہاد شیعوں کو غالی اور مفوضہ بناتا رہا

(i) اَنْ لَا یَخْفِی انّ کثیرًا مِنَ القدماء سَیّما القُمِیّیْنَ کَانَتْ لَھُمْ اعتقادات خاصة فی الآئمةً یحسب اجتهاد هم لا یجوّزون التعدّی عنها ۔ وَیَسَمُّون التعدّی غُلوًّا و ارتفاعًا حتی اِنَّھُمْ جعلوا نفی السّھو عن النبیّ غُلوًّا بل رُبَّمَا جعلوا التفویض المختلف الیهمؑ ومثل خوارق العادات عنهمؑ اَوالا غراق فی جلالتهمؑ و ذکر علمهم بمکنونات السماء والارض ارتفاعًا و مورث التُّهمة ۔ (کتاب اسماء الرجال ابوعلی ادلة الفریقین مجمع البحرین صفحہ 800 مصنفہ السید احمد حسین رضی اللہ عنہ 1293ھ مطبوع خواجہ کلاں دہلی)

''یہ حقیقت پوشیدہ نہ رہ جائے کہ بہت سے قدیم زمانے کے مجتہدین اور خصوصاً قم کے مجتہدین نے آئمہ علیہم السلام کے متعلق اپنے نظام اجتہاد کے ماتحت مخصوص قسم کے عقائد اختیار کر رکھے تھے۔ اور یہ لوگ اپنے بنائے اور تیار کردہ عقائد سے تجاوز کرنے کو جائز نہیں کرتے تھے۔ اور اُن عقائد سے ہٹ جانے کا نام اُن مجتہدین نے ''غلو'' اور ''اِرتفاع'' رکھ لیا تھا۔ اور اس معاملہ میں اس حد تک چلے گئے تھے کہ جو شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو بھول چوک میں ملوث نہ سمجھے اُسے غالی قرار دے دیتے تھے۔ رہ گئی ''تفویض'' اس کا فتویٰ دینے میں یہ مجتہدین تھوڑا تھوڑا اختلاف رکھتے تھے۔ مثلاً فطرت کے خلاف (یعنی معجزات و کرامات) محمدؐ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے کسی امر کا ظہور میں آجانا۔ یا اُن حضرات کی جلالتِ شان کو اس طرح بیان کرنا کہ باقی تمام مخلوق کی شان اُنکے بحر فضائل میں غرق و گم ہو کر رہ جائے۔ اور جو شخص یہ مانتا تھا کہ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم زمین و آسمان کی پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتے تھے اُنکو یہ مجتہد گروہ ''اَھلِ ارتفاع'' یعنی محمدؐ وآل محمدؐ کے فضائل کو اعلیٰ وارفع ماننے والا قرار دیتا تھا۔ اور اسی قسم کی تہمت طرازی اُنکا کام تھا۔'' (کتاب مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین صفحہ 800 از کتاب الرجال ابوعلی)

(2) قُم کے باہر والے علما اُن علما اور افراد کو صحیح العقیدہ سمجھتے تھے

اس حقیقت پر ہم سینکڑوں حوالے پیش کر سکتے ہیں کہ مذکورہ دشمنِ محمدؐ وآل محمدؐ گروہ نے جن علما کو کنڈم کیا وہی حقیقی علمائے شیعہ تھے۔ یہاں بطور نمونہ چند الفاظ سنتے چلیں۔ ارشاد ہے:

''وَبالجملة الظاهر اَنّ القدمآء مختلفین فی المسائل الاصولیة وَرُبَّما کان شیء عند بعضهم فاسدًا؛ وَّ کفرا وَّ غُلوًّاو عند آخرین عدمه بل مما یَجِبُ الاعتقاد۔'' (ایضاً صفحہ 800)

''اور اس سلسلے میں یہ ایک حقیقت تھی کہ مذکورہ بالا قدیم قمی مجتہدین اور دیگر علما اصولی مسائل میں باہم مختلف العقیدہ تھے۔ اُن کے یہاں وہی عقائد بعض کے نزدیک فساد پیدا کرنے والے اور کافر بنانے والے اور غالی کہلانے والے تھے۔ اور بعض قدیم علما اُن عقائد کو صحیح اور واجب قرار دیتے تھے۔''

(3) حضرت شیخ مفیدؒ کی زبان سے قمی ادارہ کا مذہب سُنئے

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ آج بھی وہ لوگ جو تمام علمائے ایران ونجف کے خلاف حکومتوں کی چاپلوسی میں مہم چلا رہے ہیں۔ اُنہوں نے بھی قم ہی کو اپنی کمین گاہ بنا رکھا ہے۔ اُن کی مختلف شاخیں شیخیوں اور بابیوں و بہائیوں سے مل کر کام کر رہی ہیں۔ کہیں مسلم برادر ھڈ کے ساتھ رابطہ ہے کہیں اسلامی جماعت سے استمداد کی درخواستیں ہیں۔ اور ادھر ڈھکوی ادارے بھی تھک کر اُن ہی سے فریاد کر رہے اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح اُن کو اپنا جمورا بنا لیا جائے تا کہ اُنہیں کرتب دکھانے والی پٹاری میں سے کچھ حصہ مل سکے۔ بہر حال انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مذہبِ حقہ اثناعشریہ میں حضرت حجت قائم آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے مدد و نصرت طلب کی جاتی ہے۔ اور ہم اہل باطل کو اُنؑ ہی کی مدد سے شکست دیں گے۔ سنئے قُم اور قُم کے مجتہد کا حال سُنئے :۔

قال المفیدؒ وقد سمعنا حکایة ظاهرة عن ابی جعفر محمد بن الحسن بن الولید لم نجد لها رافعًا لِلتّقصیر وهی ما حکی عنه اِنّه قال فی الغلونفی السهو عن النبیؐ و الامامؑ فان صحّت هٰذِهِ الحکایة عنه فهو مُقَصِّرٌ مع انّه من علماءِ القُمِّیِّینَ ومشیختهم ـ وقد وجدنا جماعة وردوا الینا من قم یقصرون تقصِیرًا ظاهِرًا فی الدین ویَنَزّلونَ الآئِمَّة عن مراتبهم ویزعمون اَنَّهُمْ کانوا لَا یَعْرفون کثیرًا مِنَ الاحکام الدِّینیّة حتّٰی ینکت فی قلوبهم وَرَاَیْنَا مَنْ یَّقُوْلُ اِنَّهُمْ ملتجیٔون فی حکم الشریعة اِلَی الرّای وَالظّنون ویدعون اَنَّهم مِنَ العلمآءِ وهٰذَا هُوَالتقصیر الذی لَا شُبْهَة فِیه۔" (کتاب نفس الرحمان فی فضائل سلمان باب 2)

"شیخ مفید رضی اللہ نے فرمایا کہ میں نے یقیناً ابو جعفر محمد بن الحسن بن ولید کی ایک واضح حکایت سُنی ہے اور ہمیں یہ پتہ چلا کہ اُس نے کبھی بھی محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی فضیلت کم کرنے والوں کا سامنا کیا ہو اور اُن حضرؐات کی شاندار و بلند مرتبہ پوزیشن بیان کی ہو۔ اور جو کچھ اُس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا یہ فیصلہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ علیہم السلام سے بھول چوک اور غلط فہمی کی نفی کرنا غلو اور غالیوں کا کام ہے۔ چنانچہ اگر اُس کے متعلق یہ حکایت صحیح ہے تو وہ قم کے علما اور اُن کا شیخ ہوتے ہوئے محمدؐ وآل محمدؐ کے مقام بلند کو گھٹانے اور کم کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس اہل قم کی ایک جماعت آئی تھی جو محمدؐ وآل محمدؐ کے فضائل میں کمی کرتی تھی۔ اور آنحضرؐت کے مرتبہ کو بہت نیچے اُتارتی تھی۔ اور وہ علما اس کتر بیونت کے باوجود یہ جھوٹا دعویٰ کرتے تھے کہ محمد اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام بھی دین کے کثیر احکام کی معرفت نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کے دل میں بات نہ پڑ جائے۔ اور ہم نے اُن میں ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ محمدؐ اور آئمہؑ بھی شریعت کے احکام دینے میں رائے وظن (اجتہاد) کے محتاج تھے۔ اور وہ حضراتؑ بھی علما ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور یقیناً حقیقی معنی میں یہ محمدؐ وآل محمدؐ کے رتبوں کو گھٹانا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔" (ایضاً صفحہ 800)

(الف) وہ تمام علما جو مومنین کو غالی اور مفوضہ اور نصیری کہتے ہیں دشمنانِ اہل بیتؑ ہیں

قارئین کرام یہ تھا وہ گروہ جس نے ہر امامؑ کے زمانہ میں شیعوں کے اندر اور محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے خلاف وہی محاذ بنانے کی مسلسل کوشش کی جو دشمنان اسلام نے حکومتوں کی مدد سے باہر بنا رکھا تھا۔اس محاذ کی ابتدا قریش مکہ کے سردار، خلیفہ پنجم کے دادا ابوسفیان نے کی تھی۔اور موقعہ بموقعہ ضرورت پڑنے پر یہ زیرِ زمین اور داخلی تحریک شیعوں کے عقائد کو تبدیل کرنے، محمد وآل محمد و آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے مرتبہ کو عام لوگوں کی سطح پر اُتارنے پر کاربند رہی۔اگر ہم ایسے نام نہاد شیعوں کا تذکرہ شروع کردیں تو سینکڑوں صفحات دور نکل جائیں گے۔مگر آپکے اطمینان کیلئے صرف دو مثالیں دے کر اذان ونماز کی طرف بڑھ جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس اُنکے صحابہ کا مجمع ہے۔وہ نظارہ سامنے لائیں اور دیکھیں کہ کن لوگوں کو صحابہ کہتے ہیں۔

عَنْ ضريس الكناسى قال: سمعت ابا جعفر عليه السلام يقول؛ وعنده أُناس من اصحابه ؛ عَجِبْتُ مِنْ قومٍ يَتَوَلَّوْنَا و يَجْعَلُوْنَا آئِمَّة وَ يَصِفُوْنَ اَنَّ طاعتنا مُفْتَرضة عَلَيْهِمْ كَطَاعة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ـ ثُمَّ يكسّرونَ حجّتهم ويخصمون انفسهم بِضعف قلوبهم ـ فَيَنْقُصُونا حقّنا ويعيبُون ذٰلك عَلٰى مَنْ اعطاه الله برهان حَقّ معرفتنا والتسليم لامرنا، اَتَرون اَنَّ اللّٰه تبارك وتعالٰى افترض طاعة اوليائه علٰى عباده ثُمَّ يُخفى عَنْهم اخبار السمٰوٰت والارض ويقطع عنهم مواد العلم فيما يرد عليهم مما فيه قوام دينهم...الخ" (اصول کافی کتاب الحجة باب اَنّ الآئمّة يعلمون علم ماكان و مايكون وانه لا يخفى عليهم الشيء حدیث4)

"ضریس الکناسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس کچھ لوگ اُنؑ کے صحابہ میں سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سُنا کہ امام علیہ السلام اُن سے فرمارہے تھے کہ "مجھے تعجب تو اُن لوگوں پر ہے جو ہماری ولایت پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور ہماری امامت کو بھی مانتے ہیں۔اور ہماری اطاعت کو اپنے اوپر رسولؐ اللہ کی اطاعت کی طرح فرض کہتے ہیں اور طرح طرح ہماری صفت بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد جب ہمارے مقامِ بلند اور فضیلت کی بات ہوتی ہے تو خود اپنے مذکورہ ایمان کے خلاف گفتگو کرتے ہیں اور اپنی دلیل اور حجت کو خود ہی توڑ کر اپنے مدمقابل حریف بن جاتے ہیں۔اور خود پر مخالفوں کو حجت قائم کرنے کا موقعہ فراہم کرتے ہیں۔اور ہماری فضیلت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔اور ہماری بزرگی پر جو دلیل و برھان اُن کو ملا ہے اس کو عیب دار وناقص بناتے ہیں۔اور ہمارے احکام کو ہر حال میں تسلیم کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔کیا تم لوگوں کی رائے یہ ہے؟ کہ جس اللہ نے تمام مخلوق پر اپنے اولیاء کی اطاعت فرض کی ہو۔وہ اللہ اُن اولیاء سے آسمانوں اور زمینوں کی تمام خبروں کو پوشیدہ رکھتا ہے۔اور اس تمام سامان سے اُن اولیاء کو الگ رکھے گا جو دین کے استحکام کیلئے جاننا ضروری ہے؟"

قارئین یہ نوٹ کریں کہ مسٹر ڈھکو اور اُن کا قمی ادارہ کائناتی علوم کی آئمہؑ سے نفی کرتے ہیں۔اور جو شخص محمد وآل محمد

صلوٰۃ اللہ علیہم کو پوری کائنات کا عالم مانتا ہواُسے غالی اور مفوضہ کہتے ہیں۔ حالانکہ ہماری سب موجودہ کتابوں سے عظیم کتاب کافی میں ایک پورا باب (Chapter) ایسی احادیث سے لبریز ہے جو ہم نے لکھی اور تمام ماضی وحال و مستقبل کے علوم کو حضرات آئمہ علیہم السلام میں ثابت کیا ہے۔ اور ہماری تصنیفات وہ تمام عقائد پیش کرتی ہیں جو حقیقی شیعوں کے یہاں پندرہ سو سال سے چلے آرہے ہیں اور جن سے منافقین کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ محمدؐ وآل محمدؐ کواُن کے ابلیسی بزرگوں سے اونچا درجہ مل سکے۔ آپ کے نوٹ کرنے کی خاص چیز یہ ہے کہ حضرت علامہ شیخ مفیدؒ تیسری و چوتھی صدی کے علمائے شیعہ میں سے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ مولوی ڈھکو کے بزرگوں نے آج سے ایک ہزار سال پہلے اپنا مرکزی ادارہ قم میں قائم کیا تھا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پہلی اور دوسری صدی کے آئمہؑ میں سے ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ لیبل کے ساتھ ایک پوری قوم محمدؐ وآل محمدؐ کے فضائل کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھی۔ اب آپ سوچئے کہ آپ کو کدھر شامل ہونا ہے؟ مولانا ڈھکو اینڈ کمپنی کے ساتھ یا ہمارے ساتھ؟ یہ بھی سُن لیں کہ ہم نے اِس لئے مذہبِ حقہ شیعہ اثناعشریہ کو اختیار نہیں کیا کہ ہمیں کثرت کا تعاون حاصل ہوگا۔ یا اس لئے کہ دنیا میں ہماری بڑی قدر ومنزلت ہوگی، نہ اس لئے کہ ہمیں مولانا ومقتدانا اور حجت اللہ کہا جائے گا۔ خمس وزکوٰۃ اور دولت کا انبار جمع ہوسکے گا۔ یا آپ کے موجودہ علما کی طرح جائیدادیں، موٹریں اور بسیں حاصل کریں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقی شیعہ کبھی سرمایہ دار نہ تھے۔ کبھی طعن وتشنیع اور تہمت وقتل وغارت سے محفوظ نہیں رہے۔ ہم اس ساری دنیا کے مقابلہ کے لئے شیعہ ہیں۔ اور جناب شیخ مفید رضی اللہ عنہ کی تمنا کے مطابق محمدؐ وآل محمدؐ کے رتبوں میں کمی کرنے والوں کی بیخ کنی ہمارا پیشہ ہے۔ آپ سب ڈھکو سے تعاون کریں تب یا ہم سے منسلک رہیں تب بھی ہم دنیا کو بتاتے رہیں گے کہ:

(ب) آئمہ اہل بیت علیہم السلام قرآنِ مجسم اور کائنات کے ہر ذرّہ پر مطلع تھے

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

قد ولدنی رسوُل اللّٰہ وعَلِمْتُ کتاب اللّٰہ وفیہ تبیان کلّ شیءٍ بدء الخلق وأمر السمآء وأمر الأرض وأمر الأوّلین وأمر الآخرین وأمر ماکان وأمر ما یکونُ، کَاَنِّی أنظر اِلٰی ذلك نصب عینی۔ (کافی کتاب الایمان والکفر باب الکتمان)

''مجھے رسولؐ اللہ نے جنم دیا ہے۔ اور میں کتاب اللہ کا عالم ہوں جس میں ابتدائے تخلیق سے لے کر آسمانوں کے معاملات اور زمین کے واقعات اور تمام اوّلین مخلوقات کی سرگزشت اور آخری مخلوقات کے حالات اور جو کچھ ماضی میں ہو چکا اس کا علم اور جو اب درپیش ہے یا مستقبل میں ہونے والا ہے اُس کا علم موجود ہے۔ اور یہ سب کچھ میرے سامنے اس طرح حاضر ہے گویا سب کچھ سمیٹ کر میری آنکھوں کے گرد فٹ (Fit) کر دیا گیا ہو۔'' (ایضاً حدیث 5)

کہاں ہے شیعہ منافقین کا سرگروہ وہ آئے اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے ہمہ گیر اور کائناتی علوم کا انکار کرے اور کہے کہ اُن

حضراتؑ کا علم حضوری نہ تھا۔ بلکہ جب تک ضرورت نہ پڑتی تھی (معاذ اللہ) محمدؐ وآل محمدؐ لاعلم رہتے تھے۔ اور ضرورت پڑنے پر وہ پہلے اللہ سے دعا کرتے تھے۔ اور لاعلمی اور بے بضاعتی کا اعلان واقرار کرتے تھے۔ تب جا کر کہیں اللہ اُن کو ذرا وَرا سا علم عطا کردیتا تھا۔ سُن او ابلیس مجسم سُن !! کہ تیرے ایسے شیعہ لیبل والے منافقوں کے لئے کیا حکم ہے؟ اور یہ کہ تیرے بزرگ کب سے تیرے لئے سامان تیار کررہے تھے؟

(ج) پہلی صدی کے ڈھکوؤں کا حال اور اُن پر ولایت سے خروج وکفر کا فتویٰ

مومنین دیکھیں کہ دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ آئمہؑ کے صحابہ میں بھی موجود تھے۔ اور معصومینؑ کی احادیث سن کر وہی کچھ کہتے اور کرتے تھے جو آج مولانا محمد حسین مجتہد العصر کہتے اور کرتے ہیں۔ منبر پر جاتے ہیں تو سامعین کو فریب دینے اور پیسہ بٹورنے کے لئے سب کچھ ماننے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ لیکن گھر میں آ کر اپنی کتابوں میں فضائلِ محمدؐ وآل محمدؐ کے ساتھ قم سے جاری شدہ سلوک کرتے ہیں۔ اُن کو مجلس میں پکڑ کر قلم دوات اور کاغذ دے کر وہ سب کچھ لکھوایئے جو وہ اوپر کے دل سے کہتے ہیں۔ یاد رکھو قلم دوات اور کاغذ کا نام سنتے ہی باطل کا دم نکل جاتا ہے۔ یہ تینوں الفاظ ان شیاطین کو لاحول کی طرح بھگا دیتے ہیں۔ اُن کی زبانی باتوں کو مان لینے والے بھی آدھے منافق ہیں۔ سنئے ایک ڈھکوی گروہ کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے صحابہ کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں۔ اور اپنے حقیقی صحابہ کو اُن خبیثوں سے خبردار رہنے کی ترکیب بتارہے ہیں فرمایا کہ:

وَاللّٰہِ اِنَّ اَحَبَّ اصحابی اِلَیَّ اَورعھم واَفقھھم وَ اَکتمھم لحدیثنا ۔وَاِنَّ اَسْوَأَ ھُم عندی حالًا واَمقتھم لِلَّذِیْ اِذَا سمع الْحَدِیْثَ ینسب اِلَیْنَا ویروی عَنَّا فَلَمْ یقبله، اِشْمَاَزَّ مِنْهُ وَ جحده وَکَفَّرَ مَنْ دَانَ بِهٖ وھو لا یدری لَعَلَّ الحدیث مِنْ عِنْدِنَا خَرَجَ وَ اِلَیْنَا اُسْنَدَ؛ فیکون بِذٰلك عن ولایتنا۔" (ایضاً حدیث 7)

"قسم بخدا یقیناً مجھے اپنے صحابہ میں وہ صحابی سب سے زیادہ محبوب ہے جو سب سے زیادہ پارسا ہو، جو سب سے زیادہ فقیہ ہو۔ جو منافقوں سے ہماری احادیث کو سب سے زیادہ محفوظ رکھے؛ اور میرے صحابہ میں سے وہ صحابی مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور قابل بغض وعناد ہے جو کہ ہم سے منسوب شدہ اور ہماری طرف سے روایت کی ہوئی حدیث کو سنتے ہی قبول نہ کرے اور طرح طرح کی ہٹ دھرمی اور انکار پر دلیلیں پیش کرے۔ اور اُن لوگوں کو کافر قرار دے جو اُن حدیثوں کے مطابق اپنے دینی عقائد رکھتے ہوں۔ حالانکہ اُس کے پاس ایسی کوئی درایتی دلیل نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتا کہ شاید یہ حدیث ہمارے ہی یہاں سے گئی ہو اور ہم ہی نے اُس کو مستند کیا ہو۔ چنانچہ وہ صحابی اپنے اس رویہ سے ہماری ولایت سے خارج ہو جاتا ہے۔"

ہم نے برابر ڈھکو اور اُس قمی ادارہ کا منکرین حدیث ہونا ثابت کیا ہے۔ مومنین مانیں یا نہ مانیں ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ڈھکوی اور قمی گروہ کی قدامت اُن کے عقائد اور دل میں پوشیدہ مذہب کو حضراتِ معصومینؑ اور علمائے شیعہ کی سند سے منظر عام پر

رکھ دیں۔ تا کہ اُن کے قدیم وجدید تمام حربے اور بہانے واضح ہو جائیں۔ اور تمام مومنین یہ سمجھ لیں کہ:

(د) شیعوں میں زبان سے اقرار اور دل میں انکار کرنے والا گروہ بھی ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:

فطبع اللّٰہ عَلٰی قلوبھم و أنساھم ذلك، ثُمَّ اَطْلَقَ اللّٰہ لسانھم بِبَعْضِ الحقِّ فھم ینطقون به و قلوبھم منكرة،... الخ (اصول کافی کتاب الحجة باب فیماجاء ان حدیثھم صعب مستصعب حدیث 5)

''چنانچہ اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر بھی لگادی اور انہیں باقی سب کچھ بُھلا دیا۔ پھر اللہ نے اُن کی زبانوں کو بعض حقائق بیان کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ چنانچہ وہ حقیقت کو زبانی بیان کرتے رہتے ہیں مگر اُن کے دل حقیقت کے منکر ہی ہیں۔''

یہ ڈھکوی شیعوں اور علما کا حال ہے۔

(4) اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ عہدرسولؐ میں تھا بعد میں خارج کیا گیا تھا

آپ نے ولایت اور اذان و نماز کے خلاف چند تحریکات اور مخالف گروہ کو دیکھ لیا۔ اب یہ دیکھیں کہ اذان میں ولایت مرتضویؑ کا اعلان آنحضرتؐ نے کرادیا تھا۔ مگر شاہانِ بنی امیہ کی جمع کردہ اور خود ساختہ تاریخ وحدیث میں اس کا ذکر چھپایا گیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت سینہ بسینہ آگے بڑھتی اور کبھی کبھی زبان و قلم سے باہر نکلتی رہی۔ دیکھئے کہ امام ابواللیث الہروی نے اپنی کتاب ریاض الصادقین میں اعتراف کیا ہے کہ:

درحین حیات رسولؐ خدا پنج بار در مُدتِ ششماہ و نہہ ماہ اتفاق این مقال افتاد۔ رفضہ را ازیں جادست دادہ کہ ایں الفاظ در اذان و اقامت می بردارند امانمید اند کہ این حکم منسوخ شدہ۔ کہ مشائخ صحابہ گاہے آن را درزمان خلافتِ خود در اذان و اقامت نہ گفتہ اند۔ بلکہ احدے اگر این امر جرأت میکرد حضرت فاروق اُورا بتادیب شدید میگرفت۔ لہٰذا آئمہ بخاری شریف گوئندہ یا علیؑ را بدون اذان ہم فاسد المذھب دانستہ۔ نماز پشت سرِ اُورا باطل دانستہ اند (...... یہاں تین الفاظ صحاکمادۃ الفساد صاف پڑھنا ممکن نہیں پھر لکھا کہ) ایں معنی شناعتے ندارد انتہی ترجمہ عبارتہ ملخصًا وابوبکر باقلانی در بعض کتب خود گفتہ کہ امام العارفین وقدوۃ السالکین عبدالرحمٰن عسقلانی در کتاب فضائح الروافض برنگاشتہ کہ این طائفہ را بہرہ از خدا پرستی نیست آنچہ ہستند خود را بعلیؑ می چسپانند بروایت منسوخہ متمسک میشوند چنانچہ شعار خود ساختہ اند کہ در اذان و اقامت علِیًّا وَلی اللہ میگویند واین گفتن راعین دین می انگارند ونمی دانند کہ اکابر صحابہ در ترک آن کوشیدہ اند۔ اگر جوازے میداشت از ایشان اول صادر میگردید۔ چون نشد دانستہ شد کہ اصلے ندارد وتحقیق این مبحث را در کتاب معارفِ عثمانیہ بہ بسط تام نوشتہ ام ناظران رابا ید کہ رجوع بآں نمایند۔''

''رسولِ خداؐ کی زندگی کے دوران چھ مہینے کی ایک مدت میں اور نو (9) ماہ کی ایک مدت میں پانچ مرتبہ یہ قول اذان میں

کہے جانے کا اتفاق ہوا تھا۔اور وہیں سے رافضیوں کے ہاتھ میں یہ بہانہ آ گیا کہ وہ اذان میں اُن کلمات کو کہتے ہیں۔اور یہ نہیں جانتے کہ ان کلمات کو کہنے کا حکم منسوخ ہو گیا تھا۔اور بڑے بڑے صحابہ نے اُن کلمات کو اذان میں نہیں کہا ہے۔اور اگر کبھی بھی کسی ایک شخص نے اذان میں ایسا کہنے کی جرأت کی تو حضرت فاروق نے اُس کو سخت سزا دی۔یہی وجہ ہے کہ بخاری میں مذکورہ آئمہ نے اذان سے باہر بھی یا علیؑ کہنے کو ایک فسادی مذہب سمجھا ہے۔اور حضرت علیؑ کے مزار کے سرہانے نماز پڑھنا باطل قرار دیا ہے۔اور اُسے مادۂ فساد کہا ہے۔اور ان معنی پر کوئی مذمت نہیں کی جاسکتی ہے۔انتہیٰ اُس کی عبارت کے ترجمہ کی اور ابوبکر باقلانی نے اپنی کچھ کتابوں میں کہا ہے کہ امام العارفین جناب عبدالرحمٰن عسقلانی نے اپنی کتاب فضائح الروافض میں لکھا ہے کہ رافضیوں کو عبادتِ خداوندی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔اس لئے اُن میں جسے دیکھو وہ علیؑ سے چپکا رہتا ہے۔اور وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ سب کے سب منسوخ شدہ احادیث پر کاربند ہیں۔انہوں نے عَلِیًّا ولی اللّٰہ کو اذان میں کہتے رہنا اپنا دینی شعار بنا رکھا ہے اور عَلِیًّا ولی اللّٰہ کو اذان میں پڑھنا عینِ دین مانتے ہیں۔اور یہ نہیں جانتے کہ بڑے بڑے صحابہ نے اذان میں سے عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہ کو نکالنے میں بڑی کوشش صرف کی ہے۔اگر اذان میں شہادت علویہؑ کا جواز ہوتا تو صحابہ نے اُس پر پہلے عمل جاری رکھا ہوتا۔چونکہ اُن صحابہ نے عمل جاری نہ رکھا لہٰذا معلوم ہوا کہ اذان میں اُس کے استقلال سے جاری رہنے کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔میں نے اس بحث کو پوری تفصیل سے اپنی کتاب معارفِ عثمانیہ میں مکمل کر دیا ہے۔ناظرین کو چاہئے کہ اُس کتاب میں اس مبحث کو مطالعہ کریں۔'' (مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین صفحہ 789-788)

(5) اذان سے شہادت ثالثہ کو نکالنے والے مجتہدین کے بزرگ آخر پکڑے گئے

قارئین مندرجہ بالا اقتباس بتاتا ہے کہ وہ تمام شیعہ لیبل کے مجتہدین حضرت عمر اور اُسی سائز کے بزرگان دین کے حامی اور ہم مسلک تھے۔جنہوں نے اَشْھَدُ اَنّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہ کو اذان ونماز سے باہر رکھنے میں مدد دی۔اور آج تک اُس مشن کے مددگار ہیں جو ہماری اذان سے شہادت ولایت علویہؑ کو نکلوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔اور چاروں طرف سے ملکی حکومت پر یلغار کر رہا ہے۔یہ چیز ہم نے بار بار اس کتاب میں لکھی ہے کہ جو علما شیعہ کہلاتے ہوئے بھی علیؑ ولی اللہ کو جُزوِ اذان نہیں مانتے وہ حقیقتاً شیعہ نقاب میں کفر بردوش دشمنانِ علیؑ ہیں اور اُن سے بہتر تو وہ اہل سنت علما ہیں جنہوں نے ہمارا فضیحتہ کرنے کیلئے کتابیں لکھیں اور ہم تک یہ حقیقت پہنچادی کہ اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہ زمانۂ رسولؐ ہی میں شروع ہوا تھا۔اور یہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے اپنی حکمرانی میں جو اسلامی شریعت تیار کی تھی اُس میں شہادت علویہؑ کو بھی بند کر دیا تھا۔اور یہ کہ اُن کی ممانعت کے باوجود بھی بعض جرأتمند صحابہ اَشْھَدُ اَنّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہ اذان میں پڑھتے رہتے تھے۔اور سزا برداشت کرتے

تھے۔اور یہ کہ وہ صحابہ ہمارے ڈھکوی ٹائپ کا ایمان نہ رکھتے تھے۔ بلکہ علی مرتضٰی علیہ السلام کی ولایت کو اپنا دین سمجھ کر اذان میں لازم وواجب سمجھتے تھے۔شیعہ مومنین پھر سوچیں کہ کیا اس کے بعد بھی آپ کو کسی اور ثبوت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ رہ گیا یہ کہنا کہ شہادتِ ولایت والی روایات منسوخ ہوچکی تھیں یا یہ کہنا کہ مفوضہ نے شہادت علویہؑ کو اذان میں کہنے کی روایات خود ہی گھڑ لی تھیں ۔ یہ اس دنیا کے سب سے بڑے جھوٹ ہیں اور ایسا کہنے والے یا ماننے والے یقیناً بہت بڑے گنہگار ہیں ۔ہم نے آج سے مُدت دراز قبل تحقیق مکمل کر کے اذان میں نماز و شہادتِ علویہؑ کا وجوب لکھا تھا۔اور آج اس پر عمل کرتے ہوئے ہزاروں سِن رسیدہ مومنین اللہ و امام علیہ السلام کو پیارے ہوچکے اور ہزاروں بچے اس شہادت کو اذان و نماز میں واجب سمجھ کر پڑھتے ہوئے بوڑھے ہوچکے ہیں ۔مگر مجتہدانہ ماحول میں یہ شہادت آج تک شجر ممنوعہ ہے ۔ بہر حال یہ معلوم و ثابت ہوگیا کہ حکومت کے قانون نے اس شہادت کو سرکاری اذانوں میں بند کر دیا تھا۔لیکن شیعہ تو سرکاری مساجد میں نماز پڑھنے کے ہی نہیں بلکہ دنیا میں زندہ رہنے کے بھی مجاز نہ تھے۔اس لئے وہ پوشیدہ نماز پڑھتے تھے، پوشیدہ رہنے پر مجبور کئے جاتے رہے تھے۔اُن کی اذان و نماز بھی اندرونِ خانہ اور اندرون خانہ بھی عموماً پوشیدہ ہی رہتی تھی ۔جس طرح اُن کا رسولؐ، اُن کے رسوؐل کی زوّجہ محترمہ اور اُنکا امامؑ و خلیفہ بلافصل مدت دراز تک پوشیدہ نماز پڑھتے رہے۔اور جس طرح بیس سال نماز ،اشھد انّ محمدًا عبدہ ورسولہ کے بغیر پڑھتے رہے لیکن دل میں اپنیؐ نبوت اور علیؑ کی ولایت کا تصور برابر قائم رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ قریشی مشرکین کی پیشرفت اور دستبرد سے محفوظ رکھ کر اسلام کی تبلیغ کریں ۔ بالکل اُسی سنت کے مطابق ہمارے آئمہ علیہم السلام اور ہمارے شیعہ اسلاف رضی اللہ عنہم نے بھی عملی تشدد اور قریشی مشرکین کی تلوار سے حقیقی دین کو محفوظ رکھنے کیلئے چِلّا کر اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰه کہنا چھوڑ دیا تھا۔لیکن وہ اپنی نماز و اذان میں برابر خاموشی کے ساتھ اس بنیادی شہادت کا اعلان کرتے رہے۔اور کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اُن کی خانہ نشین نمازوں میں بھی شہادت ولایت نہ ہوتی تھی ۔اور ہم تو یہ کہہ کر چلے تھے کہ ہم علی الاعلان نمازوں اور اذانوں میں شہادت علویہ ثابت کریں گے۔اور برابر ثابت کرتے چلے آرہے ہیں۔

(6) جس طرح قرآن فہمی کے لئے عقل و ایمان کی شرط ہے، اُسی طرح حدیث فہمی مشروط ہے

اس عنوان میں ہم یہ دکھائیں گے کہ مجتہدانہ ذہنیت سے حدیث فہمی میں اُسی قسم کی غلطیاں ہوئی ہیں جس قسم کی غلطی اُس بھوکے شخص سے ہوتی تھی جس نے دو اور دو کو چار کہنے کی جگہ چار روٹیاں کہہ دیا تھا۔ یہاں بھوک کی شدت نے یہ غلطی کرائی تھی۔ مگر وہاں نظام اجتہاد کی خودساختہ تعبیروں کی شدت دامن گیر رہی ہے۔ پہلے ایک بات قرآن سے سُن لیں اللہ نے فرمایا کہ:۔

۔۔۔ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف 12/111)

"یہ قرآن من گھڑت نہیں ہے بلکہ یہ تو تمام موجودہ الہامی کتابوں (توریت و زبور و انجیل وصحف ابراہیمؑ وغیرہ وغیرہ) کی مجسم

تصدیق ہے۔اورکل اشیائے کائنات کی تفصیل کا حامل ہے اوراُس قوم کیلئے ہدایت اوررحمت ہے جوقرآن پرایمان رکھتی ہے۔‘‘

اب جوحضرات،خواہ علما ہوں یا جہلا ہوں، توریت وزبوروانجیل وغیرکی تصدیق کے بجائے تکذیب کرتے ہوں وہ قرآن کی رُو سے مومن قوم کے افرادنہیں ہو سکتے۔اور جولوگ قرآن مجید کوتمام کائناتی علوم کا اور کائنات کی تمام اشیاء اور موجودات کامفصل ریکارڈ نہ مانتے ہوں۔وہ بھی مکذبِ قرآن ہیں،مومن نہیں۔اور جولوگ قرآن کے اس مقام کے منکر ہوں وہ آنحضرؐت اورآئمہ اہل بیت علیہم السلام کے علم کو ہمہ گیر کیوں اور کس دلیل سے مانیں گے؟ لہٰذا یہ لوگ مکذبِ قرآن ورسالت و ولایت وامامت ہیں اور یہی عقائدڈھکووقتی ٹائپ کے مجتہدین رکھتے ہیں۔اور مذکورہ بالاآیت کی رُو سے یہ تمام علما قرآن کواُلٹا سمجھے ہیں۔لہٰذانہ قرآن اُن کیلئے ہدایت ثابت ہوانہ اُن کوخدا کی رحمت مل سکی۔اگر یہ لوگ اس گمراہی کے عالم میں حدیث کوبھی نہ سمجھیں یااُلٹا سمجھیں توکسی تعجب کا مقام نہیں ہے۔

(7) مسئلۂ تشہد کو سمجھنے کے لئے بھی چند بنیادوں کوملحوظ رکھنا ضروری ہے

سب سے پہلے ایک دفعہ پھراُن حالات پرنظر ڈالیں جومسلمان حکومتوں نے حضرت علی اوراولادعلی علیہم السلام کواور اُنکے اسلامی تصورات کودنیا سے مٹانے کیلئے برابر تین سوسال تک برقراررکھے۔آپکوسرکارساختہ تاریخ کا یہ مشہورحادثہ ضروریاد ہوگا کہ مدینہ کےانصارنےقریشی دانشوروں کے سامنے یہ تجویزرکھی تھی کہ ’’ مِنَّا اَمِیْرٌ وَّ مِنْکُمْ اَمِیر ‘‘ ملکی حکومت کوچلانے کے لئے ایک امیر یا حاکم ہم میں سے ہواورایک امیرتمہارا ہو۔دونوں مل کرنظام حکومت سنبھالیں۔یہ تجویزٹھکرادی گئی اوراُس روز سے برابردوسرے حاکم کاتصوروجودقانون کی نظرمیں واجب القتل رہا۔لہٰذاشیعوں کیلئے اپنی اذانوں میں اَشْھَدُ اَنّ اَمِیرَ المؤمنین علیًّا ولیُّ اللہ قابل سماعت آواز سے کہنا یقیناًپوری قومِ شیعہ کی موت کودعوت دینا تھا۔اورتاریخ سے واقف کوئی دیانتدارشخص یہ مطالبہ نہ کریگا کہ ہمیں یہ ثبوت دوکہ مذکورہ تین صدیوں میں آپکے مذہب کی اذانوں میں علی مرتضٰی علیہ السلام کی حکومت کااعلان ہوتارہاہے۔ہماری کتب احادیث میں تویہاں تک احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اللہ و رسوؐل کی طرف سے امیرالمومنین اورولی اللہ ہوتے ہوئے بھی شیعوں کے تحفظ اور مذہب حقہ کی سلامتی کیلئے حکم عام دے رکھا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوااُنؑ میں سے کسی کوکسی حیثیت سے بھی امیرالمومنین کے لقب سے نہ پکاراجائے نہ لکھاجائے۔ حضرت علیؑ کااستثنابھی اسلئے تھا کہ مسلمان مملکت میں اُن حضرتؑ کوچوتھےنمبرپرامیرالمومنین ماناجاتاتھا۔مگراُنہیں بھی **خلیفتہ بلا فصل** کہناجرم ہی تھا۔مختصراًیوں کہیئے کہ شیعہ ہوناہی واجب القتل جرم تھاتومذہبی عقائد،نمازواذان کومحمدوعلی علیہماالسلام کے طریقہ پرعلی الاعلان بجالاناکیسےممکن ہوسکتاتھا؟ البتہ روزاوّل سے یعنی جب سے جب کہ محمد مصطفٰی،خدیجہ الکبریٰ اورعلی مرتضٰی علیہم السلام نے نمازکوقریشی دانشوروں سے پوشیدہ طورپرپڑھناشروع کیا تھا۔حقیقی اذان ونمازوعقائداسلامیہ کی تبلیغ اندرون

خانہ شروع ہوکر حقیقی مومنین تک عملاً وقولاً پہنچتی رہی۔ اور سینہ بسینہ اور نبویؐ وعلویؑ سند کے ساتھ مومنین کا یہ دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ جب موقعہ ملا اعلانیہ تبلیغ بھی ہوئی ورنہ دشمنانِ اسلام سے دین ودامن بچا کر وہی اذان ونماز وعقائد آج تک آگے بڑھتے پھیلتے پھلتے چلے آئے ہیں۔ اور ایک دن پوری کائنات کی ذی حیات مخلوق اسلام سے مالا مال ہوکر رہے گی۔

یہ بھی دوبارہ سامنے رکھ لیں کہ تیسری صدی میں اگر ہم سے ہماری اذان ونماز وعقائد پر احادیث سے ثبوت مانگا جاتا تو ہم کئی لاکھ احادیث واشگاف الفاظ میں پیش کرنے کی پوزیشن میں ہوتے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ سوالات اب اُٹھائے گئے ہیں جب کہ دشمنانِ اسلام نے ہمارے پاس صرف ساڑھے تین قدیم کتابیں چھوڑی ہیں۔ اور صرف علم الحدیث پر لکھی ہوئی چار سو کتابیں دنیا سے غائب کردی گئی ہیں جو آئمہ علیہم السلام کے حکم سے اُن کی سند ونگرانی کے ساتھ مرتب ومستند تھیں۔ اُدھر علمائے اہل سنت کے اس ذخیرہ کو بھی تباہ کردیا گیا جو مخالف حکومتوں کے مذہب اور محمد اسماعیل بخاری کی پانچ لاکھ نوے ہزار احادیث تھیں۔ اب ہماری تحویل میں صرف تین مکمل اور ایک ناقص کتابیں ایسی ہیں جو تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اواسط میں مرتب کی گئیں۔ اور ہمیں مجبوراً اُن ہی سے ثبوت دینا پڑتا ہے۔ بہر حال علمائے حقہ رضوان اللہ علیہم نے احادیث کے جو ذخیرے نظام اجتہاد کی دستبرد سے بچ گئے تھے، ہم تک پہنچنے کا انتظام برابر جاری رکھا۔ اور ہم اُس تباہ کار نظام کی چیرہ دستیوں کے باوجود آج بھی اپنے مخالفین سے زیادہ وسیع وصحیح ریکارڈ رکھتے ہیں۔ یہ بات اس لئے دوبارہ یاد دلائی گئی ہے کہ آپ ہماری پیش کردہ احادیث کو ہمارے مذہب کا ٹوٹل ذخیرہ سمجھنے کے بجائے یہ سمجھیں کہ یہ احادیث اُس کتب خانہ سے پیش کی جارہی ہیں جس کو لوٹ کر تباہ کردیا تھا۔ جو بچا کھچا سامان ہے وہ دکھایا جارہا ہے۔ لہٰذا قارئین کرام کو چاہئے کہ وہ اِن بنیادی حالات وواقعات کو نظر کے سامنے، اور کسی ابن زیادہ وحجاج وخلیفۃ المسلمین کی کھنچی ہوئی تلوار کو اپنے سر پر محسوس کرتے ہوئے آنے والے عنوان کو پڑھیں اور زیرلب یا اشارے سے ہمیں بتائیں کہ آپ کیا سمجھے؟؟

16۔ تشہد میں ولایتِ علویہ کے منکر شیعہ علمائے مجتہدین شیعہ پبلک کو جواب دیں؟

ہم فروع کافی، کتاب الاستبصار اور من لا یحضرہ الفقیہ میں سے اُن ابواب پر نظر ڈالتے ہیں جن میں مسئلہ تشہد بیان ہوا ہے۔ پہلے ہم یہ دکھاتے ہیں کہ اگر تشہد میں جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کی ولایت پر شہادت دینے کا کھُلا موقعہ نہ ہوتو پھر توحید ورسالت کی شہادت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ مجتہدین اور ہم متفقہ طور پر تشہد کو نماز میں واجب اور بلاتشہد نماز کو باطل مانتے ہیں، سُنئے:

(1) آخری رکعت کے آخری سجدہ کے بعد اگر وضو ٹوٹ جائے تو نماز مکمل ہوگئی

آنے والی حدیث یہ بتاتی ہے کہ آخری سجدہ مکمل کر کے جو سر اُٹھایا تو نمازی کی ہوا نکل گئی۔ یعنی وہ اب تشہد اور سلام نہ پڑھ سکنے کی صورت میں کیا کرے؟ عبید بن زرارہ حضرت امام جعفرؑ صادق سے دریافت کرتے ہیں کہ:۔

اَلرَّجل یحد ث بعد ما یرفع رأسه من السجدة الاخیر ة؟ قال: تمت صلا ته و اِنّما التشهد سنة فی الصلاۃ......الخ (استبصار جلد اوّل صفحہ 342، تہذیب الاحکام جلد اوّل صفحہ 163)

''ایک شخص آخری سجدہ سے سر اُٹھاتے ہی پاد مارتا ہے؟ فرمایا کہ اس کی نماز پوری ہوگئی۔ یقیناً جس تشہد کی بات ہو رہی ہے وہ تو نماز میں رسمی سُنّۃ ہے۔''

قارئین نوٹ فرمائیں کہ جب ہوا خارج ہو جانے کے بعد بلا تشہد وسلام کے نماز پوری اور مکمل ہوگئی تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ''نماز میں تشہد سنت ہے۔'' اس لئے کہ سائل کوئی بچہ نہیں ہے اور نہ آج پہلے دن وہ نماز کے مسائل معلوم کر رہا ہے۔ اُسے نماز پڑھتے ہوئے چالیس سال کے قریب ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اُس کا سوال اپنی یعنی شیعہ نماز کے متعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ عبیدؓ بن زرارہ اُس روز تک بے نماز اور نماز سے جاہل تھے۔ بات وہی ہے کہ جو تشہد چاروں طرف پڑھا جا رہا ہے اُسکی پوزیشن کیا ہے؟ اُسے آپؐ نے رسولؐ اللہ کی یا اپنے واپنے آباء کرام علیہم السلام کی سُنّۃ نہیں فرمایا۔ لہٰذا لفظ سنت سے یہ ظاہر فرمایا کہ امام شافعی، اوزاعی، مالک اور تمام اہل عراق دو رکعتوں کے بعد والے تشہد کو سنت کہتے ہیں اور ابو حنیفہ، امام ثوری اور اوزاعی اور امام مالک دوسرے تشہد کو بھی سنت قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ اہل خلاف کی شریعت میں سنت تھی۔ اور سائل نے یہی دریافت کیا تھا، نہ کہ شیعہ نماز کا تشہد۔ اس حدیث کو عموماً شیعوں کیلئے سمجھا گیا ہے۔ اور اس کے آخر میں ایک آدھ جملہ اور بھی امامؑ کے منہ سے اضافہ کیا ہے مثلاً آخر میں کہا کہ: (وَیتوضی ویجلس مکانه أو مکاناًنظیفاً فَیتَشهّد)

''اور وہ شخص وضو کر کے یا تو اُسی جگہ جہاں نماز مکمل کی یا کہیں بھی صاف جگہ پر تشہد پڑھ لے۔'' سوال یہ ہے کہ زیرِ نظر سُنت ہو یا سنت رسولؐ ہو۔ اُس کی قضا پڑھنا تو مجتہد کے مسائل میں غلط ہے پھر چھوٹی ہوئی سنت کو کیوں پڑھا جائے؟

وہ حضرات جنہوں نے اس حدیث کو بلا کسی داخلی دلیل کے شیعوں کا مسئلہ سمجھا ہے۔ اُنہوں نے حدیث کے واضح الفاظ یعنی آخری سجدہ سے سر اُٹھاتے ہی پاد مارتا ہے (یحدث بعد ما یرفع راسه من السجدة الاخیرة) کے باوجود خود ہی بلا کسی دلیل کے یہ سمجھا کہ: ''فالوجه فی هٰذِهِ الروایة ان نَحْمَلُهَا عَلٰی من احدث بعد الشهادتین۔'' (الاستبصار جلد اوّل صفحہ 342)

''اس روایت کی وجہ ہم اس بیان کو اُس آدمی پر چسپاں کرتے ہیں۔ جو دونوں شہادتیں (وحدانیت کی شہادت اور رسالت کی شہادت) پڑھ چکنے کے بعد پاد مارے۔'' یہ بیان جناب علامہ طوسی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا روایت لکھ کر سپرد کتاب کر دیا

ہے۔ظاہر ہے کہ روایت کے الفاظ علامہ کے بیان کو برداشت نہیں کرتے۔لہٰذا ہم حدیث کے الفاظ کو علامہ کی ذاتی رائے سے رد نہیں کر سکتے۔حدیث نے ثابت کر دیا کہ غیر شیعہ لوگوں میں جو تشہد پڑھا جارہا ہے۔وہ اُن کی اپنی خودساختہ سنت ہے۔اور اُن کی تیار کردہ فقہ میں بھی واجب نہیں تھا۔اوراُن کے یہاں محتاط فتویٰ یہ ہے کہ دوبارہ وضو کر کے جب چاہو جہاں چاہو پڑھ لو۔یہی علامہ لکھتے ہیں کہ :اِنْ شاء رجع الی المسجد واِن شاء ففی بیتہٖ واِنْ شاء حیثت شاء... الخ (ایضاً صفحہ 402)اگر چاہے مسجد میں یا اپنے گھر میں یا جہاں بھی چاہے۔''

یہ بھی یادرکھنے کی بات ہے کہ ہمارا اُن ساڑھے تین کتابوں کے محدثین رضی اللہ عنہم کہیں مذکورہ چارسو(اربعه مائه) کتب حدیث کا تذکرہ نہیں کرتے اور کہیں یہ تاثر نہیں دیتے کہ اُن کے مرتب کردہ ذخیرہ حدیث کے علاوہ بھی کوئی اور ذخیرۂ حدیث موجود تھا۔ اور نہ یہ بتایا ہے کہ اُنہوں نے اپنی یہ کتابیں کن کن قدیم کتابوں سے نقل کی ہیں۔اورغور کرنے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات ایسا چاہتے ہیں کہ پوری ملت شیعہ اُن کی تصنیفات کے اندر محدود رہے۔یہ وجوہات ہیں کہ ہم اُن حضرات کی کھینچی ہوئی سرحد میں محصور نہیں رہتے۔اوراُن کی سمجھ کو آخری سمجھ نہیں سمجھتے۔یہ سب حضرات تقیہ کا رونا روتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہرگز تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔شیعہ علما کو وظائف اور کرسیاں مل رہی تھیں۔جناب السید مرتضیٰ علم الھدیٰ لاکھوں روپے اور عظیم الشان جاگیر کے مالک تھے۔

(2) جس تشہد کا ذکر ہوا ہے۔اُس میں کوئی شہادت لازم نہ تھی

جب ہم شیعہ نماز کے تشہد کا ذکر یا تصور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے وحدانیتِ خداوندی اور رسالتِ محمدؐی و ولایت علویہؑ پر شہادت کا اعلان آکھڑا ہوتا ہے۔مگر جس تشہد میں کوئی بھی شہادت نہ ہو یقیناً وہ صرف سرکاری اور خودساختہ نماز ہی کا تشہد ہوسکتا ہے۔

(i) حبیب الخثعمی عن ابی جعفر علیه السلام قال: سمعته یقول: اذا جَلَسَ الرجل لِلتّشهّد فحمد الله و اثنی علیه اجزأه۔ (ایضاً استبصار صفحہ 344 اور تہذیب الاحکام جلد اوّل صفحہ 163)(وغیرہ)

حبیب نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سُنا فرماتے تھے کہ جب ایک شخص تشہد کے لئے بیٹھا اور اُس نے اللہ کی حمد وثنا کر دی تو جائز ہے۔''یعنی الحمد اللہ کہہ دینا بھی کافی ہے؟

اس حدیث میں تینوں شہادتیں غائب کر کے بھی تشہد جائز رہا۔حالانکہ آج مسلمانوں کے مکاتیب فکر کی کثرت کے نزدیک وحدانیت ورسالت کی شہادت کے بغیر نماز باطل ہے۔لیکن ہم اس لئے مطمئن ہیں کہ بلا شہادتِ ولایت پوری نماز ہی باطل ہے اور یہ حدیث بھی سرکاری نماز پڑھنے والوں کے لئے ہے۔ہمارے لئے نہیں ہے۔اور ہم شیعہ مجتہدین پر اس حدیث کو بطور حجت پیش کر کے کہتے ہیں کہ جناب اس حدیث میں بھی اور سابقہ حدیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ نماز بلا وحدانیتِ خداوندی اور رسالت

محمدؐی جائز ہے۔اور اُن دونوں شہادتوں کی زیادہ سے زیادہ پوزیشن سـنـۃِ رسولؐ اللہ مانی جاسکتی ہے۔اور آنحضرتؐ عرصہ دراز تک اپنی ذاتِ گرامی کو اغیار کی نماز سے باہر رکھتے بھی رہے تھے تو جناب یہ بتائیں کہ جب پورا تشہد سنت ٹھہرا تو کیوں نہ اُس سُنت میں سنت رسوؐل کی سب سے پسندیدہ سنت کو داخل کردیں؟ یعنی اَشْہَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ وَصِیّ رسولؐ اللّٰہ اور اَللّٰھُمَّ صلی عَلٰی محمدؐ و آل محمدؐ کیوں نہ پڑھ لیا کریں؟ کیا سُنۃِ رسولؐ میں سُنّۃِ رسولؐ کا اضافہ کسی آیت یا حدیث سے منع ہے؟

اور جب یہ اجازت موجود ہے کہ تشہد میں حمد وثنائے خداوندی کرنے سے تشہد جائز طور پر پُورا ہوجاتا ہے تو شہادتِ ولایت کے اعلان سے اللہ کی حاکمیت مطلقہ کا اعلان بھی ہوجاتا ہے۔اُس کا بلاشرکتِ غیرے وَلی مُطلق اور واحد ویگانہ ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔اور وَصِیُّ رَسولؐ اللّٰہ کہنے سے یہ اعلان بھی ہوگیا کہ رسالت اور ہدایت کا مالک بھی اللہ ہی ہے۔اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنے بعد اُمت کو اجتہاد اور خطا کارانہ نظام کے حوالے نہیں کیا تھا۔ بلکہ قیامت تک انسانوں کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے معصوم ہدایت کار جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کے سپرد کیا تھا۔اس اعلان سے اُدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا ہوگئی۔اور اُدھر اللہ کی حمد وثنا بھی اُس اعلان میں ثابت ہے۔یعنی اللہ نے انسانوں کو خواہ مخواہ پیدا نہ کر دیا تھا۔ بلکہ اُنہیں ترقی کے منتہائے کمال پر پہنچانے کے لئے ادارۂ نبوت ورسالت وامامت ووصایت بھی قائم کیا تھا۔اور دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں انسانوں پر اپنے لامحدود انعامات کی راہیں کھول دی تھیں۔ بتایئے ،مگر کوئی آیت یا حدیث پڑھ کر بتایئے کہ ہم اپنے اس فیصلے میں کیسے اور کیوں صحیح نہیں ہیں؟ اور کیا اس طرح ہم نے حدیث میں آئے ہوئے جملہ فَحَمَدَ اللّٰہ وَاَثنی علیہ ''پس تشہد میں اللہ کی حمد وثنا کرلینا جائز ہے۔'' کا حق ادا نہیں کردیا؟ کیا ہماری تائید میں وہ تمام احادیث جو ہم نے سابقہ عنوانات میں لکھیں اور اُن کے علاوہ سینکڑوں احادیث وآیات متفق نہیں ہیں؟ کیا ذکرِ علیؑ عبادت نہیں ہے؟ کیا نماز کے تشہد میں عبادتِ خداوندی کے سوا کچھ اور درکار ومطلوب ہے؟ کیا علیؑ صراط مستقیم نہیں ہے؟ کیا علیؑ مکمل دین نہیں ہے؟ کیا تشہد کی سُنۃ یا کہ فرضیت میں تم صراط مستقیم سے جدا اور دین سے خارج ہونا بہتر سمجھتے ہو؟

(3) ولایت کو رسالت اور وحدانیت سے کسی بھی حالت میں جُدا نہیں کیا جائے گا

(الف) ولایت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہے: سابقہ عنوانات میں قارئین نے یہ حدیث دیکھی تھی کہ:۔

''اسلام تین پایوں پر قائم ہے۔1: نماز 2: زکوٰۃ 3: ولایت۔اِن میں سے کوئی ایک باقی دو کے بغیر صحیح نہیں ہے۔''

مجتہدین کے علاوہ ہر دانا وبینا شخص یہ مانے گا کہ نہ تنہا زکوٰۃ صحیح ہے، نہ ولایت کے بغیر نماز صحیح ہے۔یعنی لفظ اسلام صادق نہیں آتا

جب تک ولایت اُس میں موجو نہ ہو۔ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ جس طرح نماز و ولایت و زکوٰۃ ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اور اُنہیں الگ الگ ادا کرنا غلط ہے۔ اُسی طرح 1: وحدانیتِ خداوندی 2: رسالت محمدیؐ اور 3: ولایتِ علویہؑ لازم و ملزوم ہیں۔ اُنہیں الگ الگ رکھنے والا مسلمان اللہ و رسولؐ کا نافرمان اور گنہگار رہے۔ اور اگر علم دین حاصل کر چکنے کے بعد ایسا کرتا ہے تو اسلام سے خارج ہے۔ اور اگر یہ عمل کسی فریب خوردگی یا علم کی کمی کی بنا پر کیا ہے تو بخشش کا حقدار رہے۔

مارواه الشيخ احمد بن ابی طالب الطبرسی فی کتاب الاحتجاج عن القاسم بن معاویه قال: قُلْتُ لِاَبی عبداللّٰه علیه السلام هٰؤُلَآءِ یَرْوُوْن حدیثًا فی معراجهم اَنَّه لَمَّا اَسریٰ برسولؐ اللّٰه رَأَی عَلَی الْعرش لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰه محمدٌ رسول اللّٰه ابوبکرالصدیق فقال: سبحان اللّٰه غَیَّرُوْاکل شیءٍ حَتّٰی هٰذا؟ قلت نعم ۔ قال اِنَّ اللّٰه عزّوجلّ لَمَّا خَلَقَ العرش کتب علیه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمدٌ رَّسوؐل اللّٰه علی امیرالمومنین علیه السلام ثُمَّ ذکرکتا بۃ ذلك عَلَی الامآءِ وَالکرسی وَاللَّوح وجبهة اسرؑافیل وجنا حی جبرؑئیل واکناف السمٰواتِ والارضین و رَؤُس الجبال والشمس والقمر ۔ ثُمَّ قال: فَاذَا قَالَ اَحَدُ کُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، محمدٌرسُوْلُ اللّٰه فَلْیَقُلْ عَلِیٌّؑ اَمِیْرُالمؤمنین۔"

جناب الشیخ احمد بن ابی طالب یعنی علامہ طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج طبرسی میں اس حدیث کو پیش کر کے احتجاج کیا ہے کہ: " قاسم بن معاویہ نے کہا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ اطلاع دی کہ حضور یہ لوگ اپنے یہاں معراج کے متعلق ایک ایسی حدیث بھی بیان کرتے ہیں جس میں رسولؐ اللہ نے عرش پر لَا اِلٰہ اِلا اللہ محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ ابوبکر الصدیق بھی لکھا ہوا دیکھا تھا۔ یہ سُن کر فرمایا کہ "سبحان اللہ۔ اُنہوں نے تمام دینی مسائل کو تبدیل کر دیا مگر کیا یہ حدیث بھی گھڑ لی گئی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یہی صورت حال ہے، فرمایا کہ بتحقیق جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تھا تو اس پر لکھا تھا **لا الٰـه الّاالـلّٰـه محـمدٌ رسـول اللّٰه علیٌ امیر المؤمنین**، پھر اُسی طرح یہ ذکر فرمایا کہ یہ کلمہ آبِ حیات پر، لوح و کرسی پر، اسرافیلؑ کی پیشانی اور جبرائیلؑ کے پروں پر، آسمانوں اور زمینوں کی سرحدوں پر، اور چاند و سورج اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر لکھا گیا۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کبھی بھی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، محمدٌرسُوْل اللّٰه** کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ **عَلِیٌّ اَمِیْرُالمؤمنین** بھی کہے۔"

(ب) توحید و رسالتؐ و ولایتؑ کے لزوم پر چند گزارشات

یہ حدیث اعلان و ایمانِ ولایت کو ہر حال میں **ایمان باللّٰه و ایمان بالرسولؐ** کے ساتھ لازم و ملزوم کرتی ہے۔ اس مطلق عمومیت کے باوجود ولایت کو اذان و نماز سے خارج کر دینا جن بہانہ بازیوں پر منحصر رکھا گیا ہے اُن کی کوئی دینی حیثیت نہیں۔ جس طرح یہ اور دیگر سینکڑوں احادیث ہمارے موقف پر اور مجتہدین کے خلاف موجود ہیں۔ اُسی طرح مجتہدین اور مخالفینِ ولایت سے کم از کم ایک ایسی حدیث طلب کرنا چاہیئے جس میں کچھ ایسا بیان ہو کہ:۔

''ولایت وامامت پر صرف ایمان رکھنا کافی ہے۔نماز کے تشہد میں علیؑ ولی اللہ پڑھنا غیر ضروری ہے یا منع ہے یا نماز کو باطل کرتا ہے۔''

ہم نے بار بار منکرینِ ولایت علمائے شیعہ کو چیلنج کیا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ ہر شیعہ منکرینِ ولایت کے لئے چلتا پھرتا، بولتا چالتا چیلنج بن جائے اور زنجیر کے ماتم کے جائز ہونے اور نماز میں علیؑ ولی اللہ پڑھنے کا جو شیعہ عالم اقرار نہ کرے اُسے اپنی مسجد اور منبر سے سوگز دور رکھنا ہر مومن شیعہ اثناعشری پر واجب ہے۔اور اس قسم کے تمام علما کو منافق اور دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ سمجھنا لازم ہے۔ یہی علما ہیں جو شیعہ نقاب وعمامہ پہن کر ملتِ شیعہ میں عقائد کی تخریب کر رہے ہیں۔ڈھکو اینڈ کمپنی کے علما اور اُن کے ایجنٹ پورے ملک میں شیعہ مساجد اور منبروں پر قبضہ کی مہم چلا رہے ہیں۔آپ ہر پیش نماز کو یہ کتاب دکھائیں۔اِس کے بعد اگر وہ آپ کی مسجد میں نماز کے دونوں تشہد میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰه وصی رسولؐ اللّٰه و خلیفته بلا فصل نہیں پڑھتا تو اُسے نہایت مودّبانہ طریقہ پر اپنی مسجد سے رخصت فرمادیں۔یہ وہ طریقہ ہوگا جس سے حق وباطل الگ الگ ہوجائے گا۔شیعوں میں پوشیدہ وہ لوگ ظاہر ہوجائیں گے جنہوں نے حضرت مولانا محمد حسین ڈھکو مجتہد کی تقلید میں اُن کا مذہب اختیار کر رکھا ہے۔وہ ایسے پیش نمازوں کی بھی طرفداری کریں گے جو نماز میں علیؑ ولی اللہ کہنے سے نماز کو باطل سمجھتے ہوں گے۔اور یوں وہ بیس فیصد لوگ الگ ہوجائیں گے جن کو ڈھکو نے اپنا حقیقی شیعہ لکھا ہے۔اور وہ حقیقی شیعانِ محمد وآل محمد علیہم السلام الگ ہوجائیں گے۔جن پر ڈھکو صاحب نے شیخی اور غالی ہونے کی تہمت لگائی ہے۔اور یوں اُنہیں کھل کر معلوم ہوگا کہ حقیقی شیعہ ہر دشمنِ اہل بیتؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔خواہ وہ شیخی ہو یا غالی ہو یا ڈھکوی اور قمی مذہب پر ہو۔اس طرح خالص مومنین اُس ناسور سے پاک ہوجائیں گے جو نفاق کے پردہ میں بڑھتا چلا جارہا ہے۔

دوسری گزارش اُس گروہ سے ہے جو اہلسنت والجماعت میں سُنی نقاب پہن کر شیعوں اور اہلسنت میں فساد برپا کرنے کیلئے نت نئے پمفلٹس اور کتابیں عوام میں تقسیم کر رہا ہے۔اُن سے یہ کہنا ہے کہ تم بھی مذہباً کُھل کر سامنے آؤ۔اہلسنت مذہب کی آڑ سے نکلو۔کھل کر اپنا امام یزید وابن زیاد وغیرہ کو مانو،اپنی الگ جماعت اور مسجدیں تعمیر کرو۔اور اگر تمہارے نزدیک یزید امیر المومنین تھا؟ تو تم یقیناً خلیفہ اوّل ابوبکر کو امیر المومنین مانو گے؟ لہٰذا تم جلد از جلد اپنی اذان ونماز میں مندرجہ بالا حدیث میں مذکورہ کلمہ یعنی اشهد اَنْ لا اله الا اللّٰه واشهد اَنّ محمدً رسول اللّٰه و اشهد ان ابوبكر امير المومنين داخل کرلو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔اِسلئے کہ اسلام کسی مذہب اور مکتب فکر پر جبر نہیں کرتا (لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ۔بقرہ 2/256)۔ ہر شخص کو اپنے دین پر برقرار رہنے کی اجازت ہے (لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِ o کافرون 109/6) مگر دورنگی اور دورخی اور منافقت تمام مذاہب میں مذموم اور فریب سازوں کا کام ہے۔لہٰذا آؤ کُھل کر بات کرو اور پھلو پھُولو۔

تیسری گزارش اہلسنت والجماعت کے علمائے صالحین اور نیکو کار وذمہ دار عوام اہلسنت سے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اور آپ صدیوں سے مل جل کر رہتے اور اپنے اپنے مذہب پر عمل کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے تعاون کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اسلام کا حکم بھی یہی ہے کہ نیک اور مفید کاموں میں سب سے تعاون کرو (مائدہ 5/2)۔ ہم میں رشتہ داریاں اور شادی بیاہ آج تک ہوتے چلے آئے ہیں، ایک دوسرے کی وراثت کے حق دار رہے ہیں۔ عزاداری حسینؑ مظلوم اور محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے دیگر رسوم میں آپ نے ہم سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ شیعہ مجتہدین کے مقابلہ میں آپ کے بزرگ علما نے فضائل محمدؐ وآل محمدؐ ہزاروں درجہ بہتر لکھے ہیں۔ لہٰذا آپ بھی ہماری طرح منافق گروہ کی نقاب اتار لیں۔ انہیں اپنی مساجد اور منبروں سے دور کر دیں۔ اور ہماری طرح آپ بھی اُن کے سامنے اپنے مذہب پر ایمان کی دوٹوک اور فیصلہ کن شرائط رکھ دیں تاکہ وہ گھبرا کر آپ کی آڑ سے باہر نکلیں اور یوں حقیقی اہلسنت والجماعت اس مفسدہ پرداز گروہ سے پاک ہو جائیں۔ ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ مذہب اہل بیت علیہم السلام کو اُسی معیار پر پیش کریں گے جو اُنؑ حضرات کی احادیث میں مذکور وواضح ہے۔ اسی لئے ہم ڈھکوی وقتی ٹائپ کے علما کو اُمت کے رُوبرو بے نقاب کر رہے ہیں۔ تاکہ آئندہ تقریروں اور تحریروں میں وہ مجتہدانہ طرز عمل بند ہو کر مفقود ہو جائے۔ جس سے شیعہ سُنی منافرت پھیلتی تھی۔ اور اختلافات کی خلیج دن دُونی رات چوگنی ہوتی جاتی تھی۔ اگر آپ نے ہماری گزارشات پر عمل کیا تو یقیناً ہم سب اپنی ملکی قوت وحکومت کو دائماً مضبوط کر سکیں گے۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

(4) آئمہ علیہم السلام سے سوالات اور تشہد پر اُنؑ کے جوابات کو سمجھنے کا طریقہ

قارئین کرام یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ 7 ہجری کے بعد امام محمد باقر وجعفر صادق علیہما السلام کے زمانہ تک، رکاوٹوں اور ممانعتوں کے باوجود بھی مسلمانوں کا بچہ بچہ اتنا ضرور جانتا تھا کہ نماز کے تشہد میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور محمدؐ رسول اللّٰه کہا جانا چاہئے۔ لہٰذا اُن دونوں آئمہ علیہما السلام سے تشہد کے متعلق جتنے سوالات کئے جاتے تھے۔ اُن کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوسکتا تھا کہ تشہد میں وحدانیت اور رسالتؐ کا اعلان کیا جائے یا نہیں؟ بلکہ ہر سوال میں جو بات جاننا چاہتے تھے وہ یہ ہوتی تھی کہ:۔

1: آیا یہ دونوں شہادتیں کافی ہیں یا نہیں؟ یا

2: کیوں نہ اُن میں سے کسی ایک کو پڑھ لیا جائے؟ یا

3: کیوں نہ اُن دونوں کو چھوڑ دیا جائے؟ یا

4: کیوں اور کب تک شہادتِ ولایت کو نہ پڑھا جائے؟ یا

5: کیا اُن حالات میں بلا ولایت کی شہادت کے نماز قبول ہوسکتی ہے؟

پھر آئمہ علیہم السلام کے ہر جواب میں کسی نہ کسی طرح اِن ہی سوالات کا جواب ہوتا تھا۔ اور لوگ یعنی بعد کے بعض علما اپنی سادگی یا

چالاکی سے ہر جواب میں اُن ہی دونوں شہادتوں کو تلاش کرتے تھے۔یعنی احادیثِ معصومین علیہم السلام کے اندر اپنا خود کاشتہ مفہوم پڑھ لیا کرتے تھے۔حالانکہ اگر:۔

(اوّل) دونوں شہادتیں واجب ہوتیں تو کسی بھی حدیث میں اس کے خلاف کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر دفعہ ایک ہی جواب ملنا چاہئے تھا کہ وحدانیت ورسالت واجب ہے۔لیکن احادیث کی کثرت اُن دونوں کی نفی کرتی ہے۔اُنہیں سُنة بتاتی ہے۔اور اُن کے بغیر نماز کو مکمل اور صحیح کہتی ہے۔

(دوم) آئمہ معصومین علیہم السلام نے جہاں جہاں جواب میں شہادتان یا شہادتیٖن فرمایا ہے۔وہاں ایسے تشہد کو جس میں یہ دونوں شہادتیں ہوں ادنیٰ یا گھٹیا قسم کا تشہد بھی فرمایا ہے۔اُسے قلیل تشہد بھی قرار دیا ہے۔لہٰذا ولایت کو رسالت اور وحدانیت سے الگ کرنے کے بعد اُن دونوں کو ماننے والوں کی پوزیشن بار بار معلوم ہو چکی ہے۔اور اس پوزیشن کو آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں تلاش کرنا صرف منکرینِ ولایت ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

(5) لوگ دونوں طرف پڑھے جانے والے تشہد کی پوزیشن جاننا چاہتے تھے

(الف) بکر بن حبیبؒ کا تشہد کے بارے میں سوال

قارئین حضرات ذرا اس سوال و جواب پر غور فرمائیں۔کافی جلد 3 باب تشہد فی رکعتین ....کی پہلی حدیث کہتی ہے کہ:

''عن بکر بن حبیب قال :سَاَلْتُ ابا جعفر علیه السلام عن التشهّد؟ فقال :لو کان کما یقولون واجبًا عَلَی الناس هلکوا۔اِنَّما کان القوم یقولون اَیْسَرُ مَا یَعْلَمُوْنَ ۔اِذَا حَمَدْتَّ اللّٰه اَجْزَاءَ عَنْکَ۔''

''بکر بن حبیبؒ نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تشہد کے بارے میں سوال کیا؟ تو فرمایا کہ ''جس طرح لوگ کہتے ہیں؟ اگر اُسی طرح کا تشہد لازم کر دیا گیا ہوتا؟ تو لوگ فنا ہو کر رہ جاتے؟ حقیقتِ حال اسکے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں (اِنَّمَا) کہ قوم جو کچھ کہہ رہی ہے؟ وہ اُنکے علم میں آسان ترین قول ہے؟ رہ گیا تیرا معاملہ؟ تو جب تو نے اللہ کی حمد کر دی تو تیرا تشہد ہمارے نزدیک جائز ہے۔'' (باب التشهد فی الرکعتین الاولتین والرابعة والتسلیم حدیث 1)

قارئین اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ تو بحث و مباحثہ کے بعد بھی حقیقی طور پر معلوم ہونا ممکن نہیں رہا ہے۔اس لئے کہ اب ہم نہ سائل سے معلوم کر سکتے ہیں نہ امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔مگر جو کچھ اس حدیث کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے وہ یہ کہ اصل جواب تو وہی سمجھا ہوگا جس نے سوال کیا اور جواب سے مطمئن ہو گیا۔لیکن میرے ذہن میں تو اس حدیث سے صرف سات عدد سوالات اُبھرے کھڑے ہیں۔اُن کو سنیں اور تشہد کے بارے میں جو کچھ اب تک آپ کو معلوم ہو چکا ہے

اُس کی روشنی میں غور فرماتے چلیں اور ہمیں سمجھنے اور سمجھانے میں مدد دیں۔ہم نے حدیث کے ترجمہ میں مناسب مقامات پر سوالیہ نشانات لگا دیئے ہیں۔جن سے سوال تو سوال تھا ہی، جواب بھی سوالات بن کر رہ گئے ہیں۔سوالات سنئے:۔

1: جناب بکر بن حبیب نے تشہد کے متعلق کیا پوچھا تھا؟

2: لوگ تشہد میں یا تشہد کے بارے میں کیا کہتے تھے؟

3: لوگ تشہد میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ کیا تھا جو واجب نہ تھا؟

4: وہ کونسا تشہد تھا جس سے لوگوں کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا؟ اور جسکا وجوب لوگوں کی جان بچانے کیلئے ساقط ہو گیا؟

5: قوم سے کون لوگ مراد ہیں؟

6: یہ قوم تشہد میں کیا پڑھتی تھی؟

7: کیا اُس قوم کو بھی خطرہ تھا جو مشکل کو چھوڑ کر آسان ترین تشہد پڑھتی تھی؟ یا از راہِ سُستی و کاہلی ایسا کرتی تھی؟

اور کیا اُسے یہ اختیار حاصل تھا کہ تشہد میں جو آسان ہو اُسے اختیار کرلے؟ اور مشکل کو چھوڑ دے؟

یہ ہے وہ حدیث جس کو ہمارے سادہ لوح علمائے محدثین اور محققین نے بڑی سادگی سے ٹرخا دیا ہے۔حالانکہ اس کو جناب علامہ محمد یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ نے تشہد کے باب میں افتتاحی مقام دیا تھا۔اوراس کے بعد والی حدیث بھی اسی اہمیت کی لکھی تھی۔وہ بھی سن لیں تو مندرجہ بالا سوالات کا نتیجہ اخذ کریں گے۔

(ب) بکر بن حبیبؒ کا ایک واضح سوال

قُلۡتُ لابی جعفرؑ اَیُّ شَیۡء اَقُوۡلُ فی التشہّد و القنوت؟ قال: قُلۡ بِاَحۡسَنِ مَا عَلِمۡتَ فَاِنَّہٗ لو کان مَوَقّتًا لَھَلَکَ الناس ۔(کافی جلد 3 کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الرکعتین الاولتین والرابعۃ والتسلیم حدیث نمبر 2)

''میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ میں تشہد اور قنوت میں کیا کہا کروں؟ فرمایا کہ ''تشہد اور قنوت کے متعلق اپنی دینی معلومات میں سے جو بہترین وموزوں ترین ہو وہ پڑھ لیا کر۔یقیناً وہ چیز جو تیرے اور میرے دل میں ہے (اِنّــــہٗ) اگر اُسے ہر وقت وقتی پابندی سے عائد کر دیا گیا ہوتا تو وہ ہلاکت آفرین بن جاتا اور پڑھنے والے لوگ مارے جاتے۔''

اس حدیث میں بھی امام علیہ السلام کے سامنے لوگوں کی ہلاکت سے حفاظت استقلال کے ساتھ قائم ہے۔اور بکر بن حبیب کو یہاں بھی حقیقی جواب الفاظ کی صورت میں نہیں دیا ہے۔بلکہ جس طرح پہلی حدیث میں جواب یہ تھا کہ:۔

''تشہد میں وہ کچھ پڑھا جا رہا ہے جو آسانی سے جان کی حفاظت کرسکتا ہے۔اور معلومات دینیہ کا نچوڑ ہے۔''

اور یہاں یہ جواب ہے کہ:۔

’’جب وقت مناسب ہو تو اپنی معلومات دینیہ کا بہترین تشھد اور بہترین قنوت پڑھا کرو۔ ورنہ پہلے جواب سے استفادہ کرو مگر دونوں صورتوں میں دشمن سے محفوظ اور سلامت رہو۔‘‘

(ج) مذکورہ بالا سوالات پر ایک نظر

اُن سات جواب نُما سوالات میں جو بات سب سے زیادہ اُبھر کر سامنے آرہی ہے وہ کوئی ایسا تشھد ہے جو پیش پا اُفتادہ حالات میں پڑھنا جان لیوا ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا بکر بن حبیب ہر دفعہ اُسی تشھد کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تشھد میں نہ حمد وثنائے خداوندی خطرناک ہے نہ توحیدِ خداوندی کا بیان جان لیوا ہے۔ نہ رسالت محمدؐی کا اعلان کرنا جُرم ہے۔ اور نہ بلا تشھد کے نماز پڑھنا کوئی خطرہ پیدا کرتا ہے۔ الغرض ہر وہ چیز تشھد میں پڑھنا ھلاکت خیز نہیں ہے۔ جس کی اجازت کافی واِستبصار، من لا یحضرہ الفقیہ اور صحاح ستہ میں دی گئی ہے۔ ورنہ نہ اُن کی اجازت اور جواز ہوتا نہ لوگ آزادی سے اُنہیں تشھد میں پڑھتے۔ بس صرف ایک ہی ایسا اعلان تھا جس کا شبہ بھی بلا گواہی قتل کرادیتا تھا، اہل وعیال لوٹ لئے جاتے تھے، گھر مسمار کردیا جاتا تھا۔ خواہ اعلان کرنے والا خود خاندانِ رسوؐل کا فرد ہو اور خواہ نواسۂ رسوؐل حسینؑ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ پورا خاندان اور قوم ہو۔ سب کے لئے وہ اعلان پیغام ہلاکت تھا اور وہ تھا۔

اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰه۔ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰه وَخَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْل۔

اِسی تشھد پر نہایت محتاط سوال وجواب ہوتے تھے۔ شیعہ لوگ اِسی کی باتیں کرتے تھے۔ اسی کی کھُلی اجازت مانگ کر درجہ شہادت پر فائز ہونا چاہتے تھے۔ اور آئمہ علیہم السلام اُسی کو پوشیدہ پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ جہاں بلند آواز سے تشھد پڑھنا لازم ہو جائے تو اُن کی حفاظت کے لئے مختلف تشھد کی اجازت دے کر اُن کی جان بچاتے اور اُن کی نمازوں کی مقبولیت اور اثر انگیزی و نتیجہ خیزی کی ذمہ داری لیتے تھے۔ اور خطرات کو سہولت سے ٹال جانے کی راہیں بتاتے تھے۔ علمائے شیعہ کا یہ سمجھ لینا کہ جن چیزوں کی کھلی اور عام اجازت دی ہے وہی واجب اور فرض ہیں۔ اور باقی چیزیں غیر ضروری ومستحب وغیرہ ہیں۔ محض اس لئے ہے کہ اُنہوں نے مجتہدانہ چکردار اور خود ساختہ اصولوں سے دین فہمی اور استنباط مسائل اختیار کیا تھا۔ بہر حال مجتہدین اور محدثین میں ایسے مستقیم المزاج اور نیک دل لوگ بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے جہاں توحید ورسالت کی شہادت کو واجب قرار دیا وہاں شہادتِ ولایت کو بھی مستحب لکھا۔ مگر اتنے دبے ہوئے اور ڈھیلے الفاظ میں لکھا کہ مذہب شیعہ کی کثرت تک بات نہ پہنچی۔ درحقیقت لوگ خود ڈھکوی ٹائپ کے سرکاری مجتہدین سے ڈرتے تھے۔ شیعہ حکومتیں اُن کے اشارہ پر چلتی تھیں۔ وہ شیعہ حکومتوں کے جائز وناجائز مقاصد کا تحفظ کرتے تھے۔ اور میرے ایسے علما کو قتل کرانا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا تھا۔ اِس لئے ہمارے علما کی کافی تعداد اُن شیعہ مجتہدین سے دبی رہتی تھی۔ بہر حال وہ تشھد جس کے بغیر نماز باطل ہے وہی ہے جس کو ہر مومن پر

واجب ولازم وفرض کیا گیا ہے۔خواہ امن کا زمانہ ہو یا یزیدی دَور ہو۔البتہ یہ اجازت ہے کہ پوشیدہ پڑھ لیں،دل میں پڑھ لیں۔اہلِ خلاف کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے کا موقعہ نہ ملے تو کھڑے ہو کر پڑھ لیں۔اور یاد رکھو کہ ولایت کی شہادت کے بغیر تشھد کی وہی حیثیت ہے کہ اگر **الحمد لِلّٰہ** کہہ دو تو کافی ہے۔صرف **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہہ دو تو شیعوں کی نماز از راہِ مجبوری ہو جائے گی۔اور آخری سجدہ کے بعد ہوا نکل جائے تو قبول کر لی جائے گی۔مگر یہ سب کچھ باطل ہوگا اگر عمداً اور آزادی کے عالم میں ایسا کیا۔یہ تو صرف اور صرف قتل وغارت سے بچنے کے لئے ہے۔اور ایسا کرنے کے لئے تازہ اجازت حاصل کرنا بھی واجب ہے۔ورنہ تمام رعایتی صورتوں والا تشھد باطل اور نماز مردود ہے۔اور وہ تمام فتاویٰ باطل ومردود ہیں جو پُر امن ماحول میں آزادی کے زمانہ میں شہادتِ ولایت کے بغیر نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔یا نماز میں علیؑ ولی اللہ وغیرہ پڑھنے سے نماز کے فاسد ہو جانے کا فیصلہ سُناتے ہیں۔اور یہ بھی کہ ایسے فتاویٰ صادر کرنے والے کم از کم فریب خوردہ لوگ ہیں اور زیادہ سے زیادہ دشمنانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں۔اُنہیں شیعہ علما میں شمار کرنے والے بھی گنہگار اور ملتِ شیعہ کو نقصان پہنچانے میں مددگار ہیں۔

اس اتمام حجت کے بعد اب ہم آپ کو ایسے تشھد دکھاتے ہیں جو آپ نے نہ کبھی پڑھے نہ آپ کو اُن کی ہوا لگنے دی۔اس لئے کہ اُن کو سُن کر آپ کی جرأت بڑھ جاتی اور آپ یہ دریافت کرنے کی جسارت کرتے کہ جناب جب تشھد میں حضرت عمر کی ایجاد کردہ دعا (التحیات) پڑھی جا سکتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی اور جب حضرات جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام اور تمام انبیاؑ کا ذکر وسلام ہو سکتا ہے اور نماز باطل نہیں ہوتی تو حضرت علی ہی نے ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ اُن کا تشھد میں ذکر نہیں آ سکتا؟ اور اُن کے ذکر سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟ (ڈھکو کا فتویٰ) اور یہ سوال تو الگ۔پھر تو آپ بلا کسی کے فتویٰ کے ولایت کی شہادت تشھد میں شامل کر لیتے۔نقاب پوش مجتہدین تو یہاں تک لکھ چکے ہیں کہ:

''نماز کے تشھد میں علیًا ولی اللہ پڑھنے کا جذبہ مفوضہ اور شیخی مذہب کی انگیخت کا پتہ دیتا ہے۔''

قارئین نوٹ کریں ان خبیثوں نے نہ شیخی مذہب کی کتابیں پڑھیں نہ آج یا کل کوئی مفوضہ نام کا فرقہ یا مکتب فکر تھا۔یہ لوگ محمدؐ وآلِ محمدؐ سے شیعوں کو دُور دُور رکھنے کے لئے طرح طرح کے فریب وافترا اور دروغ بافیاں کرتے ہیں۔اور ولایتِ علویہؑ کو تو کسی قیمت پر نماز میں نہیں آنے دینا چاہتے۔لیکن ہم اس ابلیسی گروہ کا راستہ روکتے جا رہے ہیں۔آپ کے سامنے شیخی مذہب کے عقائد پر کتاب واشتہار آ چکے ہیں۔جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ شیخی مذہب اور ڈھکوی مذہب سو فیصد ابلیسی نظام کی دو مثبت ومنفی شاخیں ہیں۔اور یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ شیخی مذہب کے لوگ ہرگز نماز کے تشھد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھتے بلکہ ڈھکوی مجتہدین کی پیروی میں صرف دو شہادتیں اور دُرود پڑھتے ہیں۔سنئے:۔

(i) ''واز یں قبیل اختلافات در اخبار بسیار است۔خلاصہ پس بحمد اللہ ایں مطلب بے دلیل نیست واگر چہ عمل ما امروزہ

بھماں حدواجب است (صفحہ 304)۔ ترجمہ: ''اس سلسلے میں احادیث کے اندر بہت اختلاف ہے خلاصہ یہ کہ یہ مطلب بلا کسی دلیل کے نہیں ہے اور اگر چہ ہمارا اپنا عمل در آمد آج تک اُسی واجب تشہد پر ہے۔''

(ii) اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ: ''وعملمان ہم بزھمان شھادتین است وصلوٰت۔'' (صفحہ 305-306)

ترجمہ: ''اور ہمارا عمل بھی اُن ہی دونوں شہادتوں پر ہے اور درود پر۔''

(کتاب نود (90) مسائل صفحہ 306-304 مصنفہ شیخی سربراہ زین العابدین خان کرمانی)

بتایئے کہ یہ فریب ساز گروہ کس قدر کاذب وملعون ہے کہ اُدھر اپنے ہم مذہب شیخیوں پر تہمت لگاتا ہے۔ اِدھر شیعوں کو اس جھوٹے بہانے سے ولایۃ سے دُور رکھتا ہے کہ یہ عمل شیخیوں کا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ حالانکہ یہ دلیل بھی ایک دھوکہ ہے۔ ذرا سوچیے کہ اگر یہود توریت کو، اللہ کو، قیامت کو اور سابقہ انبیاؑ کو مانتے ہیں تو کیا ہم اُن تمام چیزوں کا اس دلیل کی وجہ سے انکار کر دیں کہ یہود باطل پرست ہیں؟ مطلب یہ کہ یہ لوگ سر سے پیر تک اور اندر و باہر مجسمۂ فریب وکذب وافترا ہوتے ہیں۔

(6) اعلیٰ درجہ کا تشہد مجتہد نے غائب کر رکھا تھا

قارئین ہم تشہد کی گفتگو کو مختصر کرتے کرتے سینکڑوں دلائل کو چھوڑتے اور بڑی اہم بحثوں سے دامن بچا کر گزرتے آرہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد از جلد اس کتاب کو ادارہ کے حوالے کر دیں۔ اس لئے ایک دم اعلیٰ درجہ کے کہلانے والے تشہد پیش کرتے ہیں لیکن پھر نوٹ کر لیں کہ جس تشہد کو مجتہدین نے اختیار کیا۔ اور جس تشہد کو کتاب کافی واستبصار کی احادیث سے بیان کیا وہ اَدنیٰ تشہد تھے۔ وہ قلیل سے قلیل صورت والے تشہد تھے۔ جن کو آئمہ علیہم السلام نے بحالت مجبوری جائز ہونے کی سند دی ہے اور کہیں یہ نہیں فرمایا کہ بس تشہد اسی قدر ہے یا یہ کہ اس کے علاوہ تشہد نہیں ہے۔ اب ہم قارئین کے سامنے امام محمدؑ باقر علیہ السلام کے بیان کردہ تشہد کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان کردہ تشہد پیش کرتے ہیں۔

بسم اللّٰه وباللّٰه والحمد للّٰه والأسماء الحسنىٰ كلّها للّٰه، أشهد أن لا الّا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّدًا عبده ورسوله، أرسله بالهدى ودين الحقّ ليظهره على الدِّين كلِّه ولو كره المشركون، التحيّات المباركات الحسنات للّٰه، ماطاب وطهر و زكى وخلص و نمى فللّٰه وما خبث فلغيره، أشهد أن لا اله اِلّا اللّٰه وحده لا شريك له وأشهد أنّ الجنّة حقٌّ، وأنّ الساعة آتية لا ريب فيها، وأنّ اللّٰه يبعث من فى القبور، وأشهد أنّ ربّى نعم الرَّبُّ وأنّ محمّدًا نعم الرَّسول اُرسل، وأشهد أنّ ما على الرَّسول الّا البلاغ المبين، السلام عليك أيّها النبىُّ ورحمة اللّٰه وبركاته، السلام على محمّد بن عبداللّٰه خاتم النبيّين، السلام علىٰ الائمّة الرَّاشدين المهديّين، السلام علىٰ جميع أنبياء اللّٰه ورسله وملائكته، السلام، علينا وعلىٰ عباد اللّٰه الصالحين''۔

حضرت صدوق کا فیصلہ یہ ہے کہ:۔

ویجزیك فی التشهد الشهادتان وَھٰذا افضل لِاَنّھا العبادۃ ثُمَّ تسلم۔۔۔۔۔۔الخ (الفقیہ حدیث نمبر 944)

''یوں تو تیرے لئے صرف دوشہادتیں پڑھ لینا جائز ہے۔مگر یہ (مندرجہ بالا) تشہد افضل ہے صرف اس لئے کہ یہ دراصل عبادت ہے۔''(**من لا یحضرہ الفقیہ باب وصف الصلوٰۃمن فاتحتھا الی خاتمتھا، حدیث944**)

اُس جملہ سے اُن تمام سوالات وجوابات کے اور بیان شدہ تشہدات کے معنی واضح ہوگئے جہاں الفاظ: ''اَدْنٰی مَا یَجْزِیْ وہ گھٹیا تشہد جو جائز ہے''۔''قَلِیْلٌ مَا یَجْزِی۔وہ چھوٹا تشہد جو جائز ہے۔''بار بار احادیث میں آئے ہیں۔

نوٹ:۔

1: اُن مفتیوں کی عقل پر ماتم واجب ہے۔جنھوں نے گھٹیا تشہد کو واجب کہا ہے۔

2: مومنین غور فرمائیں اور خوشیاں منائیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے بتائے ہوئے تدریجی تشہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تمام آئمہ علیہم السلام کو بھی تشہد کے سلام میں شامل کر دیا۔اور چونکہ مخالف حکومتیں اور اُن کے علما خود اپنے اماموں کو بھی راشدین سمجھتے تھے۔اس لئے عوام وخواص نے ہمارا یہ تدریجی تشہد اختیار کر لیا اور نہ سمجھے کہ خاطی لوگ کبھی مستقل طور پر ہادی ومہدی وراشد نہیں ہوسکتے۔

3: یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ نماز کے سلام میں آئمہ علیہم السلام کو شامل کرنا امام جعفر صادق علیہ السلام کی سند سے برحق ولازم وواجب ہے۔لیکن مجتہد ومفتی دین نے آئمہؑ پر نماز میں کبھی سلام نہ بھیجا نہ مومنین کو بتایا۔یعنی جو نماز شیعوں میں رائج کی وہ ناقص وناقابل قبول تھی اور اسی لئے یہ نمازی کافروں کے بھکاری محتاج وذلیل وخوار ہیں۔

(8) آٹھویں امام علیہ السلام نے عوام وخواص کو تشہد میں اور بلند کیا

اب ہم وہ تشہد پیش کرتے ہیں جو اُن تمام تدریجی اور غیر ضروری تشہدات کے نتیجہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے برسرِ عام اور ہر مسجد کے لئے پیش فرمایا۔مگر اُس کو بھی الفاظ کی لچک عطا فرمادی تاکہ حقیقی تشہد پر کوئی شک وشبہ نہ رہے۔

(الف) درمیانی تشہد: ''**فَاِذَا تَشَھَّدْتَ فِی الثَّانِیَۃِ فَقُلْ**'' جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھو تو کہو:۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کُلُّھَا لِلّٰہِ اَشْھَدُاَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ ۔''(خود شامل فرمائیں) **اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وآلِ محمدؐ**۔(درمیانی تشہد یہاں ختم ہوا)۔

(ب) آخری تشہد یوں فرمایا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَالحمدُ لِلّٰہِ وَالۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی کُلُّھَا لِلّٰہ۔ اَشۡھَدُاَنۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ اَرۡسَلَہٗ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا بَیۡنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ (مندرجہ بالا التحیات بعینہٖ وہی ہے لہٰذا چھوڑ کر لکھتا ہوں) اَشۡھَدُ اَنَّكَ نِعۡمَ الرَّبُّ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا نِعۡمَ الرَّسُوۡلُ وَاَنَّ عَلِیًّاًنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَاَنَّ الۡجَنَّۃَحَقٌّ وَالنَّارَحَقٌّ وَالۡمَوۡتَ حَقٌّ وَالبَعۡثَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَا رَیۡبَ فِیۡھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ مَنۡ فِی الۡقُبُور؛ اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا لِھٰذاوَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡ لَا اَنۡ ھَدٰنَا اللّٰہ؛ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّارۡحَمۡ مُحَمَّدًا وَّ آلَ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّ تَفَضَّلۡ عَلٰی محمدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ اَفۡضَلُ مَا صَلَّیۡتَ وَ تَرَحَّمۡتَ وبَارَکۡتَ و تَفَضَّلۡتَ وَ سَلَّمۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ آلِ اِبرَاھِیۡمَ فِی الۡعَالِمِیۡنَ اِنَّكَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ؛ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ الۡمُصۡطفٰی وَ عَلِیِّ الۡمُرۡتَضٰی وَفَاطِمَۃَ الزَّھۡرَاءِ وَالۡحَسَنِ والحُسَینِ وَالۡاَئِمَّۃِالرَّاشِدِیۡنَ مِنۡ آلِ طٰہٰ وَ یٰسٓ؛ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوۡرِكَ الۡاَنۡوَرِ وَعَلٰی حَبۡلِكَ الۡاَطۡوَلِ وَعَلٰی عُرۡوَتِكَ الۡاَوۡثَقِ وَ علٰی وَجۡھِكَ الۡاَکۡرَمِ وَ عَلٰی جَنۡبِكَ اَوۡجَبِ وَ عَلٰی بَابِكَ الۡاَذۡکٰی وَ مَسۡلَكِ الصِّرَاطِ؛ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی الۡھَادِیۡنَ الۡمَھۡدِیِّیۡنَ ا لرَّاشِدِیۡنَ الۡفَاضِلِیۡنَ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ الۡاَخۡیَارِ الۡاَبۡرَارِ؛اللّٰھم صَلِّ عَلٰی جَبۡرَائِیۡلَ وَ مِیۡکَائِیلَ وَ اِسۡرَافِیۡلَ وَعِزۡرَائِیۡلَ وَ عَلٰی مَلٰئِکَتِكَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَاَنۡبِیَائِكَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَرُسُلِكَ اَجۡمَعِیۡنَ مِنۡ اَھۡلِ السَّمَاوَاتِ وَالۡاَرۡضِیۡنَ وَ اَھۡلِ طَاعَتِكَ اَکۡتَعِیۡنَ؛ وَاخۡصُصۡ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ بِاَفۡضَلِ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسۡلِیۡم۔"

(یہاں تشہد ختم ہوا۔ اگر آخری تشہد قرار دینا ہو تو بلا فاصلہ فوراً یہ سلام پڑھیں)

(ج) نماز کا سلام یوں ارشاد فرمایا

"اَ لسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَۃُاللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔اَ لسَّلَامُ عَلَیۡكَ وَاَھۡلِ بَیۡتِكَ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیۡن ۔" (اس کے بعد یہ عبارت فرمائی ہے) "ثُمَّ سَلِّمۡ عَنۡ یَمِیۡنِكَ وَاِنۡ شِئۡتَ یَمِیۡنًا وَشِمَالًا وَاِنۡ شِئۡتَ تِجَاہ الۡقِبۡلَۃِ۔"

(د) آخری رکعت والے تشہد کا اُردو مفہوم

"اللہ کے نام سے شروع اور اُسی کے نام سے وابستہ رہ کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہر قسم کی ستائش اللہ ہی کی ہوتی ہے۔ اور ہر وہ نام اور لقب جو کائناتی حُسن بحال رکھتا ہو اللہ ہی کیلئے ہوتا ہے۔ پھر میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تنہا و یگانہ ہے کوئی بھی اُس کا مُمِد و معاون اور شریک کار نہیں ہے۔ اور میں اِس پر شاہد ہوں کہ بالتحقیق محمدؐ اللہ کے بندے اور اُسکے آخری رسولؐ ہیں۔ اللہ نے اُن کو حقائق دے کر بھیجا اور قیامت تک کیلئے اُنہیں اچھی کارکردگی پر بشارتیں دینے والا اور بُرے اعمال کے برے نتائج سے قبل از وقت خوف زدہ کرنے والا بنایا۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ و آلِ محمدؐ)۔ میں گواہی دیتا ہوں

کہ تو یقیناً اچھا رب ہے۔ اور یہ کہ یقیناً محمدؐ اچھے رسولؐ ہیں۔ اور یہ کہ یقیناً علیؑ اچھے مولیٰ ہیں۔ اور یہ کہ یقیناً جنت و جہنم اور موت حقیقتیں ہیں۔ اور دوبارہ زندہ ہو کر حاضر ہونا حق ہے۔ اور یہ کہ یقیناً حساب کی گھڑی آنے والی ہے۔ اُس کے آنے میں کوئی گنجلک نہیں ہے۔ اور یہ کہ یقیناً اللہ تمام مُردوں کو قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔ تمام ستائش اُس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں اِن تعلیمات کی طرف ہدایت کی ہے۔ اور اگر اللہ نے راہنمائی کا انتظام نہ کر دیا ہوتا تو ہماری ہدایت ناممکن تھی۔ اے اللہ صلوٰۃ بھیج محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور رحمت جاری رکھ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور برکت نازل کرتا رہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور اپنا فضل قائم رکھ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اُس سے بھی زیادہ جو تو نے پوری کائنات میں ابراہیمؑ اور سابقہ آلِ ابراہیمؑ پر صلوٰۃ بھیجی تھی اور رحمت نازل کی تھی اور اُنہیں برکت عطا کی اور اُن پر فضل و کرم کیا تھا۔ یقیناً تو مُجسم بزرگی اور حمد و ثنا کا حقدار ہے، اَے اللہ پھر درود بھیج محمدؐ مصطفیٰ پر اور علیؑ مرتضیٰ اور فاطمۃؑ الزہراء اور حسنؑ اور حسینؑ پر اور اُن آئمہؑ پر جو مجسمۂ رُشد و ہدایت اور طٰہٰ و یٰسٓ لقب والے محمدؐ کی آلؑ سے ہیں۔ اے اللہ صلوٰۃ بھیج اپنے نور کے سب سے زیادہ منوّر کرنیوالے وجود پر اور اپنے تعارف اور راہنمائی کے سب سے طویل سلسلےؑ پر۔ اور اپنی سب سے مستحکم دستاویزی سندؑ پر اور اپنی سب سے بزرگ و مفید وجہؑ پر۔ اور اپنے سب سے زیادہ واجب جانبدّار پر۔ اور اپنے پاک ترین دروازہؑ پر اور اُس پر جو مجسم مذہب اور صراطِ مستقیم ہے۔ اَے اللہ پھر درود بھیج اُن ہدایت کاروںؑ پر جو ہدایت یافتہ اور مجسم رُشد و فضائل ہیں؛ پسندیدہ اور پاکیزہ اور پارسا صاحبانؑ اختیار و خیر ہیں۔ اَے اللہ صلوٰۃ بھیج جبرائیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ پر اور اپنے تمام مقرب بارگاہ فرشتوں پر اور تمام اُن نبیوںؑ پر جو تیری طرف سے ارسال ہوئے۔ اور آسمانوں اور زمینوں میں اُن تمام رسولوںؑ پر جو مخصوص ذمہ داریوں پر تعینات ہیں۔ اور اُن پر جو تیری فرمانبرداری میں مستعد رہتے ہیں۔ اور محمدؐ اور اُنکی آلؑ کو اپنے بہترین اور بزرگ ترین دُرود و سلام کیلئے مخصوص فرمالے۔'' (تشھد کا مفہوم ختم ہوا)

(ہ) نماز کے سلام کا ترجمہ

یا نبیؐ آپ کے اُوپر ہمارا سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ سلام ہمارا آپؐ پر اور آپؐ کے پسندیدہ اور پاکیزہ اہلؑ بیت پر۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر۔''

(و) آخری جملہ میں دی ہوئی اجازت کا ترجمہ

''پھر سلام کرو اپنی داہنی طرف یا اگر چاہو تو داہنے اور بائیں سلام کرلو اور اگر چاہو تو پھر قبلہ ہی پر توجہ دو۔''

(منقول از حدائق الناضرہ علامہ یوسف بحرانی اعلیٰ اللہ مقامہ۔ کتاب الصلوٰۃ)

17۔ ہم اور آپ آخر منزلِ مقصود تک آ پہنچے

ممکن ہے کہ آپ کا تاثر یہ ہو کہ ہم نے اس گفتگو کو بہت طول دیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے یہاں تک پہنچنے میں بڑی عجلت اور مجرمانہ اختصار سے کام لیا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی شریعت سازی کا مدوجزر اور پوری تاریخ کے لئے کم از کم دو ہزار صفحات درکار ہیں۔ ہم نے عنوان کے عنوان چھوڑ دیئے۔ اور بڑی بے دری سے سینکڑوں بحثوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور چاہا کہ یہ راستہ متعین ہو جائے تاکہ دوسرے اہلِ قلم اس خامی کو پورا کریں۔

(1) آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے تدریجی احکام

اب ہمیں یہ بتانا ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے حقیقی اسلام کو دوبارہ منظر عام پر لانے کیلئے جو تدریجی احکام دیئے وہ ملکی قانون اور حکمرانوں کی گرفت سے شیعوں کو محفوظ رکھنے کیلئے جاری کئے۔ چونکہ پوری شریعت اور طرزِ حیات کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اُسے بدلنے اور جڑ سے اکھیڑنے کے لئے طاقت اور حکومت حاصل نہ تھی۔ صرف اسلامی اور خداداد بصیرت ہی وہ ہتھیار تھا جس سے باطل کی تمام قوتوں کو مٹانا تھا۔ اسلئے ملتِ شیعہ کے افراد کو ہر ضروری مسئلے میں وہ رُخ بھی بتایا گیا جو حکومت، اُس کے جاسوسوں اور متعصب قسم کے مسلمانوں کو مطمئن رکھے۔ اور اندرونِ خانہ وہ اپنے حقیقی اسلام پر بھی عمل کرتے رہیں۔ اسلئے آپ کو یہ حکم بھی ملے گا کہ نماز میں ہر دفعہ اللہ اکبر کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند نہ کیا کرو۔ یہ اسلئے کہ فاروقی شریعت میں منع تھا۔ چاروں طرف نمازوں میں درود پڑھنے کو اسلئے بُرا سمجھا جاتا تھا کہ اُس سے علی و اولادِ علی علیہم السلام کی مذہبی اجارہ داری اور نماز اور دین میں اُن کی شرکت اور حاکمیت کا پتہ چلتا تھا۔ اور دراصل درُود ہی نے عوامِ اہل سنت کو خاندان علی علیہ السلام سے دوبارہ وابستہ کیا تھا۔ مخالف حکومت تو اس خاندان کو اسلام سے اور مسلمانوں کے قلوب سے خارج کرنے کیلئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک تبرّا کراتی اور ملعون بنتی رہی۔ آپ کسی بھی سُنی عالم کو تقریر کرتے ہوئے دیکھیں یا اُن کی قدیم وجدید کتب بخاری وغیرہ کو پڑھیں تو جہاں جہاں آنحضرتؐ کا نام یا لقب آئے گا تو صلی اللہ علیہ وسلم بلا ناغہ سُنا یا دیکھا جائے گا۔ مجال ہے یہ علما غلطی سے بھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں یا لکھ دیں۔ سوائے صوفیائے کرام کے یہ سب لوگ نہایت پابندی سے آنحضرتؐ کی اہلبیتؑ سے روگردان و دامن کش نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی معتبر ترین کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث بار بار ملے گی کہ مجھ پر دُم کٹا درُود نہ بھیجو۔ مگر یہ حضرات اس قسم کی تمام احادیث کو جو علیؑ و آل محمدؐ کیلئے ہوں یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بشری جذبات سے مغلوب ہو کر ایسی باتیں کی ہیں۔ اور حضورؐ کے ذاتی اقوال و اعمال دین میں سند نہیں ہوتے۔ آنحضرتؐ نے تو درُود کیلئے یہاں تک فرمایا تھا اور آج تک اسلامی ریکارڈ میں موجود ہے کہ:۔

(2) محمدؐ اور اُن کی آلؑ میں ایک حرف کا فصل پیدا کرنا ممنوع ہے

قال رسولؐ اللّٰہ: لَا تفرقوا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ آلِیْ (بحرف) عَلٰی۔ (مستدرک فخر المحققین سید حیدر آملی)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ میں اور میری آلؑ میں حرف عَلٰی کہہ کر بھی جدائی نہ پیدا کرو۔''

یعنی درود میں اس طرح دوبارہ لفظ عَلٰی نہ لاؤ جیسے: ''اَللّٰھُمَ صَلی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ محمدؐ''

آنحضرتؐ کو مُحَمَّدٍ وَّ کے بعد دوسرا عَلٰی ناپسند تھا اور کیوں ناپسند نہ ہوتا؟ یہ حکم حضورؐ ہی کا تو تھا کہ:۔

فَاِذَا قَالَ اَحَدکم لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَ محمدٌ رَسُوْل اللّٰہ فَلْیَقُلْ عَلِیٌّ اَمِیْرُالْمُؤْمنین۔''

''تم میں سے جوکوئی جب بھی لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور محمدٌ رسُوْل اللّٰہ کہے اُس پر واجب ولازم ہے کہ فوراً عَلِیٌّ اَمِیْرُالْمُؤْمنین بھی کہے۔'' (احتجاج طبرسی)

مگر جناب مجتہد خواہ سُنّی ہو یا شیعہ لبادہ میں ہو وہ رسولؐ کے احکام کو اور اُن کے عائد کردہ وجوب ولزوم کو اپنی مصلحت کے ماتحت رکھتا تھا۔ پسند و مفید ہو تو کہے گا: ''حضو اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ واجب ہے۔ سر جھکا کر تعمیل کرنا فرض ہے ورنہ جہنم میں پھینکے جاؤ گے۔'' اور اگر ناپسند ہو تو اوّل تو حدیث اور راوی کا چکر چلے گا، اصول فقہ کی بکواس ہو گی، ورنہ سیدھی بات یہ کہ آنحضرؐت کی ذاتی بصیرت واجتہاد میں غلطی کا امکان تھا، ہر بات اور ہر حکم واجب نہیں ہوتا، پھر صحابہ کا عمل اس کے خلاف ہے، لہٰذا چھُٹی۔ مگر شیعہ نقاب پوش علما بتائیں کہ جناب جب تشہد میں تم نے وحدانیت ورسالت کی شہادت دی تو فوراً تم نے کیوں نہ کہا کہ اَشْھَدُ اَنّ عَلِیًّا امیر المؤْمنین؟

ہمارے قارئین تشہد کی اس بحث کو دیکھیں اور غور فرمائیں کہ ہر امام علیہ السلام بتدریج اور الفاظ کی ردّ و بدل اور پس و پیش کے ساتھ آخر حقیقی تشہد کے نزدیک تر پہنچا گئے۔ مگر مجتہد نے وہی مرغ کی ایک ٹانگ دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھی۔ لیکن ہم نے اُن دشمنانِ ولایتِ مرتضویؑ کا ہر پردہ چاک کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ ہماری تحریری سندات اور حکم خدا اور رسوؐل کی قوت سے مذکورہ بالا دونوں تشہدات میں وہ دُوری، وہ فاصلہ اور وہ تفرقہ خود دُور کر کے توحید ورسالت کے فوراً بعد حضرت علی علیہ السلام کی پوزیشن کو اللہ و رسولؐ سے قریب لے آئیں۔ یہ تفرقہ اُن تنخواہ دار مجتہدین نے پیدا کیا تھا جو آج کے شیعہ لیڈروں کی طرح اُس وقت کی حکومتوں کے ہاتھ بکے ہوئے تھے۔ اور برابر ایک ہزار سال سے اپنا باطل مذہب شیعوں میں رائج کرتے رہے ہیں۔ ورنہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانہ (300) تین سو سال تک تمام شیعہ ولایت علویہ کو اپنی گھریلو اذان واقامت ونماز میں پڑھتے رہے۔ اور اُس کے بعد بھی حقیقی مومنین اس پر کاربند چلے آئے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام مندرجہ بالا تشہدات میں الفاظ

بَیْنَ یَدَیِ الساعة سے ملا کر یعنی التحیات کے مقام پر اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَہٗ بِلا فصل پڑھا کریں اور جہاں بھی اقرار وحدانیتِ خداوندی اور اقرار نبوت ورسالتِ محمدؐ کی لکھا ہوا دیکھیں یا کسی سے سنیں فورا بلا وقفہ اعلان واقرار ولایت علویہ کو زبان وقلم سے ادا فرمادیا کریں اور عمداً اور آزادی کے ساتھ کبھی ناغہ نہ کریں۔ اس لئے کہ یہ وہ حقیقی واجب فریضہ ہے جس میں اللہ اور رسولؐ دونوں راضی اور شامل ہیں۔ تنہا وحدانیت کا اقرار بہت سے لا مذہب وکفار بھی کرتے ہیں۔ اور وحدانیت خداوندی اور سلسلہ نبوت کا اقرار تمام یہود ونصاریٰ بھی کرتے ہیں۔ اور وحدانیت خداوندی اور رسالت محمدؐ کی کا اقرار تمام قادیانی کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو شیعہ کہلاتے ہیں اور صرف وحدانیت ورسالت کے اقرار کو کافی سمجھتے ہیں وہ یہود ونصاریٰ اور قادیانیوں کے ساتھ شمار ہوں گے۔ لاریب فیہ سوائے کم علم وفریب خوردہ افراد کے۔

(3) شیعہ علما اور عوام سے ایک آخری سوال؟

سوال یہ ہے کہ اقرارِ وحدانیتِ خداوندی اور اقرارِ نبوتؐ ورسالتِ ختمی مآب کے بعد آپ کی دینی واسلامی معلومات میں سب سے زیادہ اہم اور ہمہ گیر اور عزیز ترین چیز کیا ہے؟؟؟

میرا جواب ایک شیعہ طالب علم کی حیثیت سے وہ چیز ولایت وامامت علویہؑ ہے۔ اور یہی فرمایا تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ: "تم تشہد میں وہی کچھ پڑھا کرو جو تمہاری دینی معلومات میں بہترین چیز ہے۔" قُلْ بِاَحْسَنِ مَا عَلِمْتَ۔ میری قومی و ملّی معلومات میں چھیاسٹھ (66) سال کے اندر جو چیز کبھی متزلزل نہیں ہوئی وہ یہ ہے کہ تمام شیعہ محبانِ اہل بیتؑ ولایتِ علویہؑ کو ہر دینی تعلیم سے زیادہ پیاری، زیادہ اہم اور ہمہ گیر اور اپنی جان و مال و اولاد سے قیمتی سمجھتے اور ہمہ قسمی قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں۔ اور آج بھی میرے ساتھ وہ فدا کار ہیں جو احکام کے منتظر ہیں۔ اور ہم ان کو صبر وتحمل کی زنجیروں سے باندھنے میں مصروف ہیں۔

(4) مصروف مومنین کی نماز کے لئے چند ہدایات

(الف) پہلی بات یہ ہے کہ غیبتِ امامُ العصر والزمان علیہ السلام میں ہمارے پاس وہ ذرائع جنکی مدد سے ہم محمدؐ وآل محمدؐ اور حضرت حجت علیہم السلام سے رابطہ قائم ہونیکی امید کرسکتے ہیں اور فیوض خداوندی سے مالا مال ہوسکتے ہیں وہ الصّلوٰۃ والقرآن ہیں۔ لہٰذا تمام مومنین کو ان دونوں سے بہت محبت وشوق کا سلوک کرنا چاہیئے۔ اُنہیں اپنی مشکلات اور حاجات اور تمناؤں میں اپنا وسیلہ بنانا چاہیئے۔ اور یہ تاثر ذہن سے دُور کردینا چاہیئے کہ اللہ نے زبردستی کرکے نماز کو ہم پر ٹھونس دیا تھا لہٰذا جبراً وقہراً نماز پڑھنا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کو ہماری کسی عبادت کی احتیاج وضرورت نہیں ہے۔ تمام عبادتیں ہماری انفرادی واجتماعی ترقی اور خوشحالی کے

مقصد سے ہمیں بتائی گئی ہیں۔ محض رسم اور فرض ادا کرانا مقصود ہوتا تو بعثت کے روز خلافت و ولایت کے اعلان کی جگہ نماز کی فرضیت کا اعلان کیا جاتا۔ لہٰذا ولایت سے یقینی اور محکم تمسک نماز کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ پہلو مکمل ہو چکا ہے۔

(ب) نماز میں اللہ سے وابستگی لازم ہے

جو نمازیں مومنین کو مجتہد کی معرفت ملیں اُن میں جہاں ولایت محمدؐ یہ کی نفی کر دی گئی تھی وہیں اللہ سے وابستگی کا طریقہ بھی ختم کر دیا گیا تھا۔ یعنی محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو درمیان سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اور ابلیس کی طرح اللہ سے براہ راست رابطہ کا فریب دیا گیا تھا۔ حالانکہ تمام مسلمان مانتے اور جانتے ہیں کہ محمدؐ کو درمیان سے ہٹا کر خدا سے کسی قسم کا تعلق ناممکن ہے۔ ہماری دعاؤں میں اگر محمدؐ کا واسطہ نہیں تو دعائیں مردود ہیں۔ محمدؐ اگر وسیلہ نہیں تو ہر عبادت مشرکانہ عمل ہے۔ لہٰذا آپ اپنی نماز میں بھی محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو اپنا وسیلہ بنائیں تا کہ آپ کا تخاطب یقینی طور پر اللہ سے ہو۔ آپ کی نمازوں کے ضائع ہونے کا دوسرا اہم سبب یہی ہے کہ آپ نے محمدؐ و آل محمدؐ کے بتائے ہوئے طریقہ سے اللہ کو مخاطب نہیں کیا۔

(ج) نماز کی کنجی یا افتتاحی دُعا

جب مومنین قبلہ رُو ہو کر نیت کر لیں تو اللہ اکبر کہنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں:۔

وَقَالَ الصَّادِق علیہ السلام اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُقَدِّمُ اِلَیْكَ مُحَمَّدًا بَیْنَ یَدَیْ حَاجَتِیْ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِهٖ فَاجْعَلْنِیْ بِهٖ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَاجْعَلْ صَلَاتِیْ بِهٖ مَقْبُوْلَةً وَّذَنْبِیْ بِهٖ مَغْفُوْرًا وَّدُعَائِیْ بِهٖ مُسْتَجَابًا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ باب وصف الصلوٰۃ ......حدیث 2 صفحہ 82)

دوسری دعا: قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام کَانَ امیرالمؤمنین علیہ السلام یقول مَنْ قَالَ هٰذَا القول کَانَ مع محمدٍ و آل محمدٍ اذا قام من قبل اَن یستفتح الصلوٰۃ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍوَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ اُقَدِّمُهُمْ بَیْنَ یَدَیْ صَلَاتِیْ وَاَتَقَرَّبُ بِهِمْ اِلَیْكَ فَاجْعَلْنِیْ بِهِمْ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ مَنَنْتَ عَلَیَّ بِمَعْرِفَتِهِمْ فَاخْتِمْ لِیْ بِطَاعَتِهِمْ وَ مَعْرِفَتِهِمْ وَ وِلَایَتِهِمْ فَاِنَّهَا السَّعَادَةُ وَاخْتِمْ لِیْ بِهَا فَاِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

(فقہ الرضوی، وسائل، مشارق اور الفقیہ) (کافی کتاب الدّعاء باب الدعاء قبل الصلاۃ حدیث 1 جلد 4 صفحہ 335)

پہلی دعا کا مفہوم: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو یہ پڑھو کہ: ''اے اللہ میں تیرے اور اپنی ضروریات کے درمیان محمدؐ کو مقدم واسطہ بناتا ہوں۔ اور اُن ہی کے ذریعہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ لہٰذا اُنکے صدقہ میں مجھے دنیا و آخرت میں سُرخرو فرما۔ اور مجھے اپنے مقرب بارگاہ پسندیدہ بندوں میں داخل فرما؛ اور محمدؐ کے وسیلے سے میری نماز کو درجہ مقبولیت عطا فرما؛ اور میرے اور میرے متعلقین کیلئے مغفرت کا انتظام فرما اور میری دعاؤں کو

منظور فرما۔ یقیناً تو مغفرت اور رحمت کا مالک ہے۔''

اب آپ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو جائیں۔آپکو اختیار ہے کہ پہلی مذکورہ دعا کی جگہ دوسری دُعا پڑھیں۔میرے معمول میں دونوں دعائیں ہیں۔جو زبان پر حاوی ہو جائے بے تکلف پڑھتا ہوں۔

دوسری دعا کا مفہوم: ''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سُنایا کہ جناب علی مرتضٰی امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز کا افتتاح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے گا۔وہ محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ رہے گا۔

''اَے اللہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذریعہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔اور تیرے اور اپنی نماز کے درمیان محمدؐ و آلِ محمدؐ کو مقدّم وسیلہ بناتا ہوں۔لہٰذا اُن کے صدقہ میں مجھے دنیا و آخرت میں سُرخرو فرما۔اور یہ جو تو نے مجھے اُنؑ کی معرفت عطا کر کے ممنون کیا ہے۔اسی سلسلے میں مجھے بحق محمدؐ و آل محمدؐ اپنے مقرب بارگاہ پسندیدہ بندوں میں داخل فرمالے۔اور میرے لئے محمدؐ و آل محمدؐ کی معرفت، اطاعت اور ولایت کو درجہ کمال تک پہنچا دے۔اور یہ ایک حقیقی سعادت مندی ہے۔مجھے اسی سعادت کے ساتھ دنیا سے اُٹھانا۔یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''اَللّٰـہُ اَکبَر''۔ (باقی نماز ماشاءاللہ آپ جانتے اور پڑھتے ہیں۔جلد تحفۃ العوام کی جگہ ہماری مسائل کی کتاب آپ تک پہنچے گی انشاءاللہ والامام علیہ السلام)

(نوٹ) نماز میں مستورات اور مردوں میں کوئی تفریق نہیں ہے۔دونوں ہاتھ سیدھے کھول کر آزادانہ لٹکنے دیں گے اور قیام وقعود وسجود وغیرہ میں بالکل مردوں کی طرح عمل کریں۔

(د) نماز کا سلام اور اختتام مع مختصر تشہد

عنوان (8) تشھد ات کے سلسلے میں یہ چیز قطعاً واضح ہوگئی کہ محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو تشہد اور نماز کے سلام میں ہرگز ہرگز جُدا نہ کیا جائے گا۔آپ نے یہ بھی دیکھا کہ تمام انبیاؑ اور ملائکہ کو بھی شامل رکھا گیا ہے۔اور تمام آئمہ علیہم السلام پر تشہد وسلام بھیجا گیا۔چونکہ ان بیانات اور سینکڑوں احادیث سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ کے امام علیہ السلام کا اقرار و اعلان لازم ہے۔لہٰذا زمانہ غیبت میں حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تشہد وسلام میں شامل رکھنا واجب ہے۔چنانچہ تشہد اور سلام کو دوبارہ مختصر صورت میں اُتنا لکھتے ہیں جس قدر کم از کم جائز اور نماز کے قبول ہونے کے لئے لازم ہے۔آخری سجدہ کے بعد یا دو رکعتیں پوری کر کے تیسری رکعت میں جانے سے پہلے بیٹھ کر پڑھئے:۔

اَللّٰھُم صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ محمدٍ۔اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰہِ وَصِیَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتَہٗ بِلَا فَصَل۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔'' (فوراً سلام پڑھیں)

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُاللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَاوَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاصَاحِبَ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ عَلٰی آبَائِكُمْ وَاُمَّھَاتِكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ۔

(قبلہ رُور ہتے ہوئے) اَللّٰہُ اَكْبَرُ اَللّٰہُ اَكْبَرُ ۔"

اَے اللہ درود بھیج محمدؐ اوراُن کی آل پر۔میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔اللہ تنہا و یگانہ ہے۔کوئی اوراُس کا مُمِد ومعاون اور شریک کار نہیں ہے۔میں یہ بھی گواہی دیتاہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔اور میں شاہد ہوں کہ علیؑ اللہ کی طرف سے حاکم و مالک ہیں اور قیامت تک رسوؐل کی ہدایات پر عمل کرانے والے ہیں۔اور روزِ ازل سے رسولؐ اللہ کے جانشین وخلیفہ ہیں۔اَے اللہ صلاۃ نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر۔(قبلہ رُو ہوتے ہوئے) یانبیؐ اللہ آپ پر ہمارا سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر (اس میں ملائکہ وغیرہ بھی آ گئے) سلام ہو آپؑ پر اس دور اور زمانہ کے مالکؑ اور سلام ہو آپؑ پر اور آپؑ کے آبا واجدادؑ پر (آدمؑ تک سب آ گئے) اور آپؑ کی ماؤںؑ پر اور اللہ کی رحمت و برکت ہو (حضرت زینبؑ و فاطمہؑ ،خدیجہؑ وھاجرہؑ تمام مخدرات عصمت شامل ہیں) دومرتبہ تکبیر کہہ کر نماز سے فارغ ہو جائیں۔دعا اور زیارتیں بجالائیں۔اور کبھی نہ بھولیں کہ آپ کی ہر دعا اور ہر عمل حضرت حجت علیہ السلام کے توسط کے بغیر ہرگز قبول نہیں ہوسکتا۔والسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لا اِلٰہَ اِلّاَ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوۡلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ

ملائکہؑ اور انبیاؑ کا اَزلی و ہمہ گیر اسلامی

کلمہ اور نماز

هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ عُقۡبًاo(18/44)

وہیں سے اللہ کی حقیقی ولایت شروع ہوئی وہی نیک بدلہ اور انجام دینے والا ہے

اُمت مسلمہ سے گزارش

اللہ نے کائنات کو انسانی ترقی کے لئے پیدا کیا تھا۔ افلاک و آفاق کی تسخیر کے لئے ہمیں قرآن ایسی کتاب دی تھی۔ کائنات کی ازلی وابدی تفصیلات پر مطلع اور محیط سب سے پہلا اور سب سے آخری رسولؐ اور اُن کا معصومؑ نظام ہمارے لئے موجود ہیں۔ اس کے باوجود ہم خطا کاروں کے پیچھے دوڑتے چلے جارہے ہیں۔ اُنہوں نے رسولؐ اللہ کے نظام سے مدد مانگنا شرک قرار دے کر آخر اُمت محمدؐیہ کو غیر مسلم اقوام سے مدد مانگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اقوام عالم ہمیں پس ماندہ قرار دیتی ہیں۔

اگر آپ اپنی زندگی میں فوری انقلاب چاہتے ہیں؟ اگر آپ ناکامی اور نامرادی سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ لامحدود و بے روک ترقی کے خواہاں ہیں؟ تو پہلی فرصت میں دو کام کر گزریں۔ اوّل یہ کہ ولایت محمدؐیہ کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں قائم کرلیں دوم یہ کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ بلا تفریق محبت و ہمدردی کرنے کا وہ عہد کرلیں جو محمد وآل محمد علیہم السلام نے عملاً دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ہم آپ کی ہر مشکل کے حل ہو جانے کی تحریری ضمانت دیتے ہیں۔

والسلام مع الاکرام۔

(28 فروری 1976ء)

اسلامی کلمہ اور نماز

الف۔ ہماری مجبوریاں!

دشمنانِ اسلام، اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی کے لئے اپنی جان پر کھیل جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ اپنی تمام راہیں بند دیکھ کر جھنجلائے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ترکش کا آخری تیر حُرملہ کی تائید میں چھوڑنے والے ہیں۔ وہ ایک طاغوت کے اشارہ کے منتظر ہیں۔ وہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے نعرہ کی آڑ میں بیٹھ کر کفر سازی پر تُلے ہوئے ہیں۔ اُن کے بزرگوں نے حضرت علی علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اُمت نے اُن لوگوں کو خارجی قرار دیا تھا۔ آج یہ لوگ اولادِ علیؑ اور محبانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور پیروانِ علیؑ و اولادِ علیؑ پر کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ غنڈہ عناصر کو اپنی پشت پر لے کر حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ قادیانیوں کی طرح شیعوں کو بھی کثرت کے ووٹ سے کافر قرار دے۔ ہم اِس خارجی گروہ کی تنبیہہ کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔ خطوط و اطلاعات و مشاہدات اُس گروہ کی حدود فراموشی کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہم پر شرعاً واجب ہو گیا ہے کہ ہم اُن کی اِن حرکاتِ مذبوحی اور اِس آخری زقند کا تدارک کر دیں۔ لیکن ہمارے سامنے چند مجبوریاں ہیں اور وہ مجبوریاں ہمارے مذہب نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اور گو ہمارے دشمن کا ماشاءاللہ کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہ کسی ضابطۂ اخلاق یا شریعت کا پابند نہیں ہے لیکن اُس نے کلمہ کو اپنی سپر (ڈھال) بنائے رکھا ہے۔ ہماری پہلی مجبوری یہی کلمہ ہے۔ ہمیں محمد و آلِ محمد علیہم السلام نے حکم دیا ہے کہ ''پورا کلمہ تو الگ، اگر کوئی شخص صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور خود کو مسلمان کہتا ہے اُس کو ہرگز کافر نہ کہیں (قرآن کریم۔ بخاری و کافی)۔ چنانچہ ہم نے اور ہمارے آئمہ علیہم السلام نے اُن لوگوں کو بھی مسلمان سمجھا، مسلمان کہا اور لکھا اور اُن کے ساتھ بھی مسلمانوں جیسا سلوک کیا جن کو قرآن نے منافق و کافر کہا۔ اِس لئے کہ قرآن کریم نے اُن کے ناموں کا اعلان نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ اپنے اعمال و اقوال و تصورات سے متشخص ہو گئے تھے۔ اُن کی ہر بات سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی دشمنی ٹپکتی تھی (محمدؐ 47/30) وہ اُن کے ساتھ انتہائی بخیل تھے (47/38)۔ اُنہوں نے لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ کا اس لئے اقرار کیا تھا کہ مال و دولت و اقتدار میں حصہ دار بن جائیں (آلِ عمران 154-3/152)۔ اِسی لئے آنحضرتؐ کو نرغہ اعدا میں تنہا چھوڑ کر الگ جا بیٹھتے تھے۔ مومنین کی لاشوں کو روندتے ہوئے اس طرح بھاگتے تھے کہ رسولؐ اللہ کی فریاد بھی نہ سنتے تھے (3/153)۔ یہ وہ لوگ تھے جو آخری وقت تک رسولؐ اللہ کو ایذا دینے میں کمی نہ کرتے تھے (احزاب 33/54) ایذا رسانی کی وجہ سے قرآن نے اُن کو لعنتی قرار دیا (33/57)۔ مگر چونکہ اُن کا نام نہیں بتایا ہم نے پہچان لینے کے باوجود اُن کو کافر نہیں کہا۔ اُن کے منافقانہ و کافرانہ رویے اور مستقل عملدر آمد سے قرآن اور ہماری تصنیفات لبریز ہیں۔ نہج البلاغہ، بخاری، مسلم اور کافی میں اُن کی پوزیشن واضح ہے۔ مگر

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا حکم ہے کہ ہم ان کو کافر نہ کہیں۔ میں تنہا وہ شخص ہوں جس کو کفر سازی میں حصہ نہ لینے پر چند شیعہ اخباروں اور شورش کی چٹان نے مطعون کیا تھا۔اور ہم نے ایسا متین و مہذب و مُسکت جواب دیا تھا کہ جناب شورش نے اپنا کاروبار بند کر کے اُسی ہفتہ آنجہانی ہو جانے کا فیصلہ کر لیا تھا (انا اللہ وانا الیہ راجعون)۔ المختصر ہم نے اور ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اُن لوگوں پر بھی کفر کا فتویٰ نہ دیا جنھوں نے خاندان رسوؐل کو گھر سے نکالا، اُن کا قتل عام کیا، اُن کے گھروں کو نذر آتش کیا، اُن کے بچوں تک کو تین روز پیاسا رکھ کر بے دریغ قتل کیا۔ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام سے یہ کہا کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی۔ اُن کی اولاد اور اُن کے پیروؤں کا ہمیں کافر اور اسلام سے خارج کرانے کا ارادہ قابل تعجب نہیں ہے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ ہم اُن کے لئے ہر وہ بات کہنے میں آزاد ہیں جو قرآن کریم نے فرمائی ہو۔ مثلاً ملعون کہیں گے، مردود کہنے میں تکلف نہ کریں گے، گمراہ اور جہنمی کہیں گے۔ اور ساری امت ہمیشہ سے یزید و ابن زیاد و عمر سعد و شمر اور یزیدیوں کو ملعون کہتی چلی آرہی ہے۔ لیکن ہماری مجبوری ہے کہ جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا انکار نہ کر دیں، اسلامی نقاب اتار کر نہ رکھ دیں ہم اُن کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ یہ گروہ قرونِ اُولیٰ (ابتدائی صدیوں) میں قطعاً خاموش کر دیا گیا تھا۔ یزید اور اُس کے ہم مذہب لوگ اُمت میں گالی بن کر چھپ گئے تھے۔ اُن پر اور اُن کے ہم مسلک لوگوں پر لعنت ہوتی تھی وہ خاموش منافق کی طرح سب کچھ سنتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ یہ گروہ عباسی حکومت کے تشدد اور بائیکاٹ سے محتاج و قلاش ہو گیا۔ اور اپنی روزی کی تلاش میں مسجدوں میں پناہ گزین ہو گیا۔ علما کے درس میں حصہ لینے پر مجبور ہوا۔ علمائےؒ اہل سنت کے سامنے مومن و نمازی و پرہیزگاروں کی صورت میں آتا رہا۔ علمی سندات (ڈگریاں) اور اجازے لے کر مساجد میں پیش نماز، عدالتوں میں قاضی، دیہاتوں اور شہروں میں مفتی بنتا چلا گیا۔ اور نہایت مخلصانہ و مومنانہ انداز میں اپنے بزرگوں کی پوزیشن پر ملمع سازی کرنا شروع کی۔ زبان تو عربی تھی ہی۔ اپنی پالیسیوں اور مقاصد کے ساتھ دو چار ناموں کا اور قَالَ رَسُولُ اللّٰہ کا اضافہ کر کے فاسق و فاجر حاکمِ وقت کی مطلق اطاعت کو اسلام کا رکن رکین بنایا۔ کثرت کو خدا اور رسوؐل کی جگہ بٹھایا۔ یزید اینڈ کمپنی کو پہلے ہی کافر نہ کہا جاتا تھا۔ لہٰذا اُس کیلئے رحم و کشادہ دلی کی اپیلیں شروع کی گئیں۔ اللہ کی رحمت میں یزید کی گنجائش پیدا کی گئی، قتل حسینؑ کو ایک گناہِ کبیرہ بنایا گیا، گناہانِ کبیرہ کی معافی کی راہیں نکالی گئیں۔ یہ مشن نہایت خاموشی، زیر پردہ اور دبی زبانوں سے جاری رہا۔ یزید کے بزرگوں کے عقائد سلجھی ہوئی زبان میں احادیث کی چادروں میں لپیٹ لپیٹ کر بیان کئے گئے۔ 1: انسان فاعل مختار نہیں ہے۔ 2: اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ 3: ایک پتا بھی اللہ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ 4: انسان جو کچھ کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ 5: اُس کے حکم سے قتل کرنے والا قتل کرتا ہے۔ 6: انسان تو بہانہ ہے۔ 7: اصلی فعل اللہ کا ہوتا ہے۔ 8: یہ مسئلہ ایسا ہے کہ براہ راست اللہ کی مشیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ وہ زبان بند رکھے۔ تمام فیصلے اللہ پر چھوڑ دے۔ حقیقت

اور اپنی مصلحت کا وہی عالم ہے۔ یزید بھی حسینؑ کی طرح صحابی تھا۔ دونوں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ معاویہ، عبداللہ ابن زبیر اور طلحہ و زبیر اور علیؑ بھی صحابی تھے، مجتہد تھے، معصوم نہ تھے۔ اجتہادی غلطی پر اُنہیں گمراہ کہنا کفر ہے وہ سب حق پر تھے۔، ہر صحابی حق پر تھا۔ اُن میں تفریق کرنا بھی کفر ہے۔ اُن سب کے لئے دعائے خیر کرنا، اُن کی عمدہ باتوں کا ذکر کرنا، اُن کی مدح وثنا کرنا واجب ہے۔ مطلب وہی کہ یزید کی مذمت کرنا بھی کفر ہے۔ یوں یہ گروہ مساجد اور مدارس پر قابض ہوا، قابض رہا۔ اور آج بھی وہ ذہنیت لباس اور لیبل (Label) بدل کر شیعہ سنی دونوں فرقوں کی مساجد اور منابر اور مدارس میں موجود ہے۔ اور ہم نے مسٹر شورش کے جوابی کتابچہ میں باقاعدہ اُس بوقلموں گروہ کی نقاب کشائی کی ہے، اُس کی شناخت اور کاروبار پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اپنے ہر مضمون اور ہر تصنیف میں قرآن وحدیث وتاریخ سے اُس گروہ سے امت کے دونوں فرقوں کو مطلع رکھا ہے۔ یہ حضرات اہل سنت میں سُنی اور مذہب شیعہ اثناعشریہ میں شیعہ بنے رہتے ہیں۔ مگر کام اُن کا یہ ہے کہ امت کے تمام مکاتیب فکر کو آپس میں دست و گریبان رکھا جائے۔ سب کو بتدریج اُس مسلک پر لایا جائے جو نزول قرآن کے دوران عرب کے دانشوروں کا تھا۔ یعنی معاذ اللہ 1: ایک غیر عادل اور جبر وستم کا مکمل قادرِ مطلق اللہ 2: ایک مادی اور خطا کار رسول، چالیس سال تک ایمان ودین سے محروم نبی۔ کافروں سے پیدا ہونے والا پیغمبر۔ جبرائیل اور ملائکہ حتّٰی کہ ابلیس سے کم علم وکم طاقت واختیار رکھنے والا مجتہد اور سینکڑوں اجتہادی خطائیں کرنے والا نذیر جس سے زیادہ عقلمند لوگ صحابہ میں موجود تھے۔ جو اپنے صحابہ سے سیکھ کر بہت سے احکام دیا کرتا تھا۔ جو کہتا تھا کہ تم لوگ اپنے معاملات کو مجھ سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہو۔ پھر 3: ایک قرآن یا کتاب جس میں مجمل ومتشابہ بیانات ہیں، جس میں بہت سے حکم منسوخ ہیں، جس میں غیر واضح اور مبہم باتیں ہیں۔ جو قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی ضروریات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ 4: اور احادیث رسولؐ میں بھی وہی نقائص موجود ہیں جو قرآن میں ہیں۔ وہاں بھی مجمل ومتشابہ ہے۔ عام وخاص اور مقید ومطلق کا جھگڑا ہے۔ ناسخ ومنسوخ کے ساتھ ساتھ انسانی جذبات ومیلانات کے مغالطات ہیں۔ 5: ہر زمانے کے مجتہدین اپنی بصیرت کے ماتحت جو حکم دیں گے وہ باقی امت کے لئے واجب الاطاعت ہو گا۔ خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہوگا۔ کھلی مخالفت کرنے والا واجب القتل اور جہنمی ہوگا۔ مجتہد کے حکم میں غلطی نکالنے والا باغی اور سزا کا مستحق ہوگا۔ اجتہادی غلطی پر بھی اللہ مجتہد کو ثواب دے گا۔ قیامت تک مجتہد کا حکم ہر حال میں خدا اور رسوؐل کا حکم ہوگا۔ 6: محمدؐ سے یا کسی اور سے امداد مانگنا یا اُن کو مدد کے قابل سمجھنا شرک ہوگا۔ قبروں پر جانا، ایصال ثواب کا عقیدہ رکھنا، نبیؐ کو زندہ لوگوں کی طرح پکارنا، حاضر وناظر سمجھنا، نادعلیؑ اور اسی قسم کی دعائیں پڑھنا شرک وبدعت ہے۔ مُردوں پر حتّٰی کہ خود شھدؑائے کربلا پر رنج وغم وماتم کرنا حرام ہے۔ مروجہ مرثیہ، نوحہ، قوالی اور قرآن وقصیدہ خوانی حرام ہے وغیرہ وغیرہ قسم کا مذہب دنیا میں جاری کرنا اُن کا مقصد ہے۔ نیاز، نذر، فاتحہ درود، مُردوں کا سوم (تیجا) دسواں اور چالیسواں وغیرہ بدعت ہے۔ گیارھویں شریف، بائیس رجب

کے کونڈے اور منتیں حرام ہیں۔ سبیل لگانا، تعزیہ، ذوالجناح، مہندی تمام بدعت وشرک ہیں۔ قبریں پختہ بنانا، یادگاریں منانا حرام ہے۔ تیسری صدی کے بعد سے اس قسم کے یزیدی علما کا دونوں طرف زور رہا ہے۔ حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے ان لوگوں نے اپنے مندرجہ بالا مذہب کا دن رات پرچار اور تبلیغ جاری رکھی۔ اپنے مخالفوں پر کفر وشرک کے فتاویٰ جاری رکھے، امت میں سینکڑوں علما اور عوام کو اپنی مخالفت پر قتل کرایا، شیعہ سنی، مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا برابر جاری رکھا۔ مسلمانوں میں دن رات نفرت و انتشار وافتراق پھیلاتے اور ایک کو دوسرے سے لڑاتے رہنا اُن کا معمول رہا۔ اُنہوں نے جہاں اپنے مقصد کے لئے ہزاروں روایتیں گھڑیں، مدرسوں میں پڑھائیں، کتابوں میں لکھیں وہاں احادیث کے ایک عظیم الشان ذخیرہ کو فنا کردیا۔ اہل سنت کے علما میں جناب محمد اسماعیل بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ جن میں سے کل سات ہزار حدیثیں باقی رہیں۔ یعنی پانچ لاکھ ترانوے ہزار احادیث صرف بخاری والی غائب ہوگئیں۔ ادھر شیعوں کے ریکارڈ میں چار سو حدیث کی کتابیں تھیں۔ دس ہزار محدثین تھے۔ یہ سب حضرات آئمہ علیہم السلام نے تیار کئے تھے۔ وہ کتابیں اُن کی مصدقہ اور تیسری صدی ہجری تک امت کے ہاتھوں میں موجود تھیں۔ اور آج تک ریکارڈ میں اُن کے موجود ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ اب اُن کتابوں میں سے کوئی کتاب امت کے پاس موجود نہیں۔ جس طرح لے دے کر چند حدیث کی کتابیں اہل سنت میں موجود ہیں۔ اُسی طرح گنتی کی چند کتابیں شیعوں میں رہ گئی ہیں۔ یوں تمام قدیم ریکارڈ کو تباہ کرنے کے بعد یہ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ گیارہویں کی نذر کا ثبوت حدیث میں دکھاؤ۔ ماتم، وہ بھی زنجیر اور قمہ کے ماتم کا ثبوت پیش کرو۔ قارئین اُس ڈاکو کے متعلق سوچیں جو ایک گھر کا صفایا کردے۔ نہ پلنگ چھوڑے نہ بستر، نہ کوئی کرسی رہنے دے نہ گھر میں میز چھوڑے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مسلح ہوکر آئے اور کہے کہ بندۂ خدا تم کیسے بد تمیز اور بداخلاق آدمی ہو کہ ہمیں بیٹھنے کے لئے نہ کرسی دی نہ پلنگ بچھایا۔ بتائیے یہ غریب لُٹا پٹا آدمی اُس سے کیسے کہے کہ جناب شرم کرو۔ میرا گھر بھی لوٹ لو اور مجھے ہی بدتمیز اور بداخلاق ثابت کرو۔ قارئین یہ ہے وہ صورت حال جو اُمت کے ساتھ اُن دشمنان دین نے پیش کررکھی ہے۔

ب۔ اُمت کے تمام مکاتیب فکر کو اس یزیدی مذہب کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے

تمام مسلمان عرصہ دراز سے دیکھ رہے ہیں کہ اب اس گروہ نے علی الاعلان یزید اور اُس کے بزرگوں کا مذہب پیش کرنا شروع کردیا ہے۔ اُن کی کتابیں مسلمانوں کے پریس میں شائع ہورہی ہیں۔ یہ لوگ کھل کر اُن لوگوں کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں جو مسلمہ طور پر مستقل زانی تھے، شرابی تھے۔ جن کے مذہب میں مائیں بہنیں حلال تھیں، جن پر شیعہ اور سُنی دونوں ہزار بارہ سو سال سے لعنت کرتے چلے آرہے تھے۔ جو الفاظ اور افراد بطور گالی استعمال ہوتے تھے، یزید اور شمر

کہہ دینے پر جہاں مسلمان آمادۂ پیکار ہو جاتے تھے آج وہ نام فخریہ اختیار کیے جا رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آخر وہ مذہب اور اہل مذہب خود اپنے منہ سے اقبال کر کے مسلمانوں کے سامنے آ گئے ہیں۔ اُنہوں نے کھلے الفاظ میں حضرت علی اور امام حسین علیہما السلام کی مذمت اور توہین کی ہے اور ثابت کر دیا کہ وہ اُس مسلک سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جو آل محمدؐ اور خاندان نبوت کا مذہب تھا۔ وہ اُس مذہب کے پیرو ہیں جس میں جناب علیؑ مرتضیٰ پر (معاذ اللہ) تبرّا کیا گیا۔ ادھر شیعوں میں مولانا ڈھکو اینڈ کمپنی اُن کی در پردہ مدد کے بجائے اب کھل کر مدد کر رہی ہے۔ کئی ایک لاہوری ٹھیکیدار مذہب شیعہ کے پیرووٴں کو فنا کرانے کے لئے ساز باز اور ٹھیکیداری کر رہے ہیں۔ شیعوں کے عقائد کے خلاف بارہ سال سے لکھ رہے ہیں۔ اُن میں ایک ہاتھ سے یزید اینڈ کمپنی کے عقائد جاری کر رہے ہیں۔ دوسرے ہاتھ سے یزیدی گروپ کو ابھار رہے ہیں تا کہ وہ شیعوں کے خلاف محاذ بنائے۔ اخراجات کا ٹھیکہ اور الطاف و کرم ہائے بے شمار کے وعدے کئے گئے ہیں۔ محمدؐ و آل محمدؐ کی ہمہ قسمی عقیدت کو مسلمانوں اور دنیا سے ختم کر دینا طے کر چکے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے علمائے صالحین نے یزیدی گروپ کے خلاف اور علمائے شیعہ نے یزید کے ڈھکوی ٹولے کے خلاف بیسیوں کتابیں لکھی ہیں۔ شیعوں میں اس گروپ نے شیعہ لیبل کے ساتھ کیا کیا بدعقیدگی پھیلائی ہے؟ اس کی تفصیلات ہماری تصنیفات اور مضامین میں مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ یہی گروپ ہے جس نے تیسری صدی سے شیعوں کے یہاں ڈیرہ جمایا۔ مذہب شیعہ میں رہ کر، شیعہ عوام کی سرداری حاصل کی اور اپنے بزرگوں کی سو سالہ تبرا اور لعنت کی پالیسی کو شیعوں میں علی الاعلان پھیلایا تا کہ اہل سنت عوام کو چڑا چڑا کر متنفر کر دیا جائے اور نفرت کی بنا پر وہ شیعوں کا بائیکاٹ کریں۔ حق بات بھی شیعوں کے منہ سے نہ سنیں۔ اور نت نئے فسادات اور کمائی کے بہانے نکلتے رہیں۔ الغرض شیعہ عوام کے جو شیلے نوجوانوں کو اُس پُر امن تبلیغ سے ہٹا دیا جو آئمہ علیہم السلام نے تاکیداً بتائی تھی۔ اُنہوںؑ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اہل سنت کے ساتھ نہایت مدارات اور پیار سے رہنا، کسی کا دل نہ دکھانا، ہرگز ایسا کام نہ کرنا جس سے ہمارا مقصد اور صبر ضائع ہو جائے اور لوگ تمہارے خلاف محاذ بنا لیں۔ لیکن اس یزیدی گروپ نے عبادت اور عقیدے کو نظر انداز کر کے محض نفرت پھیلانے اور شیعوں میں اپنے شیعہ ہونے کا یقین جمانے کے لئے لعنت و تبرا کو سر بازار جاری کیا۔ جب یہ شیعہ حکومتوں میں قاضی القضات ہوتے تھے تو اُن کی سواری کے آگے آگے منادی تبرا و لعنت کرتا ہوا چلتا تھا۔ دوسرے ممالک کے شیعہ عوام فریادی درخواستیں بھیجتے تھے کہ تم اپنی حکومت میں یہ کچھ کر رہے ہو اور بدلہ میں یہاں ہم پر مظالم ہو رہے ہیں۔

المختصر اس یزیدی گروہ نے دونوں طرف کے عوام میں طرح طرح نفرت پھیلائی۔ اپنی اپنی کتابوں میں ایسے مسائل لکھے، ایسی غلط باتیں لکھیں جو مذہب شیعہ کے سراسر خلاف تھیں۔ یہی دشمن گروہ تھا جس کی وجہ سے مذہبِ شیعہ میں سینکڑوں غلط باتیں مشہور کی گئیں۔ مذہب شیعہ پر دوسری طرف کے یزیدی ٹولے نے جو اعتراضات کئے وہ سب شیعوں والے یزیدی ٹولے

کی لکھی ہوئی قابل اعتراض باتیں ہیں۔ وہ وہی باتیں ہیں جن کو آج ڈھکو خود شیعہ علما کے خلاف پیش کر رہا ہے۔ ہم نے طے کر لیا ہے کہ اِن دونوں قسم کے یا دونوں لیبلوں کے یزیدی ٹولوں کو منہ توڑ جواب دیں ذرا انہیں دو چار قدم اور چلنے دیجئے۔ ذرا کفر سازی کی مشین میں ہینڈل مارنے دیجئے کہ میں اُنکا بھٹا بٹھا دوں گا۔ اُنکا واسطہ علما سے نہیں بلکہ مقلدین اور شاگردوں سے پڑا تھا۔ ہم اُن سے وہ زبان بولتے ہیں جو اُن کی سمجھ میں آتی ہے۔ ہم امت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امت بحثیت مجموعی معصوم ہے۔ یہ علما بحثیت مجموعی خاطی ہیں۔ اُن کو آنحضرت اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے حکم دیا ہے کہ وہ کوئی حق بات بھی ایسی اور اس طرح نہ کہیں جس سے مومنین میں انتشار و اختلاف اور تفرقہ پھیل جائے۔ اُن کو بتایا گیا ہے کہ جس عمل اور عقیدے پر ساری امت بلا اختلاف قائم ہو اُس کو شرعی دلیل اور سو فیصد حق تسلیم کیا جانا چاہئے۔ اِس بات کو یہ گروہ اُس حالت میں تو مانتا ہے جب اُنہیں اپنی لیڈری چمکانا ہو۔ اسی لئے انہوں نے کثرت کے فیصلے کو حق قرار دیا مگر جب یہ دیکھتے ہیں کہ ساری امت بیاہ شادی میں گانے بجانے اور مسرت کو دوبالا کرنے میں متفق ہے وہ اُس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو ساری امت سرورِ دو عالم مانتی ہے، اُن سے اپنی مشکلات میں مدد طلب کرتی ہے تو یہ خبیث گروہ امت کے اس متفقہ عمل در آمد کو شرک کہتا ہے۔ اور اپنے عالمِ قرآن اور حافظِ حدیث ہونے کی دھونس اور دھمکی دیتا ہے۔ اُن سے کہئے کہ اوّل تو تم اپنے عالم ہونے کی نفی کر رہے ہو۔ اسلئے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کہ میری امت ہرگز باطل چیز پر متفق نہیں ہوسکتی (**لا تجتمع اُمّتِی علی الباطل**) کے منکر ہو۔ اور اگر پھر بھی تم عالم ہو؟ تو تم امت محمدیؐ کے عالم نہیں ہو اس لئے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت کے علماؑ بنی اسرائیل کے انبیّاء کی مانند ہوں گے (**علماء امتی کَاَنبیاءِ بنی اسرائیل**) اور تم لوگ بقلم خود خاطی و خطا کار ہو، بنی اسرائیل کے انبیّاء معصوم تھے۔ تم کرامات و معجزات والہامات سے محروم اور بدترین لوگ ہو۔ تم میں آپس میں بھی اتفاق واتحاد نہیں ہے۔ تم میں بعض نے بعض باتوں کو حرام قرار دیا تو دوسروں نے اسی حرام کو حلال کہہ کر اس پر عمل کیا۔ تم نے ایسے گندے اور گھنونے مسائل اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں کہ کفار و زانی و شرابی بھی انہیں پڑھتے ہوئے شرماتا ہے۔ تمہارا کچا چٹھا جلد اسی عدالت میں پیش کیا جائے گا جس میں تم اپنے کفر کا فتویٰ لے جاؤ گے۔ معاذ اللہ کہاں تم جیسے ننگِ انسانیت لوگ، کہاں انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام؟ تم نے اپنے گندے کردار سے لفظ مولوی، ملا اور علامہ کو گالی بنا دیا ہے۔ غالباً تمہیں اکبر بادشاہ کا قول یاد ہوگا کہ جب وہ کسی کی انتہائی توہین کرنا چاہتا تھا تو اسے ''**فقیہ**'' کہہ دیا کرتا تھا۔ تمہارے لئے ہی تو کہا گیا ہے کہ: ؎ مفتی دینِ نبیؐ فتویٰ فروش... اور... دین ملا فی سبیل اللہ فساد۔ اور پھر بھی اگر تم کسی ترکیب سے عالم ہو؟ تو تم ویسے ہی عالم ہو جیسے وہ علما تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو باغی اور واجب القتل قرار دیا تھا۔

بہر حال قارئین نوٹ کر لیں کہ علمائے زیرِ بحث کا مذہب اور ہے اُن سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُنکو سینکڑوں احادیث میں

سے صرف ایک حدیث سنا کر پھر ہمارا پیغام دے دو۔ اور وہاں اس تمہید کو ختم کر کے کلمہ اور نماز کے متعلق قرآن کریم اور احادیث کا فیصلہ سامنے لاؤ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی تھی کہ:۔

يَاتِى عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقِى فِيْهِم مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسمُهٗ وَمِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ، يَسَمُّونَ بِهٖ وَهُمْ اَبْعَدُ الناسِ مِنْهُ ؛وَمَسَاجِدُ هُمْ يَؤمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ الْبِنَاءِ، خرابٌ مِنَ الْهُدٰى، سُكَّانُهَا وَ عُمَّارُ هَا شَرُّ اَهْلِ الارض..(نہج البلاغہ حکمت نمبر 369) (فُقَهَاءُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ شَرُّ فُقَهَاءِ تحتِ ظِلِّ السَّمَاءِ مِنْهُمْ خَرَجَتِ الْفِتْنَةُ وَاِلَيْهِمْ تعُودُ..) مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَاِلَيْهِمْ تَاوِى الْخَطِيْئَةُ يَرُدُّوْنَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيْهَا وَيَسُوْقُوْنَ مَنْ تَاَخَّر عَنْهَا اِلَيْهَا ۔الخ (کافی کتاب الروضہ)

''انسانوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب تعلیماتِ قرآن میں سے کچھ بھی باقی نہ بچے گا صرف قرآن کے الفاظ محفوظ رہ جائینگے۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات فنا کر دی جائیں گی اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا۔لوگ مسلمانوں ایسے نام (جیسے محمد حسین مجتہد) رکھ لیا کریں گے۔ حالانکہ اسلام سے وہ لوگ سارے انسانوں سے بھی زیادہ دُور تر ہوں گے۔ اُس زمانہ میں اُن کی مسجدیں فنِ تعمیر اور آرائش کا نمونہ ہوں گی مگر ہدایت کے معاملہ میں کھنڈرات کی طرح ہونگی (یعنی آثار قدیمہ کی طرح ہدایت کی یاد دلایا کریں گی)۔ اُن مسجدوں کے باشندے (پیش نماز اور موذّن) اور اُنکی تعمیر اور آرائش کرانے والے لوگ رُوئے زمین کے تمام انسانوں سے زیادہ شر پسند ہوں گے۔ اور اُس زمانے کے فقہا (یعنی مجتہد و مفتی حضرات) اُن تمام فقہا سے زیادہ شر وفساد پھیلانے والے ہوں گے جو اِس آسمان کے نیچے اس وقت تک گزرے ہوں گے (یعنی شر پسند فقہا تو اِس آسمان کے نیچے ہمیشہ موجود رہے ہیں مگر وہ فقہا اُن سب سے نمبر لے جائیں گے اور فتنہ وفساد و گمراہی پھیلانے کا انتہائی ریکارڈ قائم کرینگے)۔ ہر قسم کا فتنہ وفساد اُن فقہا کے یہاں سے جاری کیا جائے گا اور اُس شر وفساد و فتنہ کا فائدہ پلٹ کر اُن فقہا کو ملے گا۔ اور ہر قسم کی غلطیاں اور گمراہ کن پالیسیاں اُن فقہا کی سرپرستی میں پروان چڑھیں گی جو کوئی اُنکے پھیلائے ہوئے فتنہ اور فساد کے جال سے نکل بھاگے گا اُسے گھیر کر واپس لائیں گے۔ جو کوئی اُنکے منصوبے میں داخل ہونے سے کترائے گا اُسے ڈنڈے سے ہانک کر دھکیل کر فتنہ وفساد میں شامل کریں گے۔'' (یہ ہیں وہ فقہا وعلما و مجتہدین جنکی کہانی بارہ سال سے لکھی جارہی ہے۔)

ج۔ مندرجہ وموصوفہ بالا علما کو ایک پیغام

اُن علما کو یہ تنبیہہ کر دیں کہ (1) تم ہر اُس بات میں تعاون کرو جس پر تم لوگوں کے علاوہ پوری اُمت (شیعہ اور اہل سنت شامل) متفق ہے۔ (2) جو پوری اُمت کے اتحاد و ہم آہنگی کا باعث ہو۔ ورنہ یہ نوٹ کر لو کہ ہم یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم دشمنانِ اسلام اور مسلمین ہو۔ تمہارا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں۔ تم خواہ شیعہ لیبل لگائے ہوئے ہو یا اہل سنت والجماعت میں اپنا اڈہ بنا رکھا ہو۔ تم دونوں کے بیان کردہ وہ تمام مسائل مردود ہیں۔ 1: جو اُمت کے متفقہ عقائد و عمل

کے خلاف ہوں یا 2: جن سے قرآن وحدیث، اللہ اور رسوؐل کی پوزیشن مجروح ہوتی ہو یا 3: جن سے دشمنانِ اسلام کو تقویت ملتی ہو۔ ہمارے پاس خود تمہاری تحریر سے ایسا ثبوت موجود ہے جو تمہیں ہر عدالت کے سامنے مجرم اور اسلام کے خلاف ایک باطل پرست گروہ ثابت کرے گا۔ لہٰذا تم پوری قوت اور باطل کی ساری حمایت اور بصیرت سے کفر سازی کی مشین چلاؤ۔ ہم نے تمہیں وہ نکات بھی قبل از وقت بتا دئے ہیں جو ہم تمہارے خلاف استعمال کریں گے اور تمہیں تمام شیعہ وسُنی ممالک اور حکومتوں کے سامنے ذلیل وخوار کریں گے۔ انشاء اللہ ثم شاءَ محمدؐ وآلِ محمد صلی اللہ وآلہ وسلم۔ (اگر اللہ اور پھر محمدؐ نے بھی چاہا)

(الف) کلمہ میں عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ کب سے اور کیوں ہے؟

ہم نے قارئین کو مختصراً یہ بتا دیا ہے کہ دشمنانِ اسلام نے اسلام اور مسلمانوں کو مندرجہ بالا حدیث کے مطابق گمراہ کرنے اور تمام سابقہ نقوش وتعلیمات قرآن ورسولؐ وآلِ رسوؐل وصحابہ کرام علیہم السلام کو دریا برد کرنے کے لئے احادیث وتفاسیر کی ہزار در ہزار کتابوں کو فنا کر دیا تھا۔ لیکن یہ ایک بولتا چالتا معجزہ ہے کہ ہم اُن دشمنانِ اسلام کے ہر سوال کا جواب قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود پاتے ہیں۔ لہٰذا ہم پہلے شیعہ ریکارڈ پیش کریں گے۔ پھر اہل سنت کے علمائے صالحین کے یہاں سے ثبوت لائیں گے۔

1۔ کلمہ کی ابتدا ازلی وکائناتی ہے

(1) قرآن کریم سے ابتدا کیجئے

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کلمہ کی ابتدا ازلی وکائناتی ہے۔ تعلیماتِ خداوندی کی ابتدا نہ صرف انسانوں میں بلکہ پوری کائنات میں اسی زیر گفتگو کلمہ سے ہوئی تھی۔ قارئین کرام نہایت صبر وتحمل سے ہمارے بیانات کا مطالعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اللہ نے اپنی ہدایات وتعلیمات کس طرح اور کب شروع کی تھیں؟ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ o اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ o وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ o (اعراف 7/172-174)

تخلیق آدمؑ سے بھی کہیں بہت پہلے" اور اے نبیؐ، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا تھا اور اُنہیں خود اُن کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔" یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے" یا یہ نہ کہنے لگو کہ "شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو

اُن کی نسل سے پیدا ہوئے، پھر کیا آپ ہمیں اُس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا؟"۔ دیکھو، اس طرح ہم نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں...." (ترجمہ علامہ مودودی تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 99-95)

اس آیت کی تشریح میں علامہ نے چار نوٹس لکھے اور دو صفحات کے لمبے بیانات دیئے ہیں۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو دل چاہتا ہے کہ ہم سب کچھ نقل کر دیتے۔ بہر حال وہ اس آیت کے مقصد کو ٹھیک سمجھے اور بہت عمدہ ترجمانی کی ہے۔ ہم اختصار کے باوجود اُن کا نوٹ نمبر 135 آپ کے سامنے ضرور رکھتے ہیں تا کہ آیت کے مقصد پر روشنی پڑ جائے اور تمام آنے والے بیانات از خود واضح ہو جائیں لکھا ہے کہ:۔

"135: اس آیت میں وہ غرض بیان کی گئی ہے جس کیلئے ازل میں پوری نسلِ آدم سے اقرار لیا گیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو لوگ اپنے خدا سے بغاوت اختیار کریں۔ وہ اپنے اِس جرم کے پوری طرح ذمہ دار قرار پائیں۔ اُنہیں اپنی صفائی میں نہ تو لا علمی کا عذر پیش کرنے کا موقعہ ملے اور نہ وہ سابق نسلوں پر اپنی گمراہی کی ذمہ داری ڈال کر خود بری الذمہ ہو سکیں۔ گویا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اس ازلی عہد و میثاق کو اس بات پر دلیل قرار دیتا ہے کہ نوعِ انسانی میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اللہ کے اِلہِ واحد اور ربِّ واحد ہونیکی شہادت اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور اس بنا پر یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی شخص کامل بے خبری کے سبب سے، یا ایک گمراہ ماحول میں پرورش پانے کے سبب سے اپنی گمراہی کی ذمہ داری سے بالکلیہ بری ہو سکتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 97)

ہم اس آیت اور اس نوٹ سے صرف اتنا سمجھنا اور سمجھانا چاہتے ہیں کہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان سے تخلیق انسانی سے پہلے ایک ازلی عہد و میثاق لیا گیا تھا اور اس عہد و میثاق میں انسانوں سے اللہ کی ذات اور توحید پر اقرار اور شہادت لی گئی تھی۔ یعنی کلمہ اور تشہد کی اوّلین چیز کا اقرار کرایا گیا تھا۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اُس وقت پورے کلمہ کا اقرار کیوں نہ لیا گیا؟ ساتھ ہی یہ بھی یہیں نوٹ کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مخصوص لوگوں کے سوا باقی عامۃ الناس کو سب سے پہلے صرف کلمہ کی اسی پہلی شہادت کی طرف دعوت دی تھی۔ یعنی آپ نے اپنے عام مخاطبوں سے یہ فرمایا تھا کہ: قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ وَتُفْلِحُوْا۔ تم یہ اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور فلاح یافتہ ہو جاوَ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابتدا میں آنحضرتؐ کی نبوت پر شہادت کو عمومی صورت نہیں دی گئی تھی۔ یہ سمجھ لینے کے بعد اب حدیث ملاحظہ ہو، تا کہ اس ازلی معاہدہ اور کلمہ وتشہد پر مزید تفصیل مل جائے۔

(2) تخلیقِ کائنات سے پہلے محمدؐ وآل محمدؐ سے تخلیق کی ابتدا ہوئی

اِس عنوان کی سینکڑوں احادیث میں سے ایک حدیث ملاحظہ فرمالیں۔ چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام وہ نظارہ پیش فرماتے ہیں جب کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ اللّٰہ کَانَ اِذْ لَا کَانَ ۔فَخَلَقَ للْکَانَ وَالْمَکَانَ وَخَلَقَ نُوْرَ الْاَنْوَارِ الَّذِیْ نَوَّرَتْ مِنْہُ الانوار وَاَجْرَیٰ فِیْہِ من نورہ الذی نَوَّرَتْ مِنْہُ الانوار وھُوَ النُوْرُ الَّذِیْ خَلَقَ مِنْہُ مُحَمَّدًا و عَلِیًّا فَلَمْ یَزَالَا نُوْرَیْنِ اَوَّلَیْن؛اِذْلَا شیءٍ کَوَّنَ قَبْلَھُمَا، فَلَمْ یَزَالا یجریان طاھرین مطھرین فی الاصلاب الطاھرة حَتّٰی افترقا فی اَطْھَرِ طَاھِرِیْن فی عبداللّٰہ وابی طالب علیھما السلام۔(اصول کافی کتاب الحجة باب مولد النبیؐ حدیث نمبر 9)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ جب بھی موجود تھا جب کچھ نہ تھا۔پس اُس نے گنجائش مکانی پیدا کی اور تمام نوروں کا ماخذ یعنی بنیادی نور پیدا کیا۔جس سے ہر نور منور ہو گیا۔اوراس نورانی جمگھٹے میں اپنا وہ نُور جاری کر دیا جس سے وہ تمام انوار تابانی حاصل کرتے رہیں۔اور وہی وہ نورؐ تھا جس سے محمدؐ اور علیؑ کو پیدا کیا تھا۔یہ دونوں اوّلین انوار برابر قائم و برقرار رہتے چلے گئے۔حالانکہ اُس وقت تک سلسلہ تکوین وتخلیق کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔چنانچہ یہ دونوں انوار جو پاک و پاکیزہ اور دوسروں کو پاک کرنے والے تھے۔برابر پاک و پاکیزہ لوگوں کے اصلاب میں منتقل ہوتے ہوئے چلے یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر پاک اصلاب عبداللہ اورابی طالب علیہما السلام میں پہنچنے کے لئے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔''

(3) کائنات کی تخلیق اور مکمل کلمہ وتشہد کی منادی یا اذان

اس حدیث میں نور محمدیؐ اور نور علویؑ کی تخلیق کے ساتھ ہی یہ بھی دکھا دیا گیا کہ وؐہ جس خدائی راستے سے اپنے جسمانی وجود تک پہنچے وہ راہ کفر وشرک و مادی غلاظت و کثافت سے پاک تھی۔یہاں وہ علما سر جھکائے ہوں گے جو آنحضرؐت اور حضرت علی علیہما السلام کے ماں باپ یا دادا پردادا کو اپنی طرح کے کافر ثابت کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔اب ایک اور حدیث سنئے جو تخلیقِ کائنات کی ابتدا پر روشنی ڈالتی ہے۔پھر جناب امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّا اَوَّلُ اھلبیت نَوَّہُ اللّٰہ بِاَسْمَائِنَا ۔اِنَّہُ لَمَّا خَلَقَ السماوات والارض امرمنادِیًا فَنَادی اَشْھَدُ اَنَّ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ثَلاثًا۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ثَلاثًا۔ اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا امیر المؤمنین حقًّا۔ثَلاثًا۔(ایضاً حدیث نمبر 8)

''ہم وہ اوّلین اہلبیت نبوؐۃ ہیں۔جن کے ناموں کو اللہ نے بلند ترین رفعت عطا کی ہے۔یقیناً جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تو ایک منادی کرنے والے کو اعلان کرنے کا حکم دیا جس نے تین مرتبہ پکارا کہ:۔

1: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' پھر تین دفعہ اعلان کیا کہ:۔

2: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔'' پھر تین بار منادی کی کہ:۔

3: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ مومنین کے حقیقی امیر علیؑ ہیں۔''

قارئین ذرا تصور کریں کہ یہ کلمہ وہ ہے جو حضرت آدمؑ اور بنی آدم سے کروڑوں سال پہلے پوری کائنات کے استحکام کے لئے

فضاؤں ہواؤں اورکرہ ہائے ارضی وسماوی میں گونجتا چلا گیا۔اورتکوین کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔یہی وہ تشہد ہے جس کی معجزنما داخلی قوت سے کائناتی ارتقا جاری ہے۔یہی وہ وحی ہے جس کا ذکر قران کریم یوں کرتا ہے کہ:۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ۔الخ (حٰمٓ سجدہ 41/12)

''اللہ نے آسمانوں کو سات کی تعداد میں پابند کردیا دوروز کے اندر اندر۔اور تمام ہی آسمانوں میں اُن سے متعلق احکام کی وحی کردی اور دنیا کے آسمان کو چراغوں سے سجادیا۔''

یہی وہ کلمہ تھا جس کی اطاعت کو ساری کائنات کا مرکز یا خط استویٰ بنایا تھا چنانچہ فرمایا گیا کہ:۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَo (حٰمٓ سجدہ 41/11)

پھر وہ آسمانوں کی مرکزی تنظیم پر متوجہ ہوا جب کہ آسمان دھوئیں کی سی حالت میں ہیں۔چنانچہ آسمانوں اور زمینوں کو حکم دیا کہ تم خوشی سے یا ناگواری سے اطاعت کیلئے آمادہ رہو۔دونوں نے عرض کیا کہ ہم برضا ورغبت اطاعت کے لئے حاضر ہیں۔

یہ ہے اللہ کا انتظام جو اِس کے نبیؐ مطلق اور ولی اور حاکم حقیقی سے وابستہ ہے۔یہ معنی ہیں سرورِ کائنات اور اشرفِ موجودات اور رحمۃ للعالمین کے۔یوں ہیں جناب علی مرتضیٰ مشکلکشا اس کائنات کے۔اسی لئے ایک اہل سنت بزرگ نے فرمایا تھا کہ:۔

زمانہ برسر جنگ است یا علیؑ مددی ۔۔۔ کمک زغیرِ تو ننگ است یا علیؑ مددی

کشود کارِ دو عالم بیک نگاہ تُست ۔۔۔ بکارِ من چہ درنگ است؟ یا علیؑ مددی

''اے مولا علیؑ سارا زمانہ میرے ساتھ برسرپیکار ہے اُس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیں۔آپ کے مخالفوں سے مدد طلب کرنا میری بےعزتی ہے آپ ہی میری مدد کریں۔اُن دوجہانوں کا کاروبار آپ کی ایک نگاہ پر منحصر ہے۔لہٰذا میرا معاملہ آپ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں۔پھر میری مدد میں کیا رکاوٹ ہے؟ میری مدد فرمایئے۔'' یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ کائناتی اور ازلی اور ہمہ گیر اسلامی کلمہ یہ ہے:۔ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔عَلِیٌّ اَمیرالمؤمنین (علیھما السلام)۔باقی بہت ہے۔

(4) تمام ملائکہ وارواح اور انبیاؑ کا کلمہ

قارئین کرام نے پچھلے عنوان میں کائنات کا تخلیقی اور عالمگیر کلمہ ملاحظہ کیا تھا۔اب یہ دیکھئے کہ انسانی تخلیق شروع ہونے سے بہت پہلے اُسی کلمہ کا اقرار کرنے والوں میں تمام ملائکہ نے اور ملائکہ کے برابر اور مرتبہ میں بڑھی ہوئی ایک اور مخلوق، جسے روح کہا گیا ہے، نے اور تمام انبیاؑ نے بھی اقرار کیا تھا۔تاکہ تعلیمات خداوندی پہنچانے میں اور تقسیم کار میں ملائکہ اور ارواح و انبیاؑ و حکومتِ علویہؑ کو ہمیشہ مدنظر رکھا جاسکے۔یہ تمام تفصیلات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرمارہے ہیں۔

''میں نے اُن تمام ذمہ داریوں اور تعلیمات کو اختیار کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے لازم کی گئی ہیں۔اور اُن تمام

چیزوں کو رد کر دیا ہے جو اُن کے نظام کے خلاف تھیں۔اللہ نے اپنے تمام فضل سے وہ سب کچھ علیؑ کے لئے جاری کیا جو محمدؐ کے لئے جاری کیا تھا۔اور ظاہر ہے کہ اللہ کی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اور مکمل فضل خداوندی محمدؐ کے ساتھ وابستہ تھا۔اور جو شخص حضرت علیؑ کے احکام وفضائل کو نہ مانے یا پس وپیش کرے وہ یقیناً اللہ ورسولؐ کی نافرمانی وشرک ہے۔علیؑ تو اللہ کی طرف سے وہ وسیلہ اور دروازہ تھے کہ جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے ملتا ہے وہ اُن ہی سے ملتا ہے۔اور علیؑ وہ مسلک اور اللہ کا وہ راستہ ہیں کہ جو کوئی اُسے اختیار کرے اور اُس راہ پر چلے وہ اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے۔اور جو الگ رہتا ہے گمراہ وتباہ ہو جاتا ہے۔اور یہی پوزیشن آئمہ معصومین علیہم السلام کی اپنے اپنے زمانہ میں ہے۔اللہ نے اُن سب کو زمین کو سنبھالے رکھنے کی ذمہ داری دی ہے تاکہ وہ تباہ کن حرکت ورفتار اختیار نہ کر سکے۔اور اُن کو تمام اہل زمین پر اپنی حجت بنایا ہے۔اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف سے جنت اور دوزخ میں بھیجنے کا مختار ہوں۔میں حق و باطل کا فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بزرگ ہوں۔میں مخلوق کے جمع ہونے کی منزل ہوں۔میں صاحب فراست اور مخلوق کو مشخص وممیّز کرنے والا ہوں۔

وَلَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جمیع الملائِکۃ والرّوح والرّسل بمثل مَا اَقَرُّوْا بہ لمُحَمَّد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ۔

اور یقیناً میری اس پوزیشن کا ملائکہ اور روح اور تمام رسولوں نے اُسی طرح اقرار کیا ہے جس طرح اُن سب نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اقرار کیا تھا۔‘‘(کافی کتاب الحجۃ باب ان الآئمۃ ھم ارکان الارض حدیث 1)

یہ حدیث مسلسل آگے بڑھتی اور فضائل محمدؐ وآل محمدؐ بیان کرتی چلی گئی ہے۔اس سے اگلی حدیث میں جہاں مولا علی علیہ السلام کے فضائل نئے انداز میں بیان ہوئے ہیں وہاں کلمہ کے اقرار کا یہی جملہ پھر آیا ہے۔

لَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جمیع الملائِکۃ والروح ۔۔۔۔الخ۔(ایضاً حدیث 2)

(5) اس کائنات کا پہلا ہفتہ اور پہلا جمعہ اسی کلمہ سے موسوم ہوا تھا

کَیْفَ سَمّیت الجمعۃ ؟ قال: اِنَّ اللّٰہ عزّوجلّ جَمَعَ فِیْھَا خَلْقِہٖ لِوَلَایَۃِ مُحَمَّدٍ وَّ وَصِیّہٖ فِی المیثاق فَسَمَّاہُ یوم الجمعۃ لجَمْعَہُ فِیْہِ خَلْقِہٖ۔(فروع کافی کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلتہ حدیث 7)

امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال ہوا کہ جمعہ کے دن کا نام جمعہ کس لئے رکھا گیا ہے۔فرمایا کہ اللہ نے جس روز اپنی تمام مخلوقات کو جمع کر کے اُن سے محمدؐ اور اُن کے وصی علیؑ کی ولایت پر عہد لیا تھا۔اُس دن کا نام اس لئے جمعہ رکھا تھا کہ وہ ساری مخلوق کے جمع ہونے کا دن تھا۔‘‘

قارئین نے ابتدا ہی میں قرآن اور علامہ مودودی کے بیان سے دیکھا تھا کہ تخلیق آدمؑ سے کہیں پہلے تمام اولادِ آدم سے اقرار ربوبیت ووحدانیت لیا گیا تھا۔اسی اقرار وعہد کو اس حدیث میں میثاق کہہ کر یہ واضح کیا گیا کہ اس معاہدہ میں صرف اولاد آدم ہی

نہ تھی بلکہ اللہ کی ساری مخلوق نے توحیدِ خداوندی، نبوۃ محمدؐیہ اور ولایۃ علویہؑ کا عہد کیا تھا۔

(6) اقرار ربوبیت ووحدانیت میں پورے کلمہ کا اقرار شامل تھا

امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہنے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ:۔

قال: اللّٰہ سَمَّاهُ وھٰکذا انْزَلَ فی کتابه وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِی آدم مِن ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ واَشْھَدَ ھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؟وَاَنَّ محمدً ا رَسُوْلِیْ وَ اَنَّ عَلِیًّا امیر المؤمنین۔ (کافی کتاب الحجة باب نادر حدیث 4)

علیؑ کو امیر المومنین کا لقب خود اللہ نے دیا ہے اور اسی لئے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جب تیرے پالنے والے نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی ساری ذریت کو باہر نکال کر حاضر کیا اور اُن کو خود اُن کے اقرار پر گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور یہ کہ کیا محمدؐ میرا رسوؐل نہیں ہے؟ اور یہ کہ کیا علیؑ تمام ایمان لانے والوں کے حاکم اور امیر نہیں ہیں؟

قارئین غور فرمائیں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام آیت میثاق (اعراف 174-7/172) اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی تفسیر میں نبوت وولایت کو شامل بتاتے ہیں۔ اور کلمہ زیرِ نظر کا ثبوت قرآن کریم سے پیش فرماتے ہیں۔ اور مندرجہ بالا تمام احادیث اعلانِ ولایت مرتضوی کو روزِ ازل سے ہمہ گیر حقیقت اور اسلام کی اوّلین تعلیم ثابت کرتی ہیں۔

2۔ اہل سنت ریکارڈ مکمل کلمہ پر طرح طرح سے متفق ہے

(الف) یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ تخلیق کائنات اور تخلیق محمدؐ وآل محمدؐ پر اہل سنت ریکارڈ میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ اس کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ تاریخی حالات اور احادیث کا جمع کرنا چونکہ حکومت کے ماتحت تھا۔ اور حکومتوں کی بنیاد اور اُن کی پالیسی اُن ہی لوگوں کے زیرِ اثر تھی جو یزید اور اُس کے بزرگوں کی حمایت میں دین کے اصول وقواعد بدلنا ضروری سمجھتے تھے۔ وہ لوگ نہ چاہتے تھے کہ محمدؐ وآل محمدؐ کا صحیح مقام ومقصد سامنے آسکے۔ ورنہ انہیں حکومت وخلافت سے دست برداری پر مجبور ہونا پڑتا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ ہر حکومت یہ نہ چاہتی تھی کہ محمدؐ وآل محمدؐ کے متعلق اُن احادیث کو زبان پر لایا جائے جن سے اُن کے آباؑ واجدادؑ مومن ثابت ہوں یا جن احادیث سے اُنؑ کے بے پناہ ولامحدود علم کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ ہر وہ حدیث دنیا سے غائب کردی جائے جس سے محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اپنے صحابہ یا دانشورانِ عرب سے برتر وقدیم تر ومعصوؐم ونوری ثابت ہوتے ہوں۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر کئی ایک صحابہ اور راویانِ حدیث کو کوڑوں کی اور طرح طرح کی اعلانیہ اور خفیہ سزائیں دینا تاریخ وحدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ خود بعض صحابہ کا بیان موجود ہے کہ اس مقصد کے دباؤ سے انہیں اپنی وہ کتابیں اپنے ہاتھ سے جلانا پڑیں جو اُنہوں نے خود رسولؐ اللہ سے سنی ہوئی حدیثوں کو جمع کرنے میں لکھی تھیں۔ اسی مقصد کے لئے اُن صحابہ کو جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ صحبت پائی اور زیادہ حدیثیں یاد کی تھیں مدینہ سے

باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جولوگ اُن کے علاوہ باہر جاتے تھے اُنہیں حکم دیا جاتا تھا اور اُن پر نگرانی کی جاتی تھی کہ سوائے قرآن کی آیات کے ہرگز حدیثِ رسولؐ زبان پر نہ لائیں۔ ایسا مخالف ماحول پیدا کر دیا گیا تھا کہ خود جناب علی مرتضٰی علیہ السلام عبداللہ ابن عباس سے یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ دیکھوتم اُن لوگوں سے بحث کے دوران حدیثِ رسولؐ کو معیار بحث نہ بنانا۔ اور ایسی خودساختہ باتیں عام کی جارہی تھیں کہ حضرت علیؑ کو ایک پوری تقریر (خطبہ) ہی یہ بتانے کے لئے کرنا پڑی کہ احادیث کے نام پر جو کچھ مخالف محاذ کی طرف سے بیان ہورہا ہے وہ سب ناقابل اعتبار ہے۔ اور گویا یہ فرمانا چاہا ہے کہ مجھ سے یا میری مثل کے لوگوں سے تصدیق کرائے بغیر حدیث کے نام سے کچھ بھی قبول نہ کرو (نہج البلاغہ)۔

ادھر یہ اسکیم جاری رہی اور اُدھر ہر حکومت نے اُن لوگوں کو سزائیں دیں جو علیؑ و اولادِ علیؑ سے ملتے اور تعلق رکھتے تھے۔ تاریخ اسلام ایسے لوگوں کے قتلِ عام، جلاوطنی اور بائیکات کے واقعات سے لبریز ہے۔ اس قسم کے اسباب تھے جنکی بنا پر احادیث کا مکمل ریکارڈ اہل سنت کے علما مکمل کرنے سے معذور رہے۔ جو کچھ سینہ بسینہ پشت بہ پشت پہنچ سکا اسکو جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں اہل سنت کے علمائے صالحین نے بڑی محنت اور قربانیوں کا ثبوت دیا ہے۔ جس ماحول میں اہل بیتؑ سے محبت کا اظہار حکومت سے بغاوت اور رافضی ہونے کا ثبوت رہا ہو وہاں امام شافعی کا یہ اعلان کتنا جرأت مندانہ اور قابل قدر ہے کہ:۔

''اگر اہل بیتؑ سے محبت باغی یعنی رافضی ہونے کا ثبوت ہے؟ تو جن وانس دونوں گواہ رہیں کہ میں رافضی یعنی باغی ہوں۔''

چونکہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کو ہمیشہ جیل یا گھر کی چاردیواری میں نظر بند رکھا جاتا رہا۔ اس لئے اُن کے حالات نے خود بخود ایک ایسی تحریک شروع کر دی جس نے اُدھر احادیث کے ذخیرہ کو جمع کیا اور زیرزمین منصوبوں سے مخالف حکومتوں کا زور توڑا۔ دینی تصورات کو اندر ہی اندر اُمت میں پھیلایا اور اُس مذہب کی نقاب کشائی کی جو حکومت کی قوت سے نافذ ہوتا چلا آرہا تھا۔ اس تحریک تشیّع کے ایک شعبہ کا نام ہے ''تصوف''۔ بہرحال جو کچھ اہل سنت کے حقیقی علما کو ملا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

(1) تخلیقِ آدمؑ سے قبل تمام انسانوں پر علیؑ کی امارت کا اقرار لازم کیا گیا

جناب ابوہریرہؓ وہی راوی اور صحابی ہیں جن کو ناپسندیدہ احادیث بیان کرتے رہنے پر کوڑوں سے پٹوایا گیا تھا۔ وہی بیان کرتے ہیں کہ:۔

قال: قِيْلَ يَا رَسولَ اللّٰه مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّة ؟قَالَ النّبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم: قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ آدَم و نَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَقَالَ: واِذْ اَخَذَ رَبّكَ مِن بَنِیْ آدم مِن ظُهُورِهِم ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَ هُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ ۔اَلَسْتُ بربّكم قَالُوْا بَلٰى ۔فَقَالَ اَنَا ربّكُمُ الْاَعْلٰى وَ مُحَمَّدٌ نَبِيُّكُمْ و عَلِیٌّ امیر کم (مودۃ القربیٰ)

آنحضرتؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نبوت آپؐ کے لئے کب واجب ہوئی تھی؟ نبیؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کی تخلیق اور اُن میں

روح داخل کرنے سے پہلے واجب ہوئی تھی۔ اور فرمایا کہ اور جب بھی میری نبوت واجب ہوئی تھی۔ جب اللہ نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی پوری ذریت کو باہر نکال کر حاضر کیا اور اُن کو خود اُن کے اقرار پر گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اُنہوں نے جواب میں کہا کہ کیوں نہیں یقیناً تُو ہمارا رب ہے۔ چنانچہ اللہ نے اُن کو بتایا کہ میں تم سب کا ربُّ الاعلیٰ ہوں۔ اور محمدؐ تمہارے سب کے لئے نبیؐ ہیں اور علیؑ ساری نوع انسان (مع انبیاؑ) کے امیرؑ ہیں'' یعنی:

1 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه 2 مُحَمَّدٌ نَبِیُّ اللّٰه ۔ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِین۔ (مودۃ القربیٰ، سید علی ھمدانی)

(2) کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جنتیوں کے لئے کلمہ

قارئین دشمنانِ اہل بیتؑ سے وہ ثبوت اور ریکارڈ پیش کرنے کیلئے چیلنج کردیں جس میں اُنکے دعویٰ کے مطابق محض توحید و نبوت پر کلمہ کو محدود و منحصر کرنے کا ایسا ثبوت موجود ہو جیسا کہ ہم پیش کررہے ہیں یا جس ریکارڈ میں علیؑ ولیّ اللّٰہ کی یا ولایت کی نفی کا حکم دیا گیا ہو۔ اور ہم قبل از وقت بتا دیں کہ وہ قیامت تک اپنے دعویٰ میں کاذب اور فریب ساز ثابت ہوں گے۔ آیئے جنتیوں کے لئے ازلی وابدی کلمہ سنئے:۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ و آله وسلم مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ محمدٌ رسول اللّٰهِ عَلِیٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰه قبل اَنْ یَّخْلقَ بِاَلْفی عام۔ (صحاح ستہ کی کتابیں اور مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے سے جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے 1 لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه 2 محمدؐ رسول اللّٰه اور عَلِیٌّ اَخ رسول اللّٰه ۔ کوئی اور معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ محمدؐ اللہ کے رسوؐل ہیں اور علیؑ رسوؐل اللہ کے بھائی ہیں۔

اب دشمنانِ اسلام سے کہہ دیں کہ اگر تم منکر ہو تو یقیناً تم ایسی جنت میں نہیں جاسکتے جسکے دروازہ پر مکمل کلمہ لکھا ہوا ہو۔ لہٰذا جتنا جلد ہوسکے توبہ کرو ایمان کو مکمل کرو نہ معلوم کب مرجاؤ اور جہنم کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور شیعہ وسُنی دونوں سے خارج ہو جاؤ۔ اور سنو:۔

(3) عرشِ خداوندی پر مُقرّبانِ بارگاہ خداوندی کا کلمہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ علیه و آله وسلم لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمآءِ اِذاً عَلَی الْعَرْش مَکْتُوْبٌ لا اِلٰه اَلّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رسول اللّٰه ۔ اَیَّدتُّهُ بِعَلِیٍّ ۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں جب مجھے آسمانوں پر لے گئے اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ عرش پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ جن کی تائید میں نے علیؑ کے ذریعہ سے کی ہے۔'' (کتاب شفا قاضی ابوالفضل اور فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا وغیرہ)

دشمنانِ اسلام! اہلِ سنت کا ایک اور کلمہ سنیں:۔

(4) حضرت آدمؑ نے آنکھ کھولتے ہی کونسا کلمہ پڑھا تھا؟

مناقب خطیب اور دیگر کتب میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جب اللہ نے آدمؑ میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدمؑ کو چھینک آئی اور کہا کہ الحمد للّٰہ ۔اللہ نے فرمایا کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے۔لہٰذا مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر مجھے اپنے دوخاص بندوں کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تجھ کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔

قال آدم يَا اِلٰهِیْ يَكُوْنَانِ مِنِّیْ؟ قَالَ نَعَمْ يا آدم اِرْفَعْ راسك وَانْظُرْ فَرَفَعَ رَاسَهٗ فَاذاً مَكْتُوْبٌ عَلَى الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحمدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَعَلِیٌّ مُقِيْمُ الْحُجَّةِ۔ (مناقب خطیب؛مودۃ القربیٰ)

آدمؑ نے عرض کیا کہ اے خدا کیا وہ دونوں بندے مجھ سے ہوں گے؟ فرمایا ہاں تجھ ہی سے ہوں گے۔اے آدمؑ اپنا سر بلند کر کے اوپر دیکھو۔آدمؑ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔محمدؐ رحمت کے نبیؐ ہیں۔اور علیؑ خدا کی حجت کو قائم رکھنے والے ہیں۔

قارئین کرام کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس طرح تسلسل اور قوت کے ساتھ اُمت کے ریکارڈ سے اس حقیقی،ازلی،کائناتی اور اسلامی کلمہ کے خلاف ایک لفظ بھی حدیث اور قرآن سے پیش کر سکے۔رہ گئے اسلام کے مخالف علما کے اپنے ذاتی اقوال اور فیصلے اور اُن کا اجماع وہ مسلمانوں کے نزدیک مردود وملعون ہیں۔قرآن اور حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مومنین کے لئے ناقابلِ توجہ ہیں۔

(5) معراج کی رات میں کلمہ کا ایک اور نظارہ

قال النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم رَاَيْتُ ليلة اسری بی مُثْبِتًا عَلٰى ساق العرش اِنِّی اَنَا اللّٰهُ غَرَسْتُ جَنَّةَ عَدَنٍ محمد صفوتی من خلقی اَيَّدْ تُهٗ بِعَلِیٍّ۔ (حلیۃ الاولیاء)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں معراج کے لئے عرش پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عرش کے کنارے پر لکھا ہوا ہے کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں میں نے ہی جنت کو پیدا کیا محمدؐ میرے خالص نمائندہ ہیں۔میں نے اُن کی تائید علیؑ کے ساتھ کی ہے۔''

(6) کلمہ کب مکمل طور پر سامنے آیا؟

قارئین نے بنی آدم کا آدمؑ کی تخلیق سے پہلے معاہدہ کئی دفعہ دیکھا ہے۔یہاں پھر اُس معاہدہ کو دوسرے الفاظ میں ملاحظہ

فرمائیں۔آنحضرتؐ اپنے دورِ نبوت میں علیؑ کے دشمنوں کے لئے فرماتے ہیں کہ:۔

قال النبیؐ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَتٰی سُمِّیَ عَلِیٌّ امیر المؤمنین، ما انکروا فضله سُمِّی بذ لك و آدم بین الروح والجسد قال اللّٰه اَلَسْتُ بربکم قالوا بَلٰی فقال اَنا ربکم محمدٌ نبیّکم وَعَلِیٌّ اَمِیْرُکُمْ۔

اگرلوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ علیؑ کو امیرالمومنین کب سے اورکس نے مقررکیا ہےتو ہرگز اُن کی بزرگی کاانکارنہ کرتے۔علیؑ کا یہ لقب اُس وقت سے معلوم ہے جب آدمؑ ابھی روح اور جسم کے درمیان تھےاوراللہ تعالٰی نے کہا تھا کہ کیامیں تمہارارب نہیں ہوں اور پوری نوع انسان نے مانا تھا کہ ہاں تو ہمارارب ہے۔تب اللہ نے بتایا تھا کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں اور محمدؐ تمہارا نبی ہےاورعلیؑ تمہارا امیر ہے۔(فردوس الاخبار)

(7) مُلاں جی اب تو یہ کلمہ پڑھنا ہی پڑے گا

قارئین اس زیرِقلم حدیث کو پڑھ کر یہ سوچیں کہ دشمنانِ اسلام درحقیقت تحقیقِ حق نہیں چاہتے بلکہ وہ اپنی دشمنی اور بغض میں وہ حدود پار کر چکے ہیں ۔ جہاں ضمیرحق کوقبول نہ کرنے پرملامت کرتا ہے۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے قرآن کریم نے یہ فرمایا تھا کہ اُن کی آنکھوں پر پردے ہیں۔دلوں پرمُہریں لگی ہوئی ہیں۔ سنئے کتنی واضح اور مفصل حدیث ہے جس سے عرب کے کافرایمان لائے مگروہ لوگ جوروزازل سے دشمنانِ خدااوررسولؐ تھےوہ پھربھی نہ مانے۔

قَالَ النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم یا علی اِنّی رَأَیتُ اِسْمَكَ مقرونًا باسمی فی اربعة مواطن فَاَ نَسِیْتُ بالنظر انّه لمّا بلغتُ بیت المقدس فی معراجی الی السَّماءِ وَجَدْت صخرة بها مکتوبٌ علیها لا الٰهَ الّا اللّٰه محمدٌ رسول اللّٰه ایّدْ تهُ بوزیره و نَصَرْتُهٗ بوزیره فقلت لجبرئیل وَمن وزیری؟ فقال علی بن ابیطالب فلمّا انتهیتُ اِلٰی سدرة المنتهٰی وجدت مکتوبًا علیها اِنّی انا اللّٰهُ لا اله الا انا وحدی و محمدٌ صفوتی من خلقی اید ته بوزیره ونَصَرْتُهٗ بوزیره فقلت لجبرئیل ومن وزیری قال علی بن ابیطالب فلمّا جا وزتُ سدرة المنتهٰی وانتهیت اِلٰی عرش رب العالمین وجدت مکتوبًا عَلٰی قوائِمه انّی انا اللّٰه لا اله الا انا و محمدٌ حبیبی مِن خلقی اید ته بوزیره فلما هَبَطتُّ الی الجنة وجدت مکتوبًا علٰی باب الجنة لا اله الّا اللّٰه محمدٌ حبیبی من خلقی اید ته بوزیره ونَصَرْتَهٗ بوزیره۔(مودۃ القربٰی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ میں نے چارجگہ تیرانام اپنے نام کےساتھ بلا فاصلہ لکھا ہوا دیکھا ہے اورمیری نظروں کو بہت مانوس معلوم ہوا۔جب میں آسمانی بیت المقدس میں معراج کے لئے پہنچا تو وہاں دہلیز پرلکھا ہوا دیکھا کہ کوئی معبودنہیں ہےسوائے اللہ کےمحمدؐ خدا کارسول ہے۔میں نے اس کے وزیر سے اُس کی تائیداورنصرت کی ہے میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ میراوزیرکون ہے؟ کہا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور جب میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا تو اُس پرلکھا

ہوا دیکھا کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ مجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمدؐ تمام مخلوق سے بڑھ کر میرا نمائندہ ہے۔ میں نے اُس کے وزیر کے ذریعہ سے اُس کی تائید اور نصرت کرائی ہے۔ میں نے جبرائیل سے پھر پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے؟ کہا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اور جب میں سدرۃ المنتہیٰ سے بھی گزر گیا اور عرش پر پہنچا تو میں نے رب العالمین کے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی اللہ یا معبود نہیں ہے۔ محمدؐ میرا حبیب ہے، ساری خلقت میں محبوب ترین ہے۔ میں نے اس کے وزیر کو اُس کی تائید کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور جب میں بلندیوں سے جنت کی طرف اُترا تو میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ میرے محبوب ہیں میں نے اُسکے وزیر سے اُس کی تائید اور نصرت کا انتظام کر رکھا ہے۔'' (مودۃ القربیٰ)

(8) جنت کے دروازہ کا اسپیکر (Speaker) علیؑ علیؑ کا ورد کرتا ہے

یا علیؑ یا علیؑ کہنے والوں کے لئے جنت منتظر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چشم دید اور خود شنیدہ بیان یہ ہے کہ:۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم انّه خلق اللّٰه حَلْقَةُ باب الجنة مِن یاقوته حمراء عَلٰی صفائح الذهب فاذا دُقَّتْ الحلقة عَلَی الباب طَنَّتْ وقالت یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔ (مناقب خطیب۔ مودۃ القربیٰ)

اللہ نے جنت کے دروازہ کا ہینڈل سرخ یاقوت کا بنایا ہے اور سونے کے پتروں پر نصب فرمایا ہے۔ جب اُس ہینڈل کو دبایا جاتا ہے تو ایک گونج پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے یا علیؑ یا علیؑ۔

(9) خَلِیْفَتهُ بِلَا فَصلٍ، وصی رسوؐل اللّٰہ، امیر و امام المتقین مسلمانوں پر لازم کلمہ

ہمارے شیعہ مومنین غور فرمائیں کہ کیا شر پسند مفتیوں اور مجتہدوں کے کہنے سے ہمیں اہلسنت کے خلاف کسی قسم کا محاذ بنانا جائز تھا؟ جن کے علما حضرت علی علیہ السلام کو وہ تمام مقامات بلا تکلف دیتے ہوں جو اللہ و رسولؐ نے دیئے اور جو آپ کے ایمان کی بنیاد ہیں؟ یہ تمام نفرت اور محاذ آرائی چند گنتی کے علما نے دونوں طرف کے علما نے پیدا کی ہے۔ تا کہ اُن کا روزگار چلتا رہے اور امت میں کبھی اتحاد و اتفاق نہ ہو سکے۔ یہ حدیث پڑھیئے اور سوچیئے کہ ہم دونوں میں کیا فرق ہے اور ہم کیوں ایک دوسرے سے دست و گریبان کر دیئے جاتے ہیں؟ چنانچہ سنئے:۔

قَالَ النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم لَمّا اسری اِلَی السماء ثم مِنَ السماءِ اِلَی سدرة المنتهٰی وقفت بینَ یدی رَبّی۔ فقال یا محمدؐ؟ قلت لَبّیك وسعدیك لقد بلوت خلقی واَنْعَمْتُ فَاَیُّهم رَأَیْتَ اَطْوَعَ لك؟ قُلْتُ رَبّی عَلِیًّا۔ قال قد صدقت یا محمدؐ۔ فَهَلّا اتخذتَ لِنفسك خلیفة یؤَدی عنك احکامك ویُعَلِّمُ عبادی من کتابی مالا یعلمون؟ قلت اِخْتَر فانّ خیرك خَیْرِی قال اخترتُ لك علیًّا فاتخذه لِنَفْسِكَ خَلِیْفَةً وّوَصِیًّا وَهو نخلة عِلمی و حِکمی

وھوامیرالمؤمنین حَقًّا لم یَنْلَھَا اَحَدٌ قبلہ وَلَیْسَتْ لاحد بعدہ یا محمدؐ علیٌّ رَایَۃُ الھدیٰ وامام مَنْ اطاعنی ونور اولیائی وھو کلمۃ التی اَلْزَمْتُھَا للمتقین مَنْ احبّہ فقداحبّنی وَمَن اَبْغَضَہٗ فقد ابغضنی فَبَشِّرہُ بذلک یا محمدؐ قلت لقد اَبَشِّرہ ۔(بحرالمعارف ۔خلاصۃ المناقب ۔مناقب خطیب ۔حلیۃ الاولیاء وغیرہ)

حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب اللہ شب معراج مجھے آسمانوں پر لے گیا۔اور آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا اور اپنے پالنے والے کے حضور میں کھڑا ہوا تو اللہ نے فرمایا اے محمدؐ؛ میں نے ہمہ تن گوش ہو کر سننے کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ میں نے تیرے لئے اپنی مخلوق کو نعمتیں عطا کیں اور انہیں امتحانی حالت میں رکھا ہے۔اب تم بتاؤ کہ ساری مخلوق میں تیرا سب سے زیادہ کون مطیع اور پسندیدہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ پروردگار امیرا سب سے زیادہ اطاعت کرنیوالا علیؑ ہے۔فرمایا اے محمدؐ تم نے سچ کہا۔ہم تصدیق کرتے ہیں۔پھر فرمایا کہ کیا تو نے اپنے لئے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہے؟ جو تیرے احکام کو تیری جانب سے پہنچاتا ہے اور میرے بندوں کو میری کتاب سے وہ سب کچھ تعلیم کر دے جو وہ نہیں جانتے ؟ میں نے عرض کیا کہ آپ انتخاب کر کے مجھے بتا دیں اسلیئے کہ آپ کا انتخاب ہر طرح میرے لئے پسندیدہ ہے۔اللہ نے فرمایا کہ میں نے تیرے خلیفہ کی حیثیت سے علیؑ کو اختیار کیا ہے۔لہٰذا تم اُسے اپنی ذات خاص (نفس) کی صورت میں اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کر دو۔وہ میرے علوم اور حکمت کا درخت ہے۔اور مومنوں کا حقیقی امیر ہے۔کوئی شخص اُس سے پہلے ایسا امیر المومنین نہیں بن سکا اور نہ اب اُسکے بعد اِس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔اے محمدؐ علیؑ میری ہدایت کا علم ہے۔اور متقیوں کا امام ہے۔اور میرے اولیا کا نور ہے۔اور وہی کلمہ ہے جو میں نے متقیوں کیلئے لازم کر دیا ہے۔جو کوئی شخص اسے محبوب رکھے گا وہ مجھے محبوب ہے۔جو اُس سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کا مجرم ہوگا۔اے محمدؐ علیؑ کو ہمارے ان فیصلوں کی بشارت دینا۔میں نے عرض کیا کہ میں انہیں ضرور یہ خوشخبری سناؤں گا۔‘‘ اور یہ بھی فرمایا کہ:۔

قال اللّٰہ تعالٰی فی لیلۃ المعراج مَنْ تُحِبُّ مِنَ الْخَلْقِ یَا محمدؐ فَقُلْتُ عَلِیًّا ۔فَقَالَ اَلْتَفِتْ اِلٰی یَسَارِکَ فَاَلْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیٌّ مِنْ یَسَارِیْ قَائِمٌ ‘‘ ۔(بحرالمعارف وغیرہ) اللہ نے معراج میں جب مجھ سے یہ سوال کیا کہ اے محمدؐ تمہیں تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ کون پیارا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ علیؑ سب سے زیادہ محبوب ہے۔فرمایا کہ ذرا اپنی بائیں جانب تو دیکھو جیسے ہی میں نے دیکھا تو میری بائیں طرف علی کھڑے ہوئے تھے۔‘‘

(الف) نوٹ: یہاں رک کر علما خصوصاً شیعہ لیبل کے منکر علما سے دریافت کریں

کہ جناب تم نے یہ کس آیت اور کس حدیث سے نتیجہ نکالا کہ شہادت ثالثہ یعنی عَلِیٌّ وَلِیّ اللّٰہ ،وصیّ رسولؐ اللّٰہ و خلیفتہ بلا فصل اذان کا جز نہیں ہے؟ اور یہ کہ ہر حال میں بلا اعلان ولایت علویہ کے اذان صحیح ہے؟ پھر تم نے یہ فتویٰ کیسے اور کہاں سے دیا کہ نماز کے تشہد میں شہادت مرتضوی کا اعلان ہر حال میں نماز کو باطل کر دیتا ہے؟ اور یہ کہ بلا علیّ ولی اللہ کے تشہد ہر صورت میں

مکمل ہو جاتا ہے؟ سُنو اللہ نے مندرجہ بالا حکم کی رُو سے جس کلمہ کو تمام مخلوق پر واجب و لازم کیا ہے تم اُس کلمہ کے منکر ہو۔ جب تک تم واضح الفاظ میں یہ اعلان نہ کرو ہم تمہیں اور تمہاری طرح کے قدیم و جدید منکروں کو مذہب شیعہ اثنا عشریہ اور مذہب اہلسنت سے خارج سمجھتے اور تمہاری گمراہی پر فتویٰ دیتے رہیں گے۔ اور اگر ضروری ہوا تو تمہیں کورٹ آف جسٹس میں حاضر کریں گے۔ لہٰذا اس مضمون کے پڑھ لینے کے بعد جلد از جلد اعلان کر دیں ورنہ ہم نے اتمام حجت مکمل کر دی ہے۔ ہم آپ کے خلاف نام بنام مقدمہ قائم کریں گے۔ اور تمہاری کتابیں اور دیگر تحریریں تمہارے خلاف ثبوت میں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ والا امام علیہ السلام۔

(ب) اعلان جو شیعہ علماء کے شیعہ ہونے کی شناخت ہے

''میں شہادتِ ثالثہ کو کلمہ میں لازم سمجھتا ہوں اور اُس کا اذان و اقامت اور تشہد و دیگر عبادات میں اعلان کرنا واجب سمجھتا ہوں۔ جو لوگ تحقیق کے دور سے گزر رہے ہوں یا حقیقت سے لاعلم ہوں اُن کو علم و تحقیق کے لئے معذور سمجھتا ہوں۔ اور جو لوگ شہادت ثالثہ کی مخالفت نہ کریں اور شہادت ثالثہ اپنی نمازوں میں نہ پڑھیں۔ اُن کے لئے معاف ہو جانے کی امید کرتا ہوں اور اُن کی تکفیر و تفسیق کی مذمت کرتا ہوں۔''

(10) مُلکِ چین کا ایک پھول جس پر مکمل کلمہ لکھا ہوا ہوتا تھا

قارئین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اہلسنت کے علمائے صالحین کی کتابوں سے کس شدّ و مدّ کے ساتھ مکمل کلمہ بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ دسواں ثبوت زیر قلم ہے۔ مگر یہ کس قدر افسوس ناک اور قابل تعجب امر ہے کہ شیعہ کہلانے والے علما نے اِس کلمہ کو اذان و اقامت و نماز اور ہر عبادت سے خارج کر کے موجودہ صورت حال پیدا کی کہ بعض شر پسند لوگوں کے اشارہ پر ایک دشمن اسلام برائے نام مظہر حسین خطیب نے اُسی کلمہ کو غلط کہہ کر شیعوں کو کافر قرار دلوانے کا موقع پایا ہے۔ اور شیعوں کے خلاف لاہور میں مقدمہ دائر ہے۔ یعنی وہ برائے فریب شیعوں میں پوشیدہ رہ کر دشمنان اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس قسم کے علما کی مذمت برسوں پہلے سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آیئے اب اہل سنت ریکارڈ سے دسواں ثبوت ملاحظہ فرمائیں:۔

''محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں ایک روز امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص چین سے آیا۔ امام نے فرمایا کہ کیا چین کے آدمی ہم کو پہچانتے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ ہاں پہچانتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک درخت ہے جس کو فصل بہار میں ہر روز دو دفعہ پھول لگتے ہیں۔ اور کلیاں کھلتی ہیں۔ ہم دن کے شروع میں اُس کے پھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ محمدٌ رسول اللّٰه۔ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں‘‘

اور شام کے وقت پھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلِیٌّ خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰه ۔ ’’اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور علیؑ رسولؐ اللہ کا خلیفہ ہے‘‘۔ (کتاب کفایۃ المومنین)

(11) وہ پرچم جس کے سایہ میں تمام انبیاؑ اور رسولؐ ہوں گے حقیقی کلمہ کا حامل ہوگا

امام احمد بن حنبل کی کتاب مُسند میں، مناقب خطیب اور بحر المناقب اور معارج النبوت وغیرہ میں اُس پرچم کی تفصیلات لکھی ہیں جو قیامت میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرکزی پرچم ہوگا اور میدان حشر کا تمام حساب و کتاب و فیصلے اُن کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُس پرچم کے تین پھریرے ہوں گے جو اپنی نورانی ہمہ گیری سے حدودِ کائنات پر چھائے ہوئے ہوں گے۔ تینوں پھریروں پر جو کچھ لکھا ہوگا وہ ملاحظہ کرنے کی چیز ہے۔

پہلی سطر بِسْمِ اللّٰه الرَّحمٰنِ الرَّحیم۔ دوسری سطر میں الحمد لِلّٰه رب العالمین۔ تیسری سطر میں لا الٰه الّا اللّٰه محمدٌ رسول اللّٰه عَلِیٌّ وَلی اللّٰه۔ اور ہر سطر کی لمبائی ہزاروں برس کی راہ سے زیادہ ہے۔‘‘ (مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی)

(12) اہل سنت کی طرف سے کلمہ کا بارہواں ثبوت ذرا آگے بڑھتا ہے

شیعہ عقائد کی رُو سے کلمہ میں نبوت کے ساتھ ہر امام معصومؑ کو شامل کرنا جائز ہے۔ اس کے لئے پھر شیعہ ریکارڈ پیش کیا جائے گا لیکن یہاں بھی اصولی حیثیت سے ثابت ہے۔ علامہ دیلمی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

(الف) لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ رَأَیْتُ عَلٰی باب الجنّة مکتوبًا بالذهب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمدٌ حبیب اللّٰه و عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰه و فاطمةؑ اَمَةُ اللّٰه والحسنین صفوة اللّٰه عَلٰی باغضبهم لعنة اللّٰه۔

ہم نے شبِ معراج میں جنت کے دروازے پر سنہری الفاظ میں لکھا ہوا دیکھا (1) اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ (2) محمدؐ اللہ کے محبوب ہیں۔ (3) علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔ (4) فاطمہؑ کنیز خدا ہے۔ (5) اور حسنینؑ اللہ کے منتخب نمائندے ہیں۔ اُن کے دشمنوں پر اللہ کی لعنت۔

یہاں تک آپ نے اللہ کی طرف سے اسلامی کلمہ میں حضرت علی علیہ السلام کا نام اور اُن کے مخصوص عہدہ اور القاب کی تفصیل بار بار دیکھ لی ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اہل سنت ریکارڈ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تائیدی احکام اور فیصلوں کے چند نمونے پیش کردیں تاکہ زیر بحث کلمہ پر اللہ اور اُس کے رسولؐ دونوں کی مُہر تصدیق ہوجائے اور کسی مُفسد اور دشمن اسلام کے لئے جائے دم زدن نہ رہے۔

(ب) اللہ کے ازلی وابدی کلمہ کی تصدیق وتبلیغ اُس کا رسولؐ برابر کرتا رہا

یہ سمجھ کر چند معصوم بیانات پڑھیں کہ ہم ہزار ہا احادیث میں سے محض گنتی کی دلیلیں پیش کرنے پر عنوان کو شیعہ ریکارڈ کی طرف موڑ دیں گے تا کہ شیعہ مومنین کی سمجھ میں وہ خیانتیں آ جائیں جو مفسدہ پرداز قسم کے مجتہدین کرتے اور قوم کو غلط راہ پر ڈالنے میں کوشاں رہے ہیں۔ آیئے اور اہل سنت کے علمائے صالحین کا جذبہ ایمان ملاحظہ کیجئے۔

(1) محمدؐ وآل محمدؐ نوری مخلوق ہیں، طاہر ومطہر آبا ؑ واجدادؑ کی اولادؑ ہیں

اس حدیث کو پڑھتے ہوئے اُن دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ کی باتوں کو سامنے رکھیں جو آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کے آباواجداد کو اپنے آباو اجداد کی وجہ سے معاذ اللہ کافر قرار دیتے تھے۔

قال النبی صلّی اللّٰہ علیه و آله وسلم۔ اِنَّ اللّٰه تعالٰی خلقنی و علیًّا من نورٍ واحدٍ بین یدی العرش یسبّح اللّٰه تعالٰی و یقدسه قبل اَن یخلق آدم بلفی عامٍ۔ فَلَمَّا خلق آدم سکنّا صلبه ثم نقلنا مِن صلبٍ طیب وبطن طاهر لا تهتك فینا حائلة اِلٰی صلب ابراهیم حتّٰی وصلنا اِلٰی صلب عبدالمطلب فصارا قسمین قسم فی عبداللّٰه وقسم فی ابیطالب فخرجتُ منه و خرج منه علی۔ ثم اجتمع نورًا منی و مِن علیّ فی فاطمة والحسن والحسین نورانِ مِن نور رب العالمین۔ (بخاری وہدایت السعداء وغیرہ)

حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اور علیؑ کو اللہ نے ایک ہی نور سے عرش کے سامنے پیدا کیا۔ وہ نور حضرت آدمؑ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بھی خدا کی تسبیح وتقدیس کرتا تھا۔ جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں آدم کی پشت میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ہم پاک وپاکیزہ مردوں اور عورتوں کے شکم اور پشتوں میں رہتے اور منتقل ہوتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کی پشت میں آئے۔ ہمارے آباواجداد کے سلسلے میں کوئی خلاف شرافت بات پردہ میں بھی پوشیدہ نہ تھی۔ یہ منتقلی برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلبؑ میں پہنچے اور یہاں ہمارے نور کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ عبدؑاللہ کی پشت میں ودیعت ہوا اور دوسرا ابی طالبؑ کے صلب میں آیا۔ چنانچہ اُن دونوں سے میںؐ اور علیؑ پیدا ہوئے۔ پھر ہم دونوں کا نور فاطمہؑ میں جمع ہوا۔ چنانچہ جناب حسنؑ اور حسینؑ رب العالمین کے نور سے دو نُور ہیں۔''

یہاں یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ کافر ومشرک مرد وعورت کا صلب اور رحم پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کے اعضاء کی کوئی چیز کسی حالت میں نہ طیب کہلا سکتی ہے نہ اُسے طاہر کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خانوادۂ نبوت کے آباواجداد تمام مومن وبزرگ ترین حضراتؑ تھے۔ اور اُن حضراتؑ کو کافر قرار دینے والے لوگ یقیناً خود کافر و ناپاک لوگ ہو سکتے ہیں۔

(2) علیؑ ہر مومن اور مومنہ کا ولی ہے

اِنَّ عَلِیًّا مِنّی و اَنَامِنْ عَلِیٍّ وَھُوَ وَلِیٌّ لِکُلّ مومن و مومنة ۔الخ

علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ ہر مومن اور مومنہ کا ولی ہے۔ (صحاح ستہ۔صواعق محرقہ وغیرہ)

(3) محمدؐ و آل محمدؐ کے مخالف عہد رسولؐ سے شروع ہوتے ہیں

قال النبیّ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم (1) ما ترید ون مِن عَلِیٍّ (2) ما ترید ون مِنْ عَلِیٍّ (3) ما ترید ون من عَلِیٍّ؟ اِنّ عَلِیًّا مِنِیّ و اَنَا منه وھو وَلِیٌّ لِکل مومن و مومنة۔

آنحضرتؐ عرب دانشوروں سے فرمارہے ہیں کہ تم علیؑ کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟ یقیناً وہ مجھ سے ہے۔ میں اُس سے ہوں وہ تمام مومنین اور مومنات کا ولی ہے۔

(4) وصی رسولؐ ہونا

قال النبیؐ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَّوَارِثٌ وَاِنَّ عَلِیًّا وَصِیّ و وَارثی ۔(فردوس الاخبار۔مودۃ القربیٰ)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر ایک نبیؑ کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ یقیناً علیؑ میرا وصی اور وارث ہے۔

(5) خلیفہ رسولؐ ہونا

قَالَ النبیؐ عَلِیٌّ وَصِیّیْ وھو خیر الاوصیاءِ یا عَلِیُّ اَنْتَ خلیفتی عَلٰی اُمَّتِی ۔حضورؐ نے فرمایا کہ علیؑ میرا وصی ہے اور وہ تمام اوصیاء سے زیادہ صاحبِ اختیار ہے۔ اے علیؑ تم میری امت پر میرے خلیفہ ہو۔ (مودۃ القربیٰ)

(6) امیر المومنین ہونا

قال النبیؐ اِنَّ فی اللّوح المحفوظ تحت العرش مکتوبًا علیؑ ابن ابی طالبؑ امیر المؤمنین۔(ایضاً)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یقیناً عرش کے نیچے لوح محفوظ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ امیر المومنین ہیں۔

(7) امام المتقین، قائدالغر المحجلین اورامیر المومنین ہونا

کشف الغمہ ۔مناقب خوارزمی اور حبیب السیئر میں ہے کہ ایک دن رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ بھائی تم آفتاب سے بات کروگے تو وہ تم سے باتیں کرے گا۔ امیر المومنینؑ نے سورج سے مخاطب ہوکر کہا کہ:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا الْعَبْدُ الْمُطِیْعُ لِلّٰهِ ۔عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا اَمِیْرَالمؤمنین وَاِمَا مَ الْمتقین وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ۔ سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے فرمانبردار بندے۔ آفتاب نے جواب دیا کہ تم پر بھی سلام ہو اے مومنین کے حاکم

اور پرہیزگاروں کے امام اور نیکوکار سفید رونورانی لوگوں کے پیشوا۔''

(8) رسولؐ کی طرح سب کے امام اور ولی علیؑ

مَنْ کُنْتُ وَلِیّہٖ فَعَلِیٌّ ولیه ومن کُنْتُ امامه فَعَلِیٌ امامه ۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس کا میں ولی ہوں علیؑ بھی اُس کا ولی ہے۔اور جس کا امام میں ہوں علیؑ بھی اُس کا امام ہے۔

(9) علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے

قَالَ النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم ذِکْرُ عَلِیِّ عِبَادَۃٌ۔ (صواعق محرقہ۔بحرالمعارف)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔

(10) علیؑ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے

قال النبیؐ اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عبادۃ ۔ (صواعق محرقہ۔مستدرک حاکم وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(11) آل محمدؐ کی معرفت اور اقرارِ ولایت جہنم کو حرام کرتے ہیں

قَالَ النبیؐ معرفة آل محمد بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّار وحُبُّ آل محمدؐ جواز عَلَی الصراط المستقیم وولایة آل محمدؐ اَمَانٌ مِنَ العذاب ۔(معانی الاخبار۔فصل الخطاب)

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آل محمدؐ کی معرفت حاصل کر لینا جہنم سے بری کر دیتا ہے۔اور آل محمدؐ سے محبت پل صراط سے گزر جانے کا پروانہ ہے۔اور ولایت پر ایمان رکھنا عذاب سے امان دیتا ہے۔

(12) آئمہ اہل بیتؑ رسول اللہؐ کے خلفاء، اوصیا اور حُجَجُ اللّٰه ہیں

آخر میں اہل سنت ریکارڈ سے یہ بھی دیکھ لیں کہ وہ رسول اللہؐ کے بارہ معصوم آئمہ علیہم السلام کو رسولؐ کا حقیقی جانشین ماننے کے لئے بھی احادیث کا بڑا ذخیرہ اپنے یہاں رکھتے ہیں۔چنانچہ آنحضرتؐ سے حدیث نقل کی گئی کہ:۔

قَالَ النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم مَنْ اَحَبَّ اَن یرکب سفینة النجاۃ ویَسْتَمْسِكَ بالعروۃ الوثقٰی و یَعْتَصِمْ بِحَبْل اللّٰه المتین؟ فلیوال عَلِیًّا بعدی وَلْیُعَادِ عدوّہ وَالْیَاتِمَّ بالآئمۃِ الهدٰی من ولدہ فانّهم خلفائی واوصیائی وحُجَجُ اللّٰه عَلَی الخلق بعدی و سادۃ اُمّتی و قائد الاتقیاء الی الجنة حِزْبهم حِزْبی وحِزْبی حِزب اللّٰه و حِزْب اَعْدَائهم حِزب الشیطٰن۔

''فرمایا جناب رسولؐ اللہ نے جسکو کشتیِ نجات پر سوار ہونا اور حق کو مضبوطی سے اختیار کرنا اور اللہ کی مضبوط رسی کو پکڑنا پسند

ہو،اسے چاہئے کہ وہ میرے بعد کیلئے علیؑ کو اپنا ولی بنالے اور اُسکے دشمنوں کا دشمن ہو جائے اور علیؑ کی اولاد کے ہدایت یافتہ اماموں کی اطاعت اختیار کرلے۔ یقیناً وہ ہی میرے خلیفہ ہیں، وہی میرے وصی ہیں اور وہی میرے بعد تمام مخلوقات کیلئے اللہ کی حجت ہیں اور میری امت کے سردار ہیں۔اور متقی لوگوں کے راہنما ہیں، جنت میں لے جانے کیلئے اُن کا گروہ میرا گروہ ہے۔اور میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے۔اور اُن کے دشمن اور حزب اختلاف والے تمام ہی گروہ شیطان کا گروہ ہے۔''

(ج) اہلسنت ریکارڈ پر ہمارے تاثرات

اگر آپ نے اہلسنت کے علمائے صالحینؒ کی کتابوں سے پیش کردہ یہ 24 احادیث غور سے پڑھی ہیں تو آپ ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں اُنہیں مذہبِ شیعہ اثناعشریہ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کی، اُن کی اولاد کی اور اُن کے آباواجداد علیہم السلام کی وہی پوزیشن تسلیم کرتے ہیں جو ہمارے مسلمہ عقائد میں ہے۔ 1: وہ محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوری مخلوق مانتے ہیں۔2: وہ اُن حضرات کو ساری کائنات سے پہلے سے موجود اور باعثِ تخلیقِ کائنات تسلیم کرتے ہیں۔3: وہ اُن کو ساری مخلوقات کا حاکم کہتے ہیں۔4: اُنہیں نجات کا ذریعہ مانتے ہیں۔ 5: اُن سے محبت کرنا واجب اور باعث فلاح دارین قرار دیتے ہیں۔6: اُنہیں حقیقی طور پر سربراہِ اسلام اور رسولؐ اللہ کا جانشین سمجھتے ہیں 7: اُن سے بغض وحسد اور دشمنی کو حرام سمجھتے ہیں۔8: اُن کی پیروی کو واجب جانتے ہیں۔ 9: اُنہیں ساری امت کا سردار و ہادی اور معصوم کہتے ہیں۔10: اُن ہی سے اپنی مشکلات اور مصائب میں رجوع کرتے ہیں۔منتیں مانتے اور اُن کی نذر و نیاز پر ہزار ہا روپیہ صرف کرتے ہیں۔11: درج بالا تصورات کے خلاف اُن تمام تصورات کو گمراہی اور بے دینی کے ہتھکنڈے سمجھتے ہیں جو کل تک رسولؐ اللہ کی سیرت کی آڑ میں پیش کئے جاتے رہے ہیں۔12: وہ تمام معجزات اور بزرگان دین کی تمام کرامات کے قائل ہیں۔اور تمام نام نہاد مذہبی لیڈروں کو قابل نفرت اور گمراہ سمجھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مافوق الفطرت اور معجزاتی مقام کو''دیومالائی'' کہہ کر اپنے پوشیدہ کفر ونفاق کی بھڑاس نکالتے ہیں اور جھوٹے درد ملت کا اظہار کر کے محمدؐ وآل محمدؐ کو اپنے ایسے خطاکاروں کی سطح پر لانے کی سازش کر رہے ہیں۔اور چند ملانٹوں کو گود میں بٹھا کر سربراہ اسلام بن جانے کے لئے پھر سے ایک نیا اسلام جاری کرنے کا ڈھونگ رچا رہے ہیں۔

یہ وہ جذبات ہیں اور وہ صورت حال ہے جس پر شیعہ اور اہل سنت کی کثرت ہمیشہ سے متفق ومتحد رہتی چلی آئی ہے۔ لیکن اس اتفاق واتحاد کے باوجود ہر دور میں ہر صدی و ہر سال میں دونوں مکاتیب فکر میں خون ریز تصادم ہوتے رہے ہیں۔اور ابھی کل تک محرم کے ایام میں مفسدہ پردازی اور مار دھاڑ ہوتی رہی ہے۔سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہم اس سوال کے

جواب پر ہزاروں صفحات لکھ چکے ہیں۔ اوراس کتاب میں بھی باقاعدہ اس کا جواب اور قابل مشاہدہ وجوہات سامنے رکھ دی ہیں۔ یہاں تو اس قدر سن لیں کہ چند گنتی کے ملانٹے اتنی عظیم الشان کثرت پر اس لئے اثر انداز ہوتے رہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہر زمانہ میں حکومتوں کا سہارا اور تحفظ حاصل کئے رہتے ہیں۔ اوراس مضبوط سہارے کے تحفظ کے لئے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو (Divide & Rule) بہت ضروری ہوتا ہے۔ اور ملانٹوں کا اپنا کاروبار بھی مسلمانوں کو لڑاتے رہنے سے چلتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں ادارے مل کر قوت اور روپیہ سے شیعہ وسنی تفرقہ کی راہیں ہموار کرتے رہتے ہیں اور اسلام کے جھوٹے نعرے مارتے رہتے ہیں۔

3۔ اہل سنت ریکارڈ کی تفصیلات شیعہ ریکارڈ میں موجود ہیں

(1) عہد اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی ترتیب

یہ تو معلوم ہو چکا کہ تمام انسانوں کو عالم ذر میں جو کلمہ پڑھایا گیا تھا اور جو عہد لیا گیا تھا، اُس میں خدا کی ربوبیت و وحدانیت کے ساتھ ساتھ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور علی مرتضٰی علیہ السلام کی ولایت شامل تھی۔ اب اُس کی ترتیب وتفصیل ملاحظہ فرمائیں:۔

اِنَّ اللّٰہ حَمَّلَ دینہ و علمہ الماء قبل اَنّ یکون ارضٌ اَوْ سَمآءٌ اَوْ جنٌّ اَوْ اِنس اَوْ شمس اَوْ قمر۔ فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یخلق الخلق نشر ھم بَیْنَ یَدَیْہِ فقال لَھُمْ مَنْ رَبُّکُمْ؟ فَاوَّل مَنْ نَطَقَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم وامیر المؤمنین علیہ السلام والآئمة صلوات اللّٰہ علیھم فقالوا: اَنْتَ رَبُّنَا فَحَمَّلَھُمُ الْعِلْمِ والدِّین۔ ثُمَّ قال للملائکةِ: ھٰؤُلآءِ حملة دینی و عِلمی وامنائِی فی خلقی وھم مَسْئُولون، ثُمَّ قال لِبَنِی آدم: اَقِرُّوْا لِلّٰہِ بالرّبوبیّة وَلِھٰؤُلآءِ النّفر بالولایةِ وَالطَّاعَةِ، فَقَالُوْا، نَعَمْ رَبّنا اَقْرَرنا۔ فقال اللّٰہ لِلْملائِکة: اشھد وا، فقالت الملائِکة شَھِدْنَا عَلٰی اَنْ لَّا یقولوا غَدًا: اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غافِلِیْنَ اَوْ یقولوا: اِنَّما اشرك آباونا مِنْ قبل و کُنَّا ذُرِّیَّة مِنْ بَعْدِ ھم افتھلکنا بِمَا فَعَلَ الْمُبطلون۔ یَا داود! ولایتنا موکّدة علیھم فی المیثاق۔ (کافی کتاب التوحید باب العرش والکرسی)

جناب داؤد الرقّی رضی اللہ عنہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے سلسلۂ کلام میں یہ بھی فرمایا کہ یقیناً جس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان تھے۔ نہ جن تھے اور نہ اِنسان تھے۔ نہ سورج تھا نہ چاند تھا چنانچہ اُس کے بعد جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو تمام مخلوق کو اپنے سامنے پھیلا دیا اور اُن سب سے کہا کہ بتاؤ تمہارا پروردگار کون ہے؟ تو سب سے پہلے بولنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اس اقرار کے بعد اپنا دین اور علم اُنہیں سونپ دیا اور پھر ملائکہ سے کہا کہ دیکھو تمام مخلوقات میں یہ افراد میرے علم ودین کے حامل ہیں اور میرے امانت دار ہیں اور یہی مخلوق کی طرف سے میرے سامنے جوابدہ ہیں۔ پھر

اولادِ آدم سے کہا کہ تم ربوبیت کا اقرار کرو اللہ کے لئے۔ اور ولایت اور اطاعت کا اقرار کرو ان سب کے لئے۔ اولادِ آدم نے کہا ٹھیک ہے ہمارا پالنے والا اللہ ہے ہم اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے ملائکہ سے کہا کہ تم گواہ رہنا۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ یہ لوگ کل کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو اس ربوبیت اور ولایت سے قطعاً غافل رہے ہیں۔ یا یہ کہنے لگیں کہ شرک کا کاروبار تو ہم سے پہلے ہی ہمارے آباواجداد کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ اور ہم تو اُن کے بعد اُسی ماحول میں پرورش پانے والی ذریت تھے تو کیا ہمیں اُن غلط کارلوگوں کی جگہ سزا دے کر تباہ کیا جانا درست ہے؟ (اعراف 173-7/172) اَے داؤد تمام مخلوقات پر ہماری ولایت اُس میثاق میں بڑی تاکید سے لازم کی گئی ہے۔''

قارئین اس حدیث نے ولایت میں نبوت و رسالت کو بھی داخل کر دیا ہے۔ اِسی لئے ہم عرض کیا کرتے ہیں کہ اگر صرف **عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلُ اللّٰہ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فصل** پڑھ دیا جائے تو مکمل ایمان اس میں موجود ہے۔ یعنی علیؑ کو ماننے سے خدا اور رسولؐ دونوں کی صحیح پوزیشن خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ نہ ہوتا یا نہ چاہتا تو علیؑ کو ولایت وغیرہ کہاں سے ملتی؟ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولِ خدا نہ ہوتے تو علیؑ نہ خلیفہ رسولؐ بن سکتے تھے نہ قیامت تک کے لئے نظامِ خداوندی کے انتظام کی ذمہ داری یا وصیت سنبھال سکتے تھے۔ اور اگر دوسری قسم کی حکومتوں کا تصور ساتھ ساتھ نہ چلتا رہا ہوتا تو بلا فاصلہ خلافت کا اعلان کرنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی۔ اس کے برعکس صرف **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ** کافی نہیں تھا۔ اس لئے کہ کلمہ کا یہ حصہ تو سابقہ مذاہب میں بھی مُسلّمہ تھا۔ اور **مـحـمـدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ** شامل کرنے کے بعد بھی گمراہی کا دروازہ بند نہ ہوتا تھا۔ اس لئے کہ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کے ماننے والوں ہی نے تو نبوت و رسالت کے دروازے کھولنا جاری رکھا۔ اور جب دل چاہا علی محمد باب کو نبی بنا دیا۔ اور جب ضروری سمجھا حسین بخش کو بہاء اللہ اور رسول مان لیا۔ ذرا سی گڑبڑ دیکھی تو جناب مرزا غلام احمد آنجہانی نے ظلّی اور مجازی نبوت کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ پھر لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ پڑھنے والوں نے قرآن کو ایک ناقص و نامکمل کتاب مانا ہے۔ تاکہ اُن کے اپنے تصورات اسلام کے نام پر قانون بنتے جائیں۔ رسولؐ اللہ کو (معاذ اللہ) ایک خاطی، اَن پڑھ، چالیس سال کی عمر تک ایمان و نبوت سے محروم مانا۔ اُن کی سینکڑوں غلطیاں، بھول چوک اور جذباتی احکام مشہور کئے کتابوں میں لکھے تاکہ ہر دانشور خاطی رسول اور رسالت کی باگ دوڑ سنبھال سکے۔ یاد رکھیں کہ کلمہ کو پورا پڑھنا ہر گمراہی کو دور رکھنے کا اعلان ہے۔ اس میں نہ ایرے غیرے نتھو خیرے لوگ عالم کہلا سکتے ہیں، نہ جانشینِ خدا بن سکتے ہیں۔ ولایت کا مقام، مقامِ معصوم ہے۔ ایک خاطی، ولایت سے استفادہ کر کے صاحب کرامات و معجزات بن سکتا ہے۔ لیکن معصوم نہیں بن سکتا نہ ولایت کے مقام بلند تک جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اگر کوئی دینی ضرورت ہوتی ہے اور نماز میں اختصار جائز ہوتا ہے تو ہم شہادت ثالثہ کو تشہد میں پڑھ لینا کافی سمجھتے ہیں۔ سورہ الحمد کے بعد **انا اعطینك** پڑھ لیتے ہیں، تسبیحات ایک ایک دفعہ کہہ لیتے ہیں۔

(2) معراج میں ولایت کا مکمل نظام (مکمل کلمہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج میں سب سے پہلے جس مسئلہ پر اللہ نے بات کی اور آنحضرتؐ کے بعد قیامت تک جو انتظام فرمایا وہ ولایت محمدؐیہ کا تقرر و تعین تھا۔

قال اللّٰہ مَنْ خَلَفْتَ فِیْ اُمَّتِكَ؟ قُلْتُ خَیْرُ ھَا۔ قال: علی بن ابیطالبؑ؟ قُلْتُ نَعَمْ یَا رَبِّ ۔قال یا محمدؐ اِنی اَطلعتُ اِلَی الارض اطلاعة فَاَخْتَرْتُك مِنْھَا فشققت لك اِسمًا مِنْ اسمائ فلا اذکر فی موضع الا ذکرت معی فَاَنَا المحمود و انت محمد۔ثُمَّ اطلعتُ الثانیة فَاَخْتَرْتُ مِنْھا عَلِیًّا وشققت لَهُ اسْمًا من اسمائی فَاَنَا الْاَعْلٰی وھو عَلِیُّؑ یا محمدؐ انّی خلقتك وَخَلَقْتُ عَلِیًّاؑ وَ فاطمةؑ والحسنؑ والحسینؑ والآئمة مِنْ وُلده مِنْ نوری وَعَرَضْتُ ولایتکم عَلٰی اھل السماوات والارض فَمَنْ قبلھا کان عندی من المؤمنین وَمَنْ جحدھا کان عندی مِنَ الکافرین ۔یا محمدؐ لَوْاَنّ عَبْدًا مِنْ عبیدی عبدنی حتّٰی ینقطع اَوْ یصیر کا لشن البالی ثُمَّ جَاءَ نِی جَاحدًا لولایتکم مَاغفرت له حتّٰی یقرّبولایتکم ۔یا محمدؐ تَحِبُّ اَنْ تراھم؟ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ یَا رَبِّ ۔فقال التفت عَن یمین العرش فَالْتَفتُّ فَاِذابِعَلِّیّ وفاطمةؑ والحسنؑ والحسینؑ وعلیؑ بن الحسینؑ ومحمدؑ بن علیؑ و جعفرؑبن محمدؑ و موسٰیؑ بن جعفرؑوعلیؑ بن موسٰیؑ ومحمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ والحسنؑ بن علیؑ والمھدی علیه السلام فی مصباح مِن نُور قیام یصلون وھو فی وسطھم کانه کوکب دری و قال یا محمدؐ ھٰؤُلآء الحجج وھوالثمار من عترتك وعزّتی و جلالی انه الحُجّة الواجبة لاولیائی والمنتقم من اعدای۔(غایۃ المرام صفحہ 28۔جواہرالاعتقادیہ صفحہ 258-257)

چنانچہ جب حضورؐ اُس مقامِ قرب پر پہنچے جو کبھی انسانی عقل میں نہ سما سکے گا۔وہاں اللہ نے دریافت کیا کہ "تم نے اپنے پیچھے اپنی اُمت پر کس کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جو امت میں سب سے زیادہ خیر پر ہے۔فرمایا کہ علیؑ بن ابی طالب کو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے پروردگار۔فرمایا کہ میں نے زمین پر مخصوص اطلاع کی بنا پر تمام اہل دنیا میں سے تمہیں اختیار کیا اور اپنے خاص ناموں میں سے میں نے تیرے لئے ایسا نام الگ کیا جس سے میرا ذکر جہاں بھی ہوا کرے وہیں تیرا ذکر بھی شامل رہے۔چنانچہ میرا نام محمود ہے اور تم محمدؐ ہو۔پھر دوسری دفعہ اہل زمین پر مخصوص اطلاع کے ماتحت میں نے تمام مخلوق میں سے علیؑ کو اختیار کیا اور اُن کے لئے بھی اپنے ناموں میں سے ایک نام اسی مقصد کے لئے تجویز کیا تاکہ جہاں بھی ذکر ہو دونوں کا ذکر ہوا کرے۔چنانچہ میں اعلیٰ ہوں تو وہ علیؑ ہے۔اے محمدؐ یقیناً میں نے تمہیں اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد کے اماموں کو اپنے نور میں سے پیدا کیا اور پھر میں نے تم سب کی ولایت کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوقات کے روبرو پیش کیا۔ پھر جس نے تمہاری ولایت کو قبول کیا وہ میرے حضور میں مومنین میں داخل ہوا۔اور جس نے بے اعتنائی کی وہ میرے سامنے کافروں میں شمار ہوا۔اے محمدؐ اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ ساری عمر میری عبادت کرتا ہوا مرجائے یا عبادت کرتا ہوا

چمڑے کی مشک کی طرح سُوکھ جائے اور میرے پاس ایسی حالت میں آئے کہ وہ تم سب کی ولایت کا منکر تھا تو میں اسے ہرگز نہ بخشوں گا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ ولایت کا اقرار کرتا ہوا آئے۔ اے محمدؐ کیا تمہیں اپنے اُن مذکورہ آئمہؑ و متعلقین کو دیکھنا پسند آئے گا؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور میں یہی چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اے محمدؐ عرش کے داہنی جانب توجہ سے دیکھو۔ میں نے جیسے ہی توجہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ علیؑ بن ابی طالبؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ والمہدی علیہم السلام ایک نورانی چراغ کی صورت میں نماز کے لئے کھڑے ہیں اور مہدیؑ اُن کے وسط میں اس طرح ہیں جیسے ایک نور کی بارش کرنے والا ستارہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ اے محمدؐ یہ ہستیاں تیری عترت کی بزرگ ترین ہستیاں ہیں۔ اور میری مخلوق پر میری حجت ہیں۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مہدیؑ میرے اولیاؑ کے لئے عظیم الشان سلطان اور بزرگ ترین حجت ہے۔ اور میرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔''

(علامہ شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ کی کتاب الجواہر الاعتقادیہ۔ صفحہ 258-257)

مومنین اس حدیث کے آخری الفاظ آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔ آپ سرکار حجۃ حضرت مہدی بن الحسن العسکری علیہما السلام کے عہد کے شیعہ ہیں۔ آپ کی ذمہ داریاں بھی ہر زمانہ سے زیادہ ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام باقی آئمہ علیہم السلام کی طرح اپنے ظاہری جسم کے ساتھ کسی ایک مرکزی مقام پر رہنے کے لئے بحسب ظاہر پابند ہوتے تو ہمیں اُنؑ کی جسمانی زیارت کے لئے مرکزی مقام پر جانا پڑتا۔ لیکن اب آپؑ تمام مادی قیود سے آزاد و مختار ہیں۔ اس لئے ہمیں جہاں بھی ہم ہوں ہر وقت اور ہر لمحہ سرکارؑ کو اپنے آس پاس سمجھنا چاہیئے۔ اور قلب و ذہن پر یہ احساس طاری رہنا چاہیئے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یا جو کچھ منہ سے کہہ رہے ہیں وہ قطعاً اُنؑ کے سامنے کہتے یا کرتے ہیں۔ اور نہ معلوم کب اور کس شکل میں وہؑ ہمارے سامنے آکھڑے ہوں۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ منہ سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالیں اور ہاتھ سے کوئی ایسا کام نہ کریں جو اُنؑ کے حضور میں شایانِ شان نہ ہو۔ اگر ہم یہ طرز فکر و عمل اختیار کرلیں تو یقین کیجیئے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بار بار آپ کو اس کا تجربہ ہوگا۔ آپ کی مشکلات سامنے سے ہٹ جائیں گی۔ آپ اپنی زندگی میں ایک انقلاب دیکھیں گے۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

(3) محمدؐ کے ساتھ عَلِيٌّ وَلِيُّ الله لازم وملزوم ہے (حقیقی کلمہ)

مومنین نے اہلسنت ریکارڈ سے محمدؐ و علیؑ کا نام کلمہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے اُس پار دیکھا تھا۔ یہی حقیقت ہم شیعہ ریکارڈ سے پیش کرتے ہیں۔ رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

یا علیؑ اِنّی رَاَیتُ اسمَکَ مَقرُونًا فی ثلثه مواطن فَاَنستُ بالنظر الیه اِنّی لَمّا بَلَغتُ بیت المقدس فی معراجی اِلَی السَّمَآءِ وجدتُ عَلٰی صخرتها لا اِلٰه اَلّا اللّٰه محمدٌ رسول اللّٰه ایده بوزیره و نصرته بوزیره فقلت لجبرئیل مَنْ وزیری؟ فقال علیٌّ

بن ابیطالبؑ ۔ فَلَمَّا انتهیتُ اِلٰی سدرة المنتهٰی وجَدتُ مکتوبًا علیها اِنّی اَنَا اللّٰه لا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وحدی و محمدؐ صفوتی مِنْ خلقی اَیَّدْتُهُ بوزیره ونصرتُه بوزیره فقلتُ لجبرئیل مَنْ وزیری؟ قال علیؑ بن ابیطالبؑ فَلَمَّا جَاوَزْتُ سدرة المنتهٰی انتهیت اِلٰی عرش رب العالمین جلّ جلا له فوجدتُ مکتوبًا عَلٰی قوائِمه اِنّی اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وحدی محمدؐ حبیبی اید ته بوزیره و نصرته بوزیره۔

اے علیؑ میں نے تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ معراج میں تین مقامات پر ساتھ ساتھ لکھا ہوا دیکھا ہے اور مجھے اُسے دیکھنا بڑا ہی جاذبِ نظر اور محبوب معلوم ہوا۔ ایک اُس وقت جب آسمانوں سے گزر کر بیت المقدس پہنچا تو اُسکی دہلیز پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کا رسول ہے جسکی تائید ہم نے اُسکے وزیر کے ذریعہ سے کی ہے اور اُس کی نصرت بھی اسکے وزیر نے کرنا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ میرا یہ وزیر کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابوطالبؑ کا بیٹا علیؑ تمہارا وزیر ہے۔ پھر جب میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا تو اس پر لکھا ہوا دیکھا کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں اور مجھ اکیلے کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تمام مخلوق میں محمدؐ تمام مخلوق سے بڑھ کر میرا نمائندہ ہے۔ میں نے محمدؐ کی تائید اور نصرت اُس کے وزیر کے ذریعہ مقرر کی ہے۔ میں نے پھر جبرائیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے۔ جواب دیا علیؑ بن ابیطالبؑ ہے۔ پھر جب میں سدرۃ المنتہٰی سے بھی آگے گزر چکا اور عرش پر پہنچا تو میں نے عرش رب العالمین پر بھی لکھا ہوا دیکھا کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے تنہا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمدؐ میرا حبیب ہے جس کی تائید اور نصرت کیلئے اس کا وزیر تعینات ہے۔'' (کتاب من لا یحضرہ الفقیه وصایا النبیؐ صفحہ 579 اہل سنت ریکارڈ حدیث نمبر 7)

جو لوگ عرش سے فرش تک بکھرے ہوئے اُس ریکارڈ کا انکار کر دیں جو لوح محفوظ تک میں محفوظ ہو۔ وہ یقیناً نہ شیعہ ہو سکتے ہیں نہ اُنہیں اہلسنت کی حیثیت سے مسلمانوں میں جگہ مل سکتی ہے۔ یہ یقیناً ابلیس کا وہی گروہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں میں تخریب پھیلانے اور جہنم کی دعوت دینے میں شیطان کا مددگار رہے۔ (فاطر 35/6)

(4) وہ کلمہ جو آدمؑ سے بائیس ہزار (22000) سال پہلے سے مشتہر کیا جاتا رہا (علیؑ نوری مخلوق تھے)

بینا رسوؐل اللّٰه جالِسٌ اذ دخل علیه ملك لَهٗ اربعة و عشرون و جهًافقال لهٗ رسولؐ اللّٰه: حبیبی جبرئیل لم ارك فی مثل هٰذه الصورة ؟ قال الملك لَسْتُ بجرئیل یا محمدؐ۔ بعثنی اللّٰه عزّوجلّ اَنْ ازوّج النور من النور: قال مَنْ مِمَّنْ؟ قال فاطمة مِن علی۔قال فلما ولی الملك اذا بین کتفیه محمدؐ رسول اللّٰه عَلِیٌّ وَصِیُّهٗ۔فقال رسولؐ اللّٰه مُنْذکمْ کتب هٰذا بین کتفیك فقال من قبل اَنْ یخلق اللّٰه آدم باثنین و عِشرین الف عامٍ۔(کافی کتاب الحجة باب مولد الزہراءؑ)

''آنحضرت تشریف فرما تھے کہ اُن کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کے چوبیس چہرے تھے۔ اس سے رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں نے اس سے پہلے تمہیں اس صورت میں نہیں دیکھا؟ فرشتے نے عرض کیا کہ حضور

میں جبرئیل نہیں ہوں۔ مجھے تو اللہ نے اسلئے بھیجا ہے کہ میں نور سے نور کی جوڑی تجویز کردوں۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ کس کو کس سے تزویج کرنا ہے؟ بتایا کہ فاطمہؑ کو علیؑ سے۔ جب وہ فرشتہ ولایت کی طرف آیا تو دیکھا گیا کہ اس کی پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (محمدؐ رسول اللہ) اور علیؑ اُن کے وصی ہیں (عَـلِـیٌّ وصیّـہ) رسولؐ اللہ نے پوچھا کہ یہ کلمہ کب سے تمہاری پشت پر لکھا ہوا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ سرکار آدمؑ کے پیدا ہونے سے بائیس ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا ہے۔''

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ ولایت مرتضوی کو ایمان اور کلمہ کی بنیاد بنانے کے لئے اللہ نے کس طرح پوری کائنات میں منادی جاری رکھی اور ایسے مقام پر کلمہ کو لکھ دیا جہاں ملائکہ اور ارواح و دیگر مدبرات الامور کا اجتماع ہوتا تھا۔ یا جہاں جہاں اُن کی قانونی و تخلیقی آمد ورفت رہتی تھی یا جہاں سے احکام خداوندی یا وحی جاری ہوتے تھے۔ پھر ملائکہ کی پشت پر کلمہ لکھ کر اُنہیں نشر واشاعت یا ایڈورٹائزمنٹ کا مستقل اور چلتا پھرتا اشتہار واعلان بنا دیا۔ پھر آدمؑ اور اولاد آدمؑ کو تخلیق سے پہلے اُنہیں ایمان اور کلمہ کی تعلیم دی گئی۔ اُنہیں کفر وایمان اور جنت وجہنم کا فرق بتایا گیا۔ اُن سے عہد لیا گیا اور ملائکہ کو اُن پر گواہ بنایا گیا تاکہ وہ اعمال نامہ لکھتے وقت ولایت پر یا صحیح کلمہ کو سامنے رکھ کر نیک عمل کو ریکارڈ کریں۔ اور جو ولایت پر یا مندرجہ بالا کلمہ پر ایمان نہ رکھتا ہو اُس کے نیک اعمال کو شمار نہ کریں۔ اس لئے کہ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ بلا صحیح ایمان تمہاری عبادتیں قبول نہ ہوں گی خواہ تم عبادت کرتے کرتے گھُل کر یا سوکھ کر رہ جاؤ۔ پھر **الست بربکم** کے معاہدے کو طرح طرح بیان کیا گیا۔ کلمہ میں کبھی وصی رسوؐل اللہ کو لازم کیا کبھی ولیّ اللہ فرمایا گیا۔ کبھی امیر المومنین کو کلمہ کا جز لازم بتایا گیا چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث سنئے:۔

(5) کلمہ کے اجزا میں حضرت علیؑ کا امیر المومنین ہونا

عن جابر عن ابی جعفرؑ قال: قُلْتُ له: لِمَ سَمَّیٰ امیرالمؤمنین؟ قال: اللّٰہُ سَمَّاہُ وھٰکذا اَنْزَلَ فِی کِتَابِہٖ ۔ واِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِیْ آدم مِن ظھور ھم ذُرِّیّتَھُمْ وَاَشْھَدَ ھُمْ عَلٰی انفسھم اَلَسْتُ بِرَبّکم واَنَّ محمدًا رسوؐلی واَنَّ عَلِیًّا امیرالمؤمنین۔ (کافی کتاب الحجۃ باب نادر؛نکت ونتف من التنزیل سے پہلا باب)

''امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت علیؑ کو امیر المومنین کب اور کیوں کہا گیا؟ فرمایا کہ اللہ نے امیر المومنین نام رکھا اور اپنی کتاب میں اسی طرح نازل فرمایا ہے اور کہا کہ جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی ساری اولاد کو باہر نکالا اور اُن کو اُن کے بیان پر گواہ بنا کر اُن سے دریافت کیا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور کیا محمدؐ میرا رسوؐل نہیں ہے؟ اور کیا علیؑ مومنین کا امیر نہیں ہے۔؟'' یہی سبب ہے کہ اذان میں **علـیٌّ وَلـیّ اللّٰہ ۔وصی رسولؐ اللّٰہ** اور امیر المومنین وغیرہ اجزا کا اعلان کر کے مکمل کلمہ کا وجوب ظاہر کیا جانا واجب ہے۔

(6) کلمہ اور اذان کے وہ اجزاء جو اہلِ سنت ریکارڈ میں ثابت ہو چکے ہیں

قَالَ مَنْ لِاُمَّتِكَ مِنْ بَعْدِكَ؟قَالَ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ؟قَالَ عَلِيُّ بْنِ ابيطالب اميرالمؤمنين و سيد المسلمين وقائد الغرالمحجّلين قال: ثُمَّ قال ابوعبدالله عليه السلام لِاَبی بصير يا ابا محمدًا! وَاللّٰهِ مَاجَاءَ تْ ولاية على عليه السلام مِنَ الارضِ وَلٰكِنْ جَاءَ تْ مِنَ السَّمآءِ مشافهة۔(كافی كتاب الحجة باب مولدالنبیؐ حديث 13)

ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے واقعات سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے بعد تمہاری اُمت کے لئے کون تمہارا جانشین ہے؟ آنحضرتؐ نے عرض کیا کہ اللہ خود ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔اس پر اللہ نے فرمایا کہ تمہارا جانشین تمہارے بعد علیؑ بن ابی طالبؑ امیرالمومنین ہے۔اور تمام مسلمانوں کا سید وسردار ہے اور نورانی سفید چہرے اور سفید دست و بازو والوں کا قائد و پیشوا ہے۔ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابا محمد (ابوبصیرؓ) بخدا علیؑ کی ولایت کا حکم زمین سے نہیں دیا گیا۔ بلکہ دُو بدو خداوندِ عالم نے آسمان پر ولایت علویہؑ کا حکم دیا تھا۔''

ولایت مرتضوی اور کلمہ پر قارئین نے فریقین کی کتابوں کے بیانات پڑھے۔مگر اس زیرِ نظر حدیث کے آخری جملہ پر غور فرمائیں۔ یہ جملہ بتاتا ہے کہ ایسے افراد موجود تھے جو ولایت یاعلیؑ ولیُّ اللّٰہ کو مُنزل مِنَ اللّٰہ حکم کے بجائے خود رسوؐل اللہ کا ذاتی وجذباتی حکم قرار دیتے تھے۔یہی وہ لوگ ہیں جن کی پیروی دشمنانِ دین وایمان آج بھی کررہے ہیں۔یہی گروہ تھا جس نے فریقین کی واضح احادیث کے خلاف علیؑ کی ولایت کے اعلان کو غیر ضروری قرار دیا۔اور مشہور کیا کہ علیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ نہ اذان کا جز ہے نہ نماز میں واجب ہے اور نہ ایمان میں لازم ہے۔لیکن اُن لوگوں کو نہ قرآن کریم سے نہ احادیث سے ایسی سند مل سکتی ہے جیسا کہ ہم بار بار اور طرح طرح سے پیش کرتے آرہے ہیں۔نہ یہ اپنے پسندیدہ ناقص کلمہ کی تفصیل و وجوہات روزِ ازل سے پیش کر سکتے ہیں۔اُن کو چیلنج کردو کہ تخلیق کے قبل سے زمانہ رسوؐل تک اپنا کافرانہ ریکارڈ پیش کریں اور اس مکمل و حقیقی وازلی وابدی و کائناتی کلمہ کو غلط اور ممنوع ثابت کریں۔ دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ جس طرح حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وحکومت اہل سنت ریکارڈ سے بلا فصل ثابت ہوتی ہے۔اُسی طرح اس حدیث میں رسولؐ اللہ کے بعد بلا فاصلہ علی مرتضٰی علیہ السلام کی اَمارت و ولایت وسیادت ثابت ہے۔

(7) ولایت کو محمدؐ وآلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم تک پہنچانے کے لئے تمام انبیاؑ مبعوث ہوئے

کائنات کو ارتقا کی آخری منزل تک لے جانے کے لئے ادارۂ نبوؐت و رسالت کی ترتیب ،صعودی اور ہر گام آگے بڑھنے والی رکھی گئی ہے۔حضرت آدم علیہ السلام وہ ہستی ہیں جو نوع انسان کو مادی ظہور عطا کرتے ہیں۔دنیا سے ،ضرورت کے مطابق اپنی اولاد کو متعارف کرتے ہیں۔زندہ رہنے کے ضروری طریقے اور وسائل عملاً فراہم کرتے ہیں۔اور ضرورت پڑنے پر

ہدایاتِ خداوندی وصول کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور اپنے بعد کے لئے اللہ اور کائنات میں رابطہ کے لئے اپنی پہلی ولایت و وصایت کا ایک ترقی پذیر سلسلہ قائم کرتے ہیں۔ اُن کے بعد ادارہ نبوّت و رسالت مسلسل کائنات کو مسخر کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ہر آنے والا نبیؑ نوعِ انسان کو ترقی کی بلندیاں طے کرانے میں کائنات کی غرض وغایت سے قریب تر لاتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عوام الناس کو بھی متعارف کرایا جانے لگا۔ اور قربِ خداوندی کے لئے آخری منزل کو سامنے لایا جانے لگا۔ اور تمام انبیاؑ اور رُسلؑ محمدؐ وآل محمدؐ کے مادی ظہور کی خوشخبریاں بھی سنانے لگے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے رخصت ہونے والے ہیں۔ صحابہ پر اپنے مالک ومونس وغم خوار رسولؑ سے جدائی شاق گزر رہی ہے۔ دشمنوں کے نرغے میں وہ کیسے بے یار و مددگار رہ جائیں گے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تسلیاں دے رہے ہیں۔ اور صحابہ کو وہ اغراض ومقاصد سمجھا رہے ہیں جن کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر چلا جانا ضروری ہے۔ اور اُن کو فوائد وفضائل بتا رہے ہیں جو نوع انسان کو محمدؐ وآل محمدؐ کے جسمانی ظہور کے وسیلے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور اُن کا حاصل ہونا انتہائی ترقی وتکمیلِ انسانیت کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ طویل گفتگو کے چند جُملے سنئے فرماتے ہیں:۔

كَلَّمْتُكُمْ بِهٰذَا وَاَنَا مُقِيْمٌ عِنْدَكُمْ؛ وَاَمَّا الْمُعَزِّى الرُّوحِ الْقُدُسُ الَّذِىْ سَيُرْ سِلُهُ الْاَبُ بِاسْمِى فَهُوَ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَىْءٍ وَ يُذَكِّرُكُمْ كُلَّ مَا قُلْتُهُ لكم (یوحنا 26-14/25) لَا اُكَلِّمُكُمْ اَيْضًا كَلَامًا كَثِيْرًا لِاَ نَّ رَئِيْسُ هٰذَا الْعَالَمْ يَاتِى وَلَيْسَ لَهُ فِىَّ شَىْءٍ (یوحنا 14/30) اِلَّا اَنِّى اَقُوْلُ لَكُمُ الْحَقَ اِنَّ فِى اِنْطَلَاقِى خَيْرًا لَكُمْ لِاَ نِّى اِنْ لَمْ اَنطَلِقْ لَمْ يَا تِكُمُ الْمُعَزِّى وَلٰكِنْ اِذَا مَضَيْتُ اَرْسَلْتُهُ وَلٰكِنْ مَتٰى جَاءَ ذَاكَ رُوْحُ الْحَقِ فَهُوَ يُرْشِدُكُمْ اِلٰى جَمِيعِ الْحَقِ لِاَنَّهُ لَا يَتَكَلَّمُ مِنْ عِنْده بَلْ يَتَكَلَّمُ لِكُلِّ مَا يَسْمَعُ وَيُخْبِرُكُمْ بِمَا يَاتِىْ۔ (یوحنا14-16/7) (کتاب المقدس انجیل یوحنا)

’’میں نے یہ باتیں تمہاری ہمراہی میں رہتے ہوئی کہی ہیں اور رہ گیا وہ مقدس اور صاحبؑ عزا روح تو اللہ اُسے میری تصدیق کے ساتھ عنقریب ارسال کرے گا۔ اور وہی تمہیں ہر چیز کی تعلیم دے گا۔ اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ سب یاد دلائے گا۔ اب میں تم سے زیادہ باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ تمام عالمین کا سردارؐ آنے والا ہے۔ اور اُس پر میرا کوئی حق قائم نہیں ہے اور میں تم سے حق کے سوا کچھ اور نہیں کہتا۔ یقیناً میرا جانا ہی تمہارے لئے خیر مطلق حاصل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ صاحبؑ عزا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اور جب میں پردہ ماضی میں چلا جاؤں گا تو اُسےؑ وہاں سے تمہارے پاس بھیج سکوں گا۔ اور جب وہ حق مطلق روح تمہارے پاس پہنچ جائے تو تمہیں مکمل حق وہدایت سے نواز دے گی۔ اور وجہ یہ ہوگی کہ وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہ کہے گا۔ بلکہ جو کچھ اللہ سے سنتا ہے وہی کچھ منہ سے کہے گا (مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى o 53/3-4) اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اُس کی خبریں دے گا۔‘‘

(8) حضرت عیسیٰؑ کے بیان پر ایک نظر

سب سے پہلے نوٹ کرانے کی بات یہ ہے کہ آنحضرؐت کو حضرت عیسیٰؑ ''روح القدس'' فرماتے ہیں۔یعنی یہی بات جب عرب کے فلاسفروں اور ملحد دانشوروں سے کہی گئی تو اُن کے منہ بند رکھنے کے لئے روح القدس کو آنحضرؐت سے الگ ایک مجسم ہستی کہا جاتا رہا۔حالانکہ روح القدس وہ قوت وقدرت تھی جس کے مالک آنحضرؐت اُسی طرح تھے جس طرح اپنے قلب و ذہن کے مالک تھے۔لہٰذا مجسم روح القدس کہلائے۔اِس کے بعد یہ نوٹ کریں کہ اوراس پر خوب غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں صاحبِ عزاؐ (اَلْــمُعَزِّیُّ) فرمایا گیا ہے۔لہٰذا عزادار حضرات کو مبارک کہ وہ حبیبِؐ خدا کے مشن کو دل و جان سے تازہ رکھتے ہیں اور رسولؐ اللہ کے ساتھ مل کر رسومات عزاداری سے حسینؑ اور مادر حسین علیہم السلام کے غم کو تسلیوں میں بدلتے ہیں۔پھر یہ دیکھئے کہ حضرت عیسیٰؑ یہ فرمارہے ہیں کہ میں اُنہیں بھیجوں گا۔ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہیں ایسی جگہ جانے والے ہیں جہاں آنحضرؐت موجود ہوں۔اور جہاں چاہیں جانے کی پوزیشن میں موجود ہوں۔اور یہ مُسلِّمات میں سے ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر گئے تھے۔اوراب تک یقیناً آسمانوں پر ہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی صدی عیسوی سے پہلے ادھر تو حضرت نابت علیھم السلام کی نسل میں منتقل ہوتے اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیھما السلام کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔اوراُدھر اپنی حقیقی پوزیشن میں اس طرح موجود تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جو رسولؑ چاہے حضوؐر سے ملاقات اور عرض مدعا کر سکتا تھا۔یعنی بیک وقت ساری کائنات میں موجود اور جسمِ مادی میں بھی محصور رہنے کی حیران کن وہمہ گیر پوزیشن۔اوراس پوزیشن کے لئے خدا کی عطا کردہ یہ قدرت وعلم کہ بلا اپنی رائے استعمال کئے کائنات کی ہر شے کی تعلیم دے سکنا (ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون)اور ماضی،حال اور مستقبل کی تمام خبروں پر مطلع رہ کر جسے چاہیں خبریں دے سکنا۔یہ تھی وہ ولایت محمدؐیہ جس نے روزازل سے قیامت تک جاری رہنا اورنوع انسانی کی تکمیل کرنا تھی۔اور جس کے لئے تمام انبیآءؑ اور رسل علیہم السلام نوع انسان کو مطلع رکھتے اور تیار کرتے چلے آرہے تھے اور جس کو چند الفاظ میں آئمہ علیہم السلام نے اس عنوان سے واضح فرمایا کہ:۔

(9) تمام انبیاؑ اور رسولؑ ولایتِ محمدؐیہ کو پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

ولایتنا ولایة اللّٰہِ الّتِیْ لَمْ یَبْعَثْ نبیًّا قَطّ اِلّا بِھَا۔(کافی کتاب الحجة باب نتف وجوامع حدیث نمبر 3)

ہماری ولایت ہی اللہ کی وہ ولایت ہے کہ کوئی نبیؑ ایسا ہرگز مبعوث نہیں ہوا جو اُس کو لے کر نہ آیا ہو۔اور

مَامن نَبِيٍّ جَآءَ قَطّ اِلَّا بِمَعْرِفَةٍ حقّنا و تفضِيْلنا عَلٰی من سوانا۔(ایضاً حدیث نمبر 4)

قطعاً کوئی نبیؑ ایسا نہیں آیا ہے جو ہماری معرفت اور ہمارا باقی تمام مخلوق سے افضل ہونا بیان نہ کرنے والا ہوتا۔

ولایة علی علیه السلام مکتوبة فی جمیع صحف الانبیآء وَلَنْ یبعثَ اللّٰه رَسُوْلًا اِلَّا بِنبُوّةِ محمدٍ صلی اللّٰه علیه و آله وسلم وَوَصِیَّةِ علی علیه السلام۔(ایضاً حدیث نمبر 6)

اور تمام انبیّا کی کتب بھی اسی کی قائل ہیں۔اور اللہ نے ہرگز کوئی رسوؐل مبعوث نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ ہر رسولؑ محمدؐ کی نبوۃ اور علیؑ کی وصیت کی تبلیغ کرتا ہوا مبعوث ہوتا رہا ہے۔''

قارئین یہاں ذرا سا رک کر یہ سوچیں کہ اگر واقعی سابقہ تمام انبیّا بغیر کتابوں کے گزرے تھے تو یہ حدیث کیوں اُن کی کتابوں کا وجود ثابت کرتی ہے؟اور اگر واقعی سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہوگئیں تو یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ تمام سابقہ کتابوں میں نبوت اور ولایت محمدؐ یہ لکھی ہوئی موجود ہے؟یاد رکھو جن لوگوں نے مسلمانوں میں یہ عقائد پھیلائے وہ نہ صرف یہ کہ فریب خوردہ یا دشمنانِ اسلام تھے بلکہ اُن کے پاس اُن کے عقائد کی تائید میں ایک آیت یا اسلامی دلیل نہیں ہے۔اُن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو توریت وانجیل سے اِسلئے دُور رکھا جائے کہ وہ ولایتِ محمدؐ یہ کی تفصیل سے ناواقف رہیں۔اور اُنکو اپنی ولایت وحکومت قائم کرنے اور مستحکم کرنے کا موقع ملے۔سوچئے کہ ولایت محمدؐ یہ کا حامل جناب علی علیہ السلام تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے ایک عالمی وہمہ گیر مسند فتویٰ بچھائی جائے یعنی یہ گھریلو طور پر عائد کردہ پابندیاں اُٹھالی جائیں تو میں انجیل وتورات وزبور اور قرآن سے متعلقین میں احکام اور فیصلے جاری کروں۔جہاں اُن لوگوں نے حدیث کی ہزاروں مُرتّبہ ومدوّنہ ومصدقہ کتابوں کو فنا کیا وہیں وہ تمام ریکارڈ تباہ کردیا جو انبیا وآئمہ علیہم السلام کی طرف سے امتوں میں چلا آرہا تھا۔اور جو تین کتابیں تباہ نہ کرسکے اُنہیں منسوخ کہہ کر مسلمانوں سے دور کردیا۔لیکن ہم نے ابھی ابھی انجیل سے آیات لکھی ہیں جن سے ولایتِ نبویہ ثابت ہے۔اور ہم پر واجب ہے کہ اگر ہم جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو توریت وزبور وانجیل وصحف انبیّا پر عبور حاصل کریں تاکہ قرآن کریم کو ٹھیک ٹھیک سمجھیں۔یہ علماءِ سُوء تو خود قرآن کی آیات اور احادیث کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آیت یا حدیث اب بے کار ہے اُسکو اب دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن اللہ نے اُنکو جھوٹا ثابت کرنے اور ولایت محمدؐ یہ کو نافذ کرنے کا ایسا انتظام کر رکھا ہے جہاں تک اس خبیث گروہ کی رسائی ناممکن ہے۔اور ہمارا فرض منصبی ہی یہ ہے کہ اُنکے منصوبوں کو باطل کرتے رہیں۔

(10) اللہ نے آسمانوں اور فضاؤں اور پہاڑوں میں ولایت کو محفوظ کیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیق کی انگوٹھی پہننے کا ثواب بتاتے ہوئے یہ راز کھولتے ہیں کہ:۔

فَاِنّهٗ اَوّل جَبَلٍ اَقَرّ اللّٰه بِالوحدانيّة وَلِیْ بالنبوة ولَكَ بِالْوَصِيَّةِ وَلِولدك بالامامة وَلِشيْعَتِك بالجنة وَ لاعدائِك بالنار ۔(من لا يحضره الفقيه باب وصايا النبیؐ صفحہ 578)

''یقیناً جس پہاڑ نے سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت اور میری نبوت اور تمہاری ولایت اور تمہاری اولاد کی امامت اور تمہارے مشن کی نشر واشاعت کرنے والوں کے لئے جنت اور تمہارے دشمنوں کے جہنمی ہونے کا اقرار کیا تھا وہ عقیق ہی کا پہاڑ تھا۔''

(11) مومنین کے ایمان کی تفصیل اور معصومینؑ کی تصدیقات (مفصل کلمہ)

اس عنوان میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا صحیح کلمہ پڑھنے والے اپنے اپنے مقام پر اپنے ایمان پر نظر ڈالیں اور اگر کہیں خامی معلوم ہو تو اصلاح فرمالیں۔

اوّل۔ جابر کا بیٹا اسماعیلؒ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضورؑ میں اپنا عقیدہ آپ کے حضور میں پیش کر کے یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس کی تصدیق فرمائیں کہ آیا میرا دین وہی ہے جو اللہ کو پسند ہے یا نہیں؟ امامؑ نے فرمایا کہ بیان کرو تو اسماعیل نے کہا کہ:۔

فَقُلْتُ اَشْهَدُ اَنْ لا اله الّا اللّٰه وحد لا شريك له ۔وَاَنّ محمداً عبده ورسوله والاقرار بما جاء بِهٖ مِن عند اللّٰه وَاَنّ عَلِيًّا كان امامًا فرض اللّٰه طاعته ثمّ كان بعده الحسنؑ امامًا فرض اللّٰه طاعته ۔ثمّ كان بعده الحسينؑ امامًا فَرَضَ اللّٰه ثمّ كان بعده علیؑ بن الحسينؑ امامًا فَرَضَ اللّٰه طاعته حتّٰى انتهى الامر اليه ۔ثم قُلْتُ: اَنْتَ يرحمك اللّٰه ۔قال: فقال: هذا دين اللّٰه و دين الملا ئكتهٖ ۔(کافی کتاب الحجة باب فرض طاعة الائمة حديث 13)

''میں شہادت دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایسا یگانہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور یہ شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں اُس سب کا جو محمدؐ کے ساتھ اللہ کی طرف سے آیا اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ علیؑ محمدؐ کے بعد واجب الاطاعت امام تھے۔ اور اُن کے بعد حسنؑ واجب الاطاعت امام تھے۔ اور اُن کے بعد حسینؑ واجب الاطاعت امام تھے۔ اور ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ واجب الاطاعت تھے۔ جس روز سے چارج اُن کی طرف آیا اور اُن کے بعد آپ واجب الاطاعت امام ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ ہی اللہ اور ملائکہ کا دین ہے۔''

دوم۔ **تفصیل کلمہ حجة بلا فصل**

منصور بن حازم رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی ترجمانی کے لئے ایک معصومؑ اور مکمل قرآن کے عالم کا وجود ثابت کرنے کے سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے گفتگو کرنے کے دوران آخر یہاں پہنچا کہ وہ رسولؐ اللہ کے بعد تمام حجت ہائے خداوندی کا اعلان کرے۔ چنانچہ اُنہوں نے امامؑ کے سامنے یہ بیان دیا کہ:۔

اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا کان قیّم القرآن و کانت طاعته مفترضة وکان الحجة عَلَی الناس بعد رسوؐل اللّٰهِ واَنَّ ماقال فی القرآن فَهُوَ حَقٌّ ۔۔۔اِنَّ عَلِيًّا لَمْ یذهب حَتّٰی ترک حجة من بعده کما ترک رسولؐ اللّٰه، و أنَّ الحُجَّةَ بعد علیؑ، الحسنؑ بن علیؑ واَشْهَدُ عَلَی الحسنؑ انّه لم یذهب حتّی ترک حجة من بعده کما ترک ابوهُ وجدّه واَنَّ الحجة بعد الحسنؑ، الحسینؑ وکانت طاعته مفترضة.. واشهد عَلَی الحسینؑ اَنَّهُ لَمْ یذهب حتّی ترک حجّة من بعده علیؑ بن الحسینؑ وکانت طاعته مفترضة ..وَاَشْهَدُ عَلٰی علیؑ بن الحسینؑ اَنّه لَمْ یذهب حتّی ترک حجّة من بعده محمد بن علی ابا جعفرؑ وکانت طاعته مفترضة.. واَشْهَدُ باللّٰه اَنَّک اَنْتَ الْحُجَّةُ وَاَنَّ طَاعَتَکَ مفترضة وقال الامام جعفر الصادق علیه السلام: سلنی عَمَّا شِئتَ فلا انکرک بعد الیوم ابدًا۔(ایضاً حدیث نمبر15)

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ کے بعد علیؑ قرآن کی تنفیذ کے ذمہ دار تھے اور تمام انسانوں پر حجت تھے۔اور اُنکی اطاعت سب پر فرض تھی۔اور اس پر بھی گواہی دیتا ہوں کہ قرآن میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ سراسر حق ہے۔اور میں گواہ ہوں کہ علیؑ دنیا سے نہیں گئے مگر اپنے جانے سے پہلے اپنے بعد کے لئے اُسی طرح ایک حجت کو تعینات کیا جیسے رسول اللہ نے علیؑ کو مقرر فرمایا تھا۔اور گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ کے بعد حسنؑ بن علیؑ حجت ہیں اور اُن کی اطاعت فرض ہے۔میں حسنؑ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے بھی اپنے دنیا سے گزرنے سے پہلے پہلے حجت کو اسی طرح متعین کیا جیسے اُن کے باپ اور دادا نے کیا تھا۔اور گواہی دیتا ہوں کہ حسنؑ کے بعد حسینؑ بن علیؑ حجت ہیں اور اُن کی اطاعت واجب تھی۔اور میں حسینؑ کے لئے بھی گواہ ہوں کہ وہ بھی دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک اپنے بعد کے لئے علیؑ بن الحسینؑ کو حجت مقرر نہ کر دیا اور اُن کی اطاعت بھی لازمی تھی۔اور میں علیؑ بن الحسینؑ کے لئے بھی شاہد ہوں کہ وہ بھی جناب محمدؑ بن علیؑ (باقر) کو حجت مقرر کر کے دنیا سے سدھارے۔اور اُن کی اطاعت بھی فرض تھی۔اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے والد بھی اپنے بعد اُسی طرح حجۃ مقرر کر کے گئے جیسے اُن کے آباؤ اجداد کرتے تھے۔اور میں شاہد ہوں کہ آپ بنفس نفیس حجتِ خدا ہیں۔اور آپ کی اطاعت سب پر فرض ہے۔امامؑ نے فرمایا کہ آئندہ جو تم چاہو مجھ سے سوال کر سکتے ہو۔میں اب تمہارے لئے اظہار بیگانگی نہ کروں گا۔‘‘

قارئین یہ آخری جملہ نوٹ کرلیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جب تک مذکورہ تفصیل کے مطابق کوئی اعلان ایمان وکلمہ نہ کرتا تھا آپ ایسے لوگوں کو بیگانہ اور غیر سمجھتے تھے۔اور اُن کی ہر بات کا شیعوں ایسا جواب نہ دیتے تھے۔یہی مقام ہے جہاں یہ کلیدی نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ آئمہ ایسے بیان بھی دیتے تھے جو اغیار یا دشمنوں کو مطمئن کر دیں اور اُن کے متوقع فتنہ وفساد کا دروازہ بند رہے۔اور یہیں یہ سمجھ لیں کہ ڈھکوٹائپ مجتہدین جو احادیث اپنے باطل تصورات کی تائید میں پیش کرتے ہیں وہ آئمہ کا ایسا ہی کلام ہوا کرتا ہے جو اِسی قسم کے لوگوں کی زبان بندی کے لئے ہوا کرتا تھا۔اس پہلو کو ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں جو مجتہدین و

مخالفین کے لئے ہمیشہ کا مسکت جواب ہے۔اب آپ کلمہ اور ایمان کی آخری تفصیل سن لیں۔

سوم۔حضرت علی علیہ السلام سے ایک شخص چند سوالات دریافت کرنے کے لئے آیا۔آپ نے حضرت حسن علیہ السلام کے حوالے کر دیا، جب بحث کر کے مطمئن ہوا تو اپنے ایمان و اسلام کا یوں اعلان کیا کہ:۔

اَشْهَدُ اَنْ لا اله الا اللّٰه وَلَمْ ازل اشهد بِهَا وَاَشهد اَنّ محمدًا رسوْل اللّٰه وَلَمْ ازل اشهد بِذٰلك وَاشهد انّك وصىّ رسول اللّٰه والقائم بحُجَّتِهٖ واشار اِلٰى اميرالمؤمنين وَلَمْ ازل اشهد بها ـ وَ اَشْهَدُ انك وصيّه والقائم بحُجَّتِهٖ واشاراِلٰى الحسنؑ واَشْهَدُ اَنّ الحسينؑ بن علىؑ وصى اخيه والقائم بحجته بعده واشهد عَلٰى علىؑ بن الحسينؑ انه القائم بامرالحسينؑ بعده واشهد عَلٰى محمدؑ بن علىؑ انه القائم بامر علىّ بن الحسينؑ واشهد علٰى جعفرؑ بن محمدؑ بانه القائم بامر محمدؑ واشهد عَلٰى موسٰىؑ اَنَّهُ القائم بامر جعفرؑ بن محمدؑ واشهد عَلٰى عَلِىٍّؑ بن موسٰىؑ اَنَّهُ القائم بامر موسٰىؑ بن جعفر واشهدُ علٰى محمدؑ بن علىؑ اَنَّهُ القائِم بامر علىؑ بن موّسٰى واشهدُ عَلٰى علىٌّ بن محمدؑ بانّهُ القائِم بامر محمدؑ بن علىؑ واشهد عَلَى الحسنؑ بن علىؑ بانّه القائم بامر علىؑ بن محمدؑ وَاشهد على رَجُلٍ من ولد الحسن لا يكنّى ولا يسمّى حتّى يظهرامره فيملا ها عدلًا كماملئت جورًا والسلام عليك يا اميرالمؤمنين ورحمة اللّٰه وبركاته ثُمَّ قَامَ فَمَضَى...... (کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنی عشر والنص علیہم.....)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔اور میں نے ہمیشہ یہی گواہی دی ہے اور میں گواہ ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی بھی میں نے ہمیشہ دی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رسولؐ اللہ کے وصی ہو۔اور اس کی قائم کردہ حجت ہو۔یہ کہہ کر علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور میں نے کبھی اس شہادت کو ناغہ نہیں کیا ہے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بھی علیؑ کے وصی ہیں اور اُنکی طرف سے قائم شدہ حجت ہیں اور حسنؑ کی طرف اشارہ کیا۔اور گواہی دیتا ہوں کہ حسینؑ بن علیؑ اپنے بھائی کے وصی ہیں اور اُن کی طرف سے قائم کردہ حجت ہیں اُنکے بعد کیلئے۔اور گواہی دیتا ہوں علیؑ بن الحسینؑ کے لئے کہ وہ یقیناً حسینؑ کے بعد حسینؑ کی طرف سے قائم شدہ حجت ہیں۔اور گواہی دیتا ہوں محمدؑ بن علی کے لئے یقیناً وہ علیؑ بن الحسینؑ کی قائم کردہ حجت ہیں۔اور گواہی دیتا ہوں جعفرؑ بن محمدؑ، محمدؑ بن علیؑ کے قائم کردہ حجت ہیں۔اور میں موسیٰؑ کے لئے شہادت دیتا ہوں کہ وہ جعفر بن محمدؑ کے حکم سے قائم شدہ حجت ہیں۔اور میں علیؑ بن موسیٰ کے لئے گواہ ہوں کہ وہ موسیٰ بن جعفر کے حکم سے حجت قائمہ ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں محمدؑ بن علیؑ پر کہ وہ علیؑ بن موسیٰ کے حکم سے قائم شدہ حجت ہیں۔اور میں شہادت دیتا ہوں علیؑ بن محمدؑ پر کہ وہ محمدؑ بن علیؑ کے حکم سے قائم شدہ حجت ہیں۔اور گواہی دیتا ہوں کہ حسنؑ بن علیؑ کے لئے کہ وہ علیؑ بن محمدؑ کے حکم سے حجت قائمہ ہیں۔اور میں ایک ایسے مرد کے لئے بھی شہادت دیتا ہوں جو حسنؑ کی اولاد میں سے ہے اور اُس کی کنیت اور نام بتانا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنا خود اعلان نہ کر دے۔اور اس زمین کو عدل سے

اسی طرح معمور نہ کر دے جس طرح وہ ظلم سے لبریز تھی۔ اور اے امیر المومنینؑ تم پر میرا سلام ہو۔ یہ کہا اور چلا گیا۔ جب یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کدھر گیا تو حضرت علیؑ نے بتایا کہ وہ جناب خضر علیہ السلام تھے۔"

(12) وہ کلمہ جسے پڑھتے ہوئے مومنین قبروں سے اٹھیں گے

آخر میں آپ وہ کلمہ پھر سن لیں جو بروز قیامت پڑھ کر قبر سے اُٹھنے والا بلا شک وشبہ جنتی ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بتایا کہ:

قال ای وربّی انّہٗ لَشِیْعَتکَ وانّھُمْ لَیَخْرِجُونَ یوم القیامۃ مِنْ قبورھم و ھُمْ یقولون لا الٰہ الا اللّٰہ محمدٌ رسول اللہ علیؑ بن ابیطالبؑ حجۃ اللہ۔الخ

اے علیؑ تیری ولایت کا اعلان کرتے رہنے والے لوگ بروز قیامت اپنی قبروں سے یہ کہتے ہوئے نکلیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ علیؑ بن ابیطالبؑ اللہ کی حجت ہیں۔ اُنہیں جنت کے سبز خلعت پہنائے جائیں گے۔ اُن کے سروں پر تاج رکھے جائیں گے۔ بادشاہوں اور بزرگی کے نشانات سے آراستہ کیا جائے گا۔ جنت کے پروردہ برق رفتار سواریاں دی جائیں گی۔ اور وہ سب جنت میں پرواز کر جائیں گے۔ قیامت کے دہشت ناک مناظر کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ملائکہ مبارکباد دیں گے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر فی المواعظ صفحہ 589)

ہم بھی مومنین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ مخالفین کو چیلنج کر دیں کہ وہ جس کلمہ کو صحیح سمجھتے ہوں اُسے روز ازل سے قیامت تک اس ہمہ گیری و ربط مقاصد کے ساتھ پیش کر کے دکھائیں اور ہمارے کلمہ کو غلط ثابت کریں۔ مگر دلیل قرآن وحدیث سے لائیں۔

مومنین سے رخصت اور سلام

آخر میں اللہ اور امام علیہ السلام کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس محنت وخدمت کو قبول فرما کر مجھے یہ دیکھنے کا موقعہ عطا فرمائیں کہ مسلمانوں کے تمام مسلّمہ مکاتیبِ فکر میں محبت واتحاد کی کوششیں شروع ہو کر کامیاب ہوں۔ اور مسلمانوں میں پوشیدہ شر پسند وتخریب کار گروہ اور دشمنانِ اسلام کے وظیفہ خوار ایجنٹ اور یہ روز روز قوم فروش لیڈر منہ چھپا کر خانہ نشین ہو جائیں۔ پھر درود وسلام بھیجتا ہوں محمد وآل محمد اور اُن کے قائم علیہم السلام پر۔ والسلام

خاکپائے محمد وآلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہم

ابوعبداللہ عفی عنہ